چوں سرمۂ رازی را از دیدہ فروشستم
تقدیرِ امم دیدم پنہاں بہ کتاب اندر

روحانی حکایات

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

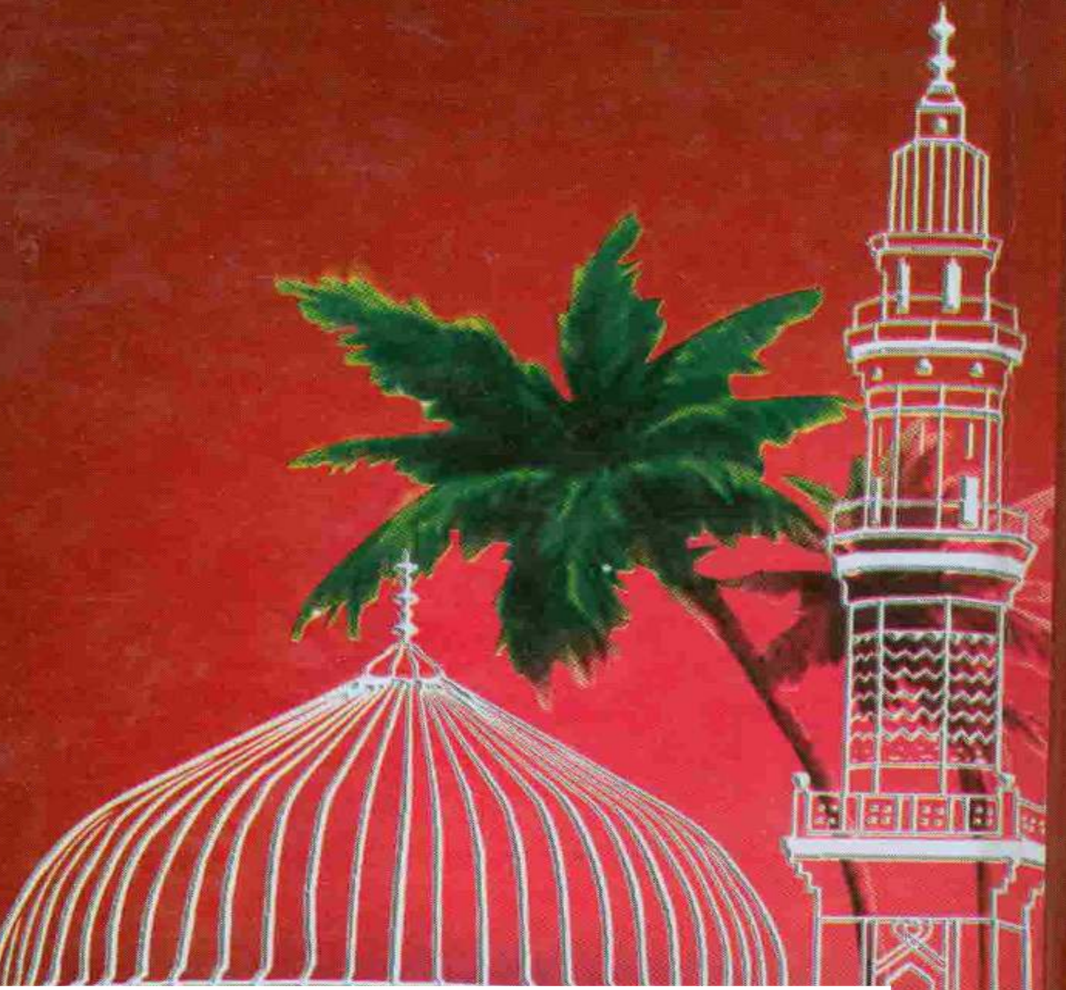

مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی میٹھادر کراچی پاکستان

www.waseemziyai.com

March 2019

اہلسنت وجماعت کا قرآن وسنت کا عظیم ادارہ

مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی

جہاں اسلامی اور عصری علوم کا عظیم امتزاج

مختصر تعارف

طلبہ:

شعبہ حفظ: 145 شعبہ ناظرہ: 240

شعبہ درس نظامی: 105 شعبہ تجوید: 10

اور انہیں شعبہ جات میں 400 سے زائد طلبا اسکول کی تعلیم انٹر تک حاصل کر رہے ہیں نیز کم وبیش 100 طلباء مدرسے میں رہائش پذیر ہیں جن کے طعام وقیام اور میڈیکل کا مکمل خرچ مدرسہ برداشت کرتا ہے۔

مدرسہ کا اسٹاف

شعبہ حفظ وناظرہ 14 اساتذہ شعبہ درس نظامی وتجوید 10 اساتذہ

شعبہ عصری علوم یعنی اسکول 11 اساتذہ باورچی 2 خادم 4 چوکیدار 2

کل طلبہ کم وبیش پانچ سو اور پورہ اسٹاف 43 افراد پر مشتمل ہے۔

مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی میٹھادر کراچی پاکستان

DONATION

HABIB BANK LTD. BARNESS STREET BRANCH
ACC TITLE: MARKAZ UL ALOOM ISLAMIA (TRUST)
ACC NO: 00500025657003 - BRANCH CODE :0050

www.facebook.com/markazuloloom

https://www.waseemziyai.com https://www.youtube.com/waseemziyai

چوں سرمۂ رازی را از دیدہ فروشستم
تقدیرِ امم دیدم پنہاں بہ "کتاب" اندر

رُوحانی حکایات

مولف

حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

الاعظمیہ پبلی کیشنز
P-35 توحید نگر، لاہور

www.waseemziyai.com

جملہ حقوقِ ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب: رُوحانی حکایات

مولف: حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: الاعظمیہ پبلی کیشنز

سرورق: اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور 0345-4653373

اشاعت: مئی 2012ء

قیمت: روپے

تقسیم کار: شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

الاعظمیہ پبلی کیشنز
P-35 توحید نگر، لاہور

فہرست (حصہ اوّل)

علمیات

فرشتوں کی بولی ۱۵
بڑے بول کا انجام ۱۶
قرآن اور علم طب ۱۷
ہاتھ گراں اور ارزاں کیوں؟ ۱۸
نصرانی طبیب کا اسلام ۲۰
دنیا قید خانہ ہے ۲۲
غلامانِ اسلام ۲۲
ابو حازم کی حق گوئی ۲۵
جراتِ رندانہ ۲۶
خدا مکان سے پاک ہے ۲۸
امام ابو حنیفہ کا مناظرہ ۲۹
حاسد کا انجام ۲۹
عراق شہرِ نفاق؟ ۳۱
امام شعبی اور حجاج ۳۲
ہر فن مولا ۳۳
علم کا شوق ۳۴
ہاتھی نہیں دیکھا ۳۴
کتابیں سوکنوں سے بڑھ کر ۳۵
تعلیمی سفر کیلئے بے قراری ۳۶
کاش میں طبرانی ہوتا؟ ۳۷
گدڑی میں لعل ۳۸
استغفار اور اولاد ۴۰
ایک عمل چار حاجتیں ۴۱
نجومی گدھا ۴۲
عالمانہ فراست ۴۳
گئے تو کنگال آئے تو مالا مال ۴۴
ہدہد کی ولادت ۴۶
میں ہدہد سے چھوٹا نہیں ۴۷
عورت نے ٹھیک کہا مرد نے غلطی کی ۴۸
ایک عورت کا ذوقِ علمی ۴۹
مفلسی کا علاج ۵۱
ایک محدث اور طفیلی ۵۲
امام فریابی کا استقبال ۵۴

www.waseemziyai.com

ابو مسلم کجی کی درس گاہ ۵۴
کم عمر قاضی ۵۶
قاضی ایاس کی دانائی ۵۷
کنوئیں کے اندر سے خطبہ ۵۸
علم کے لیے مالی قربانی ۶۰
بغداد کا ایک مفلس طالب علم ۶۱
تین بھوکے طلبہ دربار رسول میں ۶۱
رات بھر میں ایک ہزار مسائل ۶۴
ایک ہفتہ میں حافظ قرآن ۶۵
اصمعی کی یادداشت ۶۵
قوتِ حافظہ کا کمال ۶۶
نسیان کا علاج ۶۸
قوتِ حافظہ کی دعائیں ۶۸
تیری داڑھی میں کتنے بال؟ ۶۹
ابو العینا کے لطائف ۷۰
علم کی حرمت ۷۳
پگڑی کے نیچے بزرگی ۷۳

اخلاقیات

افضل الجہاد ۷۵
علمی جلالت ۷۵
حسن بصری ۷۷
ابن السکیت اور متوکل ۷۷
حق پر استقامت ۷۸
منصور بن معتمر اور ابن ہبیرہ ۸۰
حسن بصری کا کلمہ حق ۸۱
فرمان شاہی بکری کے منہ میں ۸۲
ابن طاؤس کی مجاہدانہ جرات ۸۲
مچھر کا خون ۸۴
مکھی کیوں پیدا کی گئی ۸۵
کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا ۸۶
نماز کا چور ۸۶
بادشاہوں کا کھلونا ۸۷
بادشاہ کو جھڑک دیا ۸۷
شہید کون ہے؟ ۸۸
کلمۂ حق کی تاثیر ۹۱
خلیفہ سلیمان رو پڑا ۸۴
غضب سلطانی کا سامنا ۸۶
علماء کے بادشاہوں سے تعلقات ۸۷
شاہی ملازمت ۸۸
بادشاہ گر عالم ۸۹
امام شعبی قیصر کے دربار میں ۱۰۰
استغنا اور بے نیازی ۱۰۱
امام مالک کی بے نیازی ۱۰۲
قناعت کا سلطان ۱۰۲

www.waseemziyai.com

خلیل کی خشک روٹی ۱۰۳
ابو غالب کی صداقت ۱۰۴
قلم کا بادشاہ اور شاہی عطیہ ۱۰۴
بیت اللہ میں غیر اللہ سے سوال ۱۰۶
اُلٹی نذر کیسی؟ ۱۰۶
حدیث کا کوئی معاوضہ نہیں ۱۰۷
امام فخر الاسلام تواضع روپڑے ۱۰۸
غلطی کا اعتراف ۱۰۸
عثمان حیری کا انکسار ۱۱۰
چھوٹا عمامہ ۱۱۰
معاصرین کا اکرام ۱۱۱
ایک پادری اور شاہ عبد العزیز ۱۱۱
امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری ۱۱۱
ابو حنیفہ غلطی نہیں کر سکتے ۱۱۱
زبان کا بوسہ ۱۱۳
چند پھول چند رنگ ۱۱۳
صبر و ایثار ۱۱۵
تین دوست ۱۱۵
صوفیوں کی گرفتاری ۱۱۷
کتوں کا طریقہ ۱۱۷
اسم اعظم سکھانے والا ۱۱۸
تقویٰ و اتباعِ شریعت ۱۱۸
فریب دینے والا محدث ۱۱۹
محتسب الامۃ ۱۱۹
سخاوتِ نفس ۱۲۰

کرامات

کراماتِ علماء ۱۲۲
غیبی دستر خوان ۱۲۲
چار یار اور پچاس پچاس دینار ۱۲۳
کنکری ہونا ہوگئی ۱۲۴
جذام کا علاج ۱۲۵
حضرت بشر کا قارورہ ۱۲۶
مریض طبیب بن گیا ۱۲۸
ایک نوجوان صالح ۱۲۹
نمازی اور شیر کا سامنا ۱۳۰
محمد بن نصر کی کرامت ۱۳۱
کنوئیں میں دودھ اور شہد ۱۳۱
جنتی محل خریدا ۱۳۲
اُنگلی گر پڑی ۱۳۲
ایک عجیب خواب ۱۳۳
دعاء الکرب ۱۳۴
حضرت انس کی ایک دُعا ۱۳۴
مزارات علماء کی کرامتیں ۱۳۸
کفن سلامت بدن سلامت ۱۳۹

www.waseemziyai.com

امام احمد کا بدن اور کفن ۱۴۰
امام جزولی قبر سے نکالنے کے بعد ۱۴۰
قبر میں نماز ۱۴۲
قبر میں تلاوت ۱۴۲
قبر میں امداد کا وعدہ ۱۴۲
قبر سے آواز ۱۴۳
قبر سے غائب ۱۴۴
قبر سے مشک کی خوشبو ۱۴۴
قبر میں پھول ۱۴۵
ہنسنے والے مردے ۱۴۵
موت کے بعد گفتگو ۱۴۶
موت کے بعد ہاتھ اُٹھایا ۱۴۷
موت کے بعد سر اُٹھا کر جواب ۱۴۷
موت کے بعد اُنگلی ہلتی رہی ۱۴۷
سولی پر تلاوت کرنے والا سر ۱۴۸
شہنشاہِ دو عالم کے پہلو میں ۱۴۸
بدن پر کلمہ ۱۴۹
چغل خور اندھا ہو گیا ۱۵۰
سمندر میں یاقوت کا پیالہ ۱۵۰
آسمان کی مسجد کا امام ۱۵۱
نماز جنازہ میں تین لاکھ آدمی ۱۵۲
مکڑی کا کارنامہ ۱۵۲
رزاق کی سنوں یا بندۂ رزاق کی ۱۵۳

تفریحات

زینت کا دھاگہ ۱۵۵
آدھی رات کو سورج ۱۵۶
آپ کو کون سی حدیث پسند آئی؟ ۱۵۶
چندھی آنکھ پتلی پنڈلی ۱۵۶
نامِ عمر کا اثر ۱۵۷
نام میں دم کر دیا ۱۵۷
پانی کی قیمت ۱۵۸
دیوان زمزم کے کنوئیں میں ۱۵۹
جبلہ کا قاضی ۱۵۹
خلیفہ مہدی اور ایک ۱۶۰
ایک قاری اور بدوی ۱۶۰
جادوگر امام ۱۶۱
فالورہ اچھا یا لوزینہ ۱۶۱
شیطان کا نمونہ ۱۶۱
منہ میں تھوک ۱۶۲
جنت میں آگ ۱۶۲

www.waseemziyai.com

فہرست (حصہ دوم)

اعتراف واعتذار	۱۶۵	ابوجہل کی پیاس	۱۹۵
قبرانور میں نقب	۱۶۷	آدھا سر آدھی داڑھی سفید	۱۹۵
ملعون منصوبہ ناکام	۱۷۰	اچانک چار انگلی غائب	۱۹۶
چالیس حلبی زندہ درگور	۱۷۱	ایک قاتل کی قبر کا منظر	۱۹۶
گستاخ کے سر پر پتھر	۱۷۵	بدن آدمی کا سر گدھے کا	۱۹۷
کربلا کی قبریں شہید	۱۷۶	**مجاهدات**	
مسجد نبوی کیوں جل گئی	۱۷۸	پانچ مرتبہ گردن پر تلوار	۱۹۹
بھیڑیا اور بکری ایک ساتھ	۱۸۰	سید ہونے کی نشانی	۲۰۱
ایک لقمہ ضرر	۱۸۰	مصر کا ایک حقانی عالم	۲۰۳
قبر میں شاعری	۱۸۲	امام مالک اور خلیفہ منصور	۲۰۶
حجاز کی آگ	۱۸۴	ابراہیم محدث اور ہشام	۲۱۰
ملک الموت کی تحریر	۱۸۶	قاضی سوار اور منصور	۲۱۱
سفید بالوں کا اعزاز	۱۸۷	سلطنت کی قیمت	۲۱۲
استحضارِ علمی	۱۸۸	میں اندھا نہیں ہوں	۲۱۳
خلیفہ سلمان کی خوراک	۱۹۰	حضرت مجدد اور جہانگیر	۲۱۴
مامون الرشید کا دسترخوان	۱۹۳	شاہ ولی اللہ اور نجف خاں	۲۱۶

www.waseemziyai.com

علامہ فضل حق خیرآبادی کا عزم ۲۲۰

حق کی ہیبت ۲۲۲

عبادات

امام ابوحنیفہ کی شب بیداری ۲۲۵

بشر بن مفضل کی عبادت ۲۲۷

رسول کا بھیجا ہوا طالب علم ۲۲۸

ایک سال حج، ایک سال جہاد ۲۲۸

ابونواس کی مغفرت ۲۳۴

نمازی پر بھڑوں کا چھتہ ۲۳۷

نماز میں پیشانی پر بھڑ ۲۳۸

نمازی یا ستون ۲۳۹

درود شریف کا وظیفہ ۲۴۰

سلطانِ عابد ۲۴۴

رابعہ بصری کا شوقِ نماز ۲۴۶

سر پر کبوتر ۲۴۸

چہرے پر مکھیاں ۲۴۸

جماعت چھوٹنے کا غم ۲۴۹

ستر برس کی عبادت ۲۵۱

ذاکر و صابر ۲۵۶

سر پر ہدہد ۲۵۸

عمر بھر روزہ دار ۲۵۹

مولانا جلال الدین مانکپوری ۲۶۰

چالیس حج ۲۶۱

کرامات ۲۶۳

کبوتروں کی تسبیح ۲۶۴

حلال مرغ حرام مرغ ۲۷۰

ہم لوگ غوغائی ہیں ۲۷۰

عبرت انگیز خواب ۲۷۳

چھپے درویش ۲۷۵

کشف القلوب ۲۷۷

صاحب ہدایہ کی کرامت ۲۸۰

مشکل کشا روضہ ۲۸۲

باطنی نظر ۲۸۴

نجیب الدین متوکل ۲۸۵

ہر جمعرات کو زیارت رسول ۲۸۷

ایک کراماتی تسبیح ۲۸۹

کپڑا خود بخود بنتا رہا ۲۹۱

قلم محفوظ ۲۹۵

قبر قبلہ حاجات ۲۹۷

خداوند تعالیٰ کے نام خط ۲۹۹

ناچنے والا ولی ہوگیا ۳۰۱

دو عجیب وغریب مردے ۳۰۳

www.waseemziyai.com

پہاڑ ہلنے لگا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰۵
قدرت اور وضو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰۵
قبر سے کفن واپس ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰۵
جبرئیل علیہ السلام نے پانی پلایا ۔۔۔۔۔۔ ۳۰۵
کفن چور کی مغفرت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰۶
رقت انگیز وعظ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰۷
تین سو حوریں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰۸
کفن میں پرند ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰۹
نجات کا پروانہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۰
دیدار رسول کا ایک منظر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۱
شیر کا کان پکڑنے والے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۲
ایک محدث کا جنازہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۵
طاق پر درہم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۶
ایک متوکل کی کرامت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۸
حیاتِ جاودانی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۲
ایک سخی کی قبر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۳
ایک حاجی کی دعا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۴
دربار رسول میں سلام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۵
روشن ضمیری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۷
لکڑی سونا ہوگئی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۸
میں کب مروں گا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۹

متفرقات

خوش طبعی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۱
صغیر کبیر سے بہتر ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۲
شاید کوئی رسی ٹوٹ گئی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۳
مجنون طاق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۳
دو قبرستانوں کے درمیان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۳
چھت سجدہ نہ کرے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۷
ہاتھ باندھ کر روزہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۷
ایک دلچسپ فتویٰ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۷
معن بن زائدہ کی تفریح ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۸
ایک طفیلی کا ذوق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۰
جھوٹے مدعیانِ نبوت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۱
چار حرف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۴
تاریخ گوئی کا وظیفہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۴
اپنی دفعہ مجبوری تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۵
قاضی اور فریق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۶
بندوق علی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۶
اصحابِ فیل کا ثانی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۸
خدا کے گھر سے چائے ختم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۹
باکرامات اُستاد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۱
مردہ گائے حلال کرنے والا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۲

www.waseemziyai.com

الف لام چمک دمک ۳۵۳

بدھو کا ترجمہ ۳۵۴

خزانچی بدھو تھا ۳۵۵

احیاء موتیٰ کی ضرورت ۳۵۵

حاکم پرگنہ یا حاکم پرگنہ ۳۵۶

حاضر جواب بدوی ۳۵۷

میں ہڈی کس کا دوں گا؟ ۳۵۷

ایک دلچسپ مقدمہ ۳۵۸

سب لوگ سمجھ گئے ۳۵۸

کھانے میں سنت اور فرض ۳۶۰

مختصر نویس ۳۶۰

www.waseemziyai.com

حمد باری تعالیٰ

اے مرے معبود حق! اے کردگار
سارے عالم کا تو ہے پروردگار

فضل سے تیرے ہی اے ربّ کریم
گلشن ہستی کی ہے ساری بہار

کردیا مجھ کو غلامِ مصطفےٰ
ہوگیا میں دوجہاں کا تاجدار

بخش دے یا ربّ خطائیں سب مری
تو ہے غفار، اور میں عصیاں شعار

تیری رحمت پر بھروسہ ہے مجھے
فضل کا تیرے ہوں میں امیدوار

خاکِ پائے مصطفےٰ ہے اعظمی
حشر میں یا ربّ نہ ہو یہ شرمسار

www.waseemziyai.com

نعت شریف

سرورِ عالم ، نبی الانبیاء میرے رسول
اوّلین و آخریں کے پیشوا میرے رسول

صدر بزم انبیا مولائے کل فخر رسل
محرم اسرارِ حق ، شان خدا میرے رسول

مہبط لولاک ، سیارِ فلک ، عرش آستاں
صاحبِ معراج و مصداق ادنیٰ میرے رسول

منصبِ شانِ رسالت ہیں لقب ختم رسل
منزل محبوبیت میں مصطفٰے میرے رسول

اعظمی مومن ہوں ربّ العالمین میرا خدا
رحمۃ للعالمین صلِّ علیٰ میرے رسول

www.waseemziyai.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں، ایں قصۂ پارینہ را

ناظرین کرام! امت مسلمہ کے لیے یہ ایک بہت بڑا سانحہ المیہ ہے کہ کچھ تو دور حاضر کے مولویوں کی کوتاہیوں اور کچھ دشمنان اسلام کے غلط پراپیگنڈا کے باعث علماء امت کا وقار، عامۃ المسلمین کی نگاہوں سے برابر گرتا چلا جا رہا ہے۔ حد ہوگئی کہ مسلم عوام مصنوعی درویشوں، جاہل باباؤں اور بے شرع فقیروں کی طرف راغب و مائل ہو کر ان کے مرید و معتقد بن رہے ہیں اور اپنے حقیقی رہنماؤں یعنی ''علماء حق'' سے متنفر ہو کر برگشتہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ عوام کا ایک بہت بڑا گروہ اس گمراہ کن غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا ہے کہ طبقۂ علماء میں کوئی باکمال ولی اور صاحب کرامت ہوا ہی نہیں حالانکہ تاریخ اسلام کے صفحات گواہ ہیں کہ طبقۂ علماء یعنی فقہاء و محدثین میں ایسے ایسے باکمال اولیاء اور صاحبان کرامت بزرگ ہوئے ہیں جو اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں کی بدولت شریعت و طریقت کی روشنی کا منارہ بن کر ساری دنیا کو رشد و ہدایت سے پرنور کرتے اور آسمان ولایت میں ستاروں کی طرح چمکتے رہے ہیں۔

مگر افسوس کہ نہ تو اُردو کے مصنفین ہی نے آسمان امت کے ان روشن ستاروں کی چمک دمک سے دنیائے اسلام کو روشن کیا نہ ہی ہمارے واعظین و مقررین ہی نے اپنی مجالس میں ان باکمالوں کے نورانی درشن سے مسلم عوام کو متعارف کرایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج اسلامی دنیا کشتی اسلام کے ان ناخداؤں کے کمالات و کرامات تو کجا ان کے ناموں تک سے بھی واقف نہیں۔ اب تو یہ مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے کہ عوام آج کے مولویوں پر قیاس کر کے ''علمائے سلف'' پر بھی زبان طعن دراز کرنے لگے ہیں۔

اس خوفناک ماحول اور ذہنی انقلاب کے محشر میں دینی درد رکھنے والے اہل زبان اور اہل قلم پر ایک بہت بڑی اور نہایت اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ پوری جدوجہد کے ساتھ ''علماء سلف'' کے اسلامی کارناموں کے شاندار نقوش کو اپنی زبان و قلم سے اجاگر کر کے عوام کے ذہنوں میں ایک ایسا روحانی انقلاب پیدا کریں کہ وہ پھر اپنے حقیقی رہنماؤں یعنی ''علماء

www.waseemziyai.com

حق'' کی بے پناہ عظمتوں کا احساس واعتراف کر کے ان کے نقش قدم پر چلنے لگیں اور پھر ملت اسلامیہ کا پرچم عظمت فضائے آسمانی پر لہرانے لگے۔

چنانچہ ۱۳۵۸ھ میں انہیں جذبات سے متاثر ہو کر میں نے اپنی کتاب ''اولیاء رجال الحدیث'' لکھی جس میں دوسو باکرامت فقہاء و محدثین کی ولایتوں کا تذکرہ اور ان بزرگوں کی عظمتوں کا چرچا کیا اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ میری کتاب اہل علم طبقہ میں بے حد مقبول ہوئی چونکہ وہ کتاب ''اسماء الرجال'' کی طرز پر لکھی گئی تھی اس لیے مسلم عوام اس کے مطالعہ کی طرف کم مائل ہوئے لہٰذا بعض مخلص احباب نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ اب میں فقہاء و محدثین کے علمی و عملی کمال اور ان کے معارف واحوال کو ''حکایات'' کی صورت میں پیش کروں۔

اور حکایتوں پر اپنے کچھ تاثرات و تبصرے بھی تحریر کر دوں تاکہ علماء و عوام دونوں طبقوں میں اس کتاب کے مطالعہ کی کشش اور رغبت پیدا ہو جائے اور دونوں گروہ اس کی افادیت کی دولت سے مالا مال ہوں! چنانچہ علماء حق کے مدارج علمیات و اخلاقیات و کرامات و تفریحات کے چند شاہکاروں کو جمع کر کے مختلف عنوانوں سے ایک سو پچاس عبرت خیز و رقت انگیز حکایتوں کا یہ مجموعہ ولولہ انگیز و دلچسپ تبصروں کے ساتھ ''روحانی حکایات'' کے نام سے ہدیۂ ناظرین کرتے ہوئے یہ پیغام عرض کرتا ہوں:

چوں سرمۂ رازی را از دیدہ فروشستم
تقدیر امم دیدم پنہاں بہ ''کتاب'' اندر

اور

دعا گو ہوں کہ خداوند قدوس اپنے فضل و کرم سے ان بزرگان ملت کے طفیل میں میری اس تالیف کو قبول فرما کر مقبولِ خلائق فرمائے اور میرے لیے ذریعۂ مغفرت و سامان آخرت بنائے۔

وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْز وَهُوَحَسْبِىْ وَنِعْمَ الْوَكِيْل وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن ۔

عبدالمصطفیٰ الاعظمی عفی عنہ

شب ۲۷ رمضان ۱۳۹۰ھ امجد آباد

www.waseemziyai.com

علمیات

علم ہی جب نہیں تم میں تو عمل کیا ہوگا
جس خیاباں میں شجر ہی نہیں پھل کیا ہوگا

فرشتوں کی بولی

حافظ الحدیث عامر بن شرجیل متوفی ۱۰۹ھ جو امام شعبی کے لقب سے مشہور ہیں بہت ہی عظیم الشانِ تابعی محدّث ہیں۔ ان کی علمی جلالت اور عظمتِ شان کے لیے یہ کافی ہے کہ امام زُہری بابانگِ دُہل فرمایا کرتے تھے کہ عالم حدیث کہلانے کے مستحق صرف چار ہی شخص ہیں۔ امام شعبی کوفہ میں، حسن بصری بصرہ میں، سعید بن مسیّب مدینہ میں، مکحول شام میں۔

امام شعبی اپنی عظمت اور عالمانہ وجاہت کے باوجود بہت ہی متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب میں لَا اَعْلَمُ فرمایا میں "نہیں جانتا" سائل نے طیش میں آکر کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ فقیہہ عراق ہوکر کہتے ہو کہ "میں نہیں جانتا۔"

آپ نے نہایت متانت سے فرمایا کہ میں ایسی بات کہنے سے کیوں شرم کروں گا جس بات کے کہنے سے فرشتے بھی نہیں شرمائے۔

کیا تمہیں معلوم نہیں؟ کہ جب باری تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ یعنی تم سب ان چیزوں کے نام بتاؤ؟ تو فرشتوں نے بھی تو یہی کہا تھا کہ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا یعنی ہم نہیں جانتے بجز ان چیزوں کے جن کا علم تو نے ہمیں دیا ہے۔ سائل آپ کے جواب سے شرمندہ ہوکر خاموش ہوگیا۔ (روح البیان ج۲ص۹۱)

نتیجہ: عالم کو چاہئے کہ اسے جس مسئلہ کا علم نہ ہو بلا جھجک اس کے بارے میں یہ کہہ

www.waseemziyai.com

دے کہ مجھے معلوم نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دیتا ہے اس پر زمین و آسمان کے تمام فرشتے لعنت کرتے ہیں اور سلف صالحین کا بھی یہی طریقہ ہے۔ چنانچہ ہثیم بن جمیل کا بیان ہے کہ میں امام مالک کی مجلس میں حاضر تھا۔ لوگوں نے آپ سے اس مجلس میں اڑتالیس مسائل دریافت کیے تو آپ نے بتیس سوالوں کے جواب میں یہی فرمایا کہ ''لَا اَعْلَمُ'' یعنی ''میں نہیں جانتا'' (مستطرف ص ۳۰) سبحان اللہ! سچ ہے۔

موجِ دریا سے یہ کہتا ہے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

بڑے بول کا انجام

حضرت قتادہ بن دعامہ رحمۃ اللہ علیہ مادر زاد نابینا تھے مگر آپ کا سینہ علوم اسلامیہ کا خزینہ تھا۔ نہایت ہی بلند پایہ عالم اور جامع العلوم علامہ تھے بالخصوص علم حدیث اور تفسیر میں تو اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ کوفہ تشریف لائے تو ان کی زیارت کے لیے عوام و خواص کا اژدہام عظیم جمع ہو گیا۔ آپ نے اس عظیم الشان مجمع کو خطاب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

''سَلُوْا عَمَّا شِئْتُمْ'' (یعنی) مجھ سے جو چاہو پوچھ لو''

حاضرین پر آپ کی علمی جلالت کا ایسا سکہ بیٹھا ہوا تھا اور لوگ آپ کی عظمت سے اس قدر مرعوب تھے کہ سب دم بخود ساکت و خاموش بیٹھے رہے۔ مگر جب آپ نے بار بار پکارا تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جو ابھی کمسن تھے خود تو کمال ادب سے کچھ عرض نہ کر سکے مگر لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ ان سے یہ پوچھئے کہ ''وادی نمل میں جس چیونٹی کی تقریر سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرا کر ہنس پڑے تھے' وہ چیونٹی نر تھی یا مادہ؟''

چنانچہ جب لوگوں نے یہ سوال کیا تو حضرت قتادہ ایسے سٹ پٹائے کہ بالکل لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے۔ پھر لوگوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ چیونٹی مادہ تھی۔ حضرت قتادہ نے فرمایا: اس کا ثبوت؟ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس چیونٹی کے

www.waseemziyai.com

لیے" وَقَالَتْ نَمْلَةٌ" مؤنث کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے۔ اگر یہ چیونٹی نر ہوتی تو وَقَالَ نَمْلَةٌ مذکر کا صیغہ ذکر کیا گیا ہوتا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس دلیل کو تسلیم کر لیا اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دانائی اور قرآن فہمی پر حیران رہ گئے اور اپنے "بڑے بول" پر نادم ہوئے۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۳۳)

نتیجہ: دولت علم ہو یا زر و جواہر کی دولت غرض کسی کمال نعمت پر دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھ کر بڑا بول ہرگز کبھی نہیں بولنا چاہئے بلکہ خداوند قدوس کے فرمان پر ایمان رکھنا چاہئے کہ "وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (یعنی ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے)

اور فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یعنی خداوند عالم نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اس کو نظر میں رکھ کر یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ خداوند عالم نے مجھ سے کہیں زیادہ بڑے بڑے باکمالوں کو پیدا فرمایا۔ بڑے بول کا انجام ذلت و ندامت کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

حباب بحر کو دیکھو کہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

قرآن اور علم طب

خلیفہ بغداد ہارون رشید کے درباری حکیموں میں ایک نصرانی طبیب بھی تھا جو بادشاہ کا بہت ہی معتمد اور منہ چڑھا تھا۔ ایک دن اس نے برسر دربار ایک جید عالم علی بن حسین بن واقد سے یہ کہا کہ تمہاری کتاب قرآن شریف میں علم طب کا کہیں کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ تمام علوم میں سب سے زیادہ ممتاز اور بلند مرتبہ دو ہی علم ہیں۔ ایک ہے "علم الادیان" دوسرے "علم الابدان" علی بن حسین نے اس کے جواب میں برجستہ فرمایا کہ تمہیں کیا خبر؟ کہ پورا علم طب خداوند قدوس نے قرآن مجید کی صرف آدھی آیت میں جمع فرما دیا ہے۔ نصرانی طبیب نے حیران ہو کر پوچھا کہ بتایئے وہ کون سی آیت ہے؟ علی بن حسین نے فرمایا کہ "كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا" یعنی کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو۔ یہ سن کر

www.waseemziyai.com

www.waseemziyai.com

نصرانی طبیب ہکا بکا رہ گیا۔ پھر کہنے لگا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ پیغمبر اسلام نے بھی اصول طب کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا ہے؟ علی بن حسین نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر اسلام نے تو بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے مگر تم اس وقت صرف ایک حدیث سن لو ''اَلْمِعْدَةُ بَيْتُ الدَّاءِ وَالْحِمْيَةُ رَاْسُ كُلِّ دَوَاءٍ وَعَوِّ دُوْا كُلَّ جِسْمٍ مَا اَعْتَادَ'' یعنی معدہ تمام امراض کی کوٹھڑی ہے اور پرہیز تمام دواؤں کا سردار ہے اور ہر جسم سے وہی کام لو جس کا وہ عادی ہے۔ یہ سن کر نصرانی طبیب فرط حیرت سے علی بن حسین کا منہ تکنے لگا اور یہ کہا کہ ''مَا تَرَكَ كِتَابُكُمْ وَلَا نَبِيُّكُمْ لِجَالِيْنُوْسَ طِبًّا'' یعنی تمہاری کتاب اور تمہارے نبی نے تو ''جالینوس'' کے لیے کوئی طب چھوڑی ہی نہیں۔ (روح البیان ج ۳ ص ۱۵۵)

نتیجہ: قرآن مجید تمام علوم کا جامع ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ

جَمِيْعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْاٰنِ لٰكِنْ
تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

یعنی قرآن مجید میں تمام علوم موجود ہیں یہ اور بات ہے کہ ان کے سمجھنے سے لوگوں کی عقلیں قاصر ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ جب بھی کفار نے اس قسم کے سوالات کیے تو اللہ تعالیٰ علماء حق کو قرآن مجید سے ایسے جوابات کا الہام فرماتا ہے کہ قرآن کا بول بولا اور کفار کا منہ کالا ہو جاتا ہے۔

ہاتھ گراں اور ارزاں کیوں؟

قاضی عبدالوہاب بغدادی بہت ہی ذہین اور حاضر جواب علماء کبار میں سے تھے۔ ایک مرتبہ کسی یہودی نے آپ کے سامنے دینِ اسلام کے قانون پر اعتراض کرتے ہوئے نہایت طنز کے ساتھ یہ شعر پڑھا۔

يَدٌ بِخَمْسِ مِئِيْنَ عَسْجَدٍ وُّدِيَتْ
مَا بَالُهَا قُطِعَتْ بِرُبْعِ دِيْنَارٍ

یعنی اگر کوئی کسی کا ہاتھ کاٹ لے تو اس کی دیت (عضو کا بدلہ) پانچ سو اشرفیاں دینی پڑتی ہیں لیکن اگر یہی شخص چوری کرے تو صرف ایک چوتھائی دینار کی چوری پر اس کا ہاتھ کاٹ لیا جاتا ہے تو کیا معاملہ ہے؟ کہ قانون اسلام میں یہی ہاتھ کبھی اتنا مہنگا سمجھا گیا کہ پانچ سو اشرفی اس کی قیمت ٹھہری اور کبھی اتنا سستا ہو گیا کہ صرف ایک چوتھائی دینار اس کی قیمت رہ گئی۔ یہودی کا یہ طنزیہ شعر سنتے ہی قاضی عبدالوہاب نے جواب میں فی البدیہہ یہ شعر پڑھ دیا کہ

عِـزُّ الْاَ مَـانَـةِ اَغْلاَهَـا وَ اَرْخَـصَـهَـا
ذُلُّ الْـخِـيَـانَـةِ فَـافْـهَـمْ حِكْمَةَ الْبَـارِي

یعنی ہاتھ جب تک امانت دار تھا عزت امانت نے اس کو بیش قیمت بنا رکھا تھا لیکن جب چوری کر کے یہ ہاتھ خائن بن گیا تو خیانت کی ذلت نے اس کی اس قدر و قیمت گھٹا دی کہ صرف چوتھائی دینار اس کی قیمت رہ گئی۔ یہ ہاتھ کبھی اتنا گراں اور کبھی اتنا ارزاں کیوں ہو جاتا ہے؟ اس میں باری تعالیٰ کی یہی حکمت ہے۔ اس کو خوب ذہن نشین کر لیں۔

(صاوی ج ۲ ص ۲۸۳)

نتیجہ: مومن کو یہ ایمان رکھنا چاہئے کہ شریعت کے ہر حکم میں باری تعالیٰ کی عقل کے خزانے بھرے ہوئے ہیں مگر ہمارے فہم ناقص اور عقل کی کوتاہی کا قصور ہے کہ ہم ان حکمتوں کو سمجھ نہیں سکتے۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے خاص بندوں کو مطلع فرما دیتا ہے پھر وہ خوش نصیب بندے ایقان و ایمان کی اتنی بلند منزل پر فائز ہو جاتے ہیں کہ ملکوت عالیہ کے فرشتے بھی ان کی رفعتِ درجات کے شیدائی اور ان کے مراتبِ علیا کے تمنائی بن جاتے ہیں کیوں نہ ہو؟

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پر ''روح الامیں'' پیدا

www.waseemziyai.com

نصرانی طبیب کا اسلام

ہارون رشید کا خصوصی ڈاکٹر ایک نصرانی طبیب تھا جو بہت ہی عقلمند اور خوبصورت آدمی تھا اور بادشاہ اس کے کمال سیرت و جمال صورت پر دل سے فریفتہ تھا۔ ایک دن ہارون رشید نے اس سے کہا کہ کاش تم مسلمان ہو جاتے تو میں تم کو اپنے دربار کا سب سے بڑا اعزاز عطا کرتا۔ طبیب نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین آپ کے قرآن کی ایک آیت مجھے اسلام قبول کرنے سے منع کرتی ہے۔ ورنہ میں ضرور مسلمان ہو جاتا۔

ہارون رشید نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ طبیب نے کہا کَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰی مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ (۴:۱۷۱) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ ہیں جس کو اللہ نے بی بی مریم کی طرف ڈال دیا اور وہ اللہ کی روح ہیں۔ دیکھئے اس آیت میں "روح منه" کا لفظ آیا ہے اور یہ مِنْ تبعیض کے لیے ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کا جزو اور اس کا ایک ٹکڑا ہیں۔ طبیب کی یہ تقریر سن کر ہارون الرشید کو بڑا رنج و صدمہ ہوا اور اس نے اپنے دربار کے تمام علماء کو طلب کیا تا کہ طبیب کے اس شبہ کا ازالہ کریں مگر درباری علماء اس شبہ کا جواب دینے سے قاصر رہے اور ہارون رشید رنج و قلق سے بے قرار ہو گیا۔ اتنے میں پتا چلا کہ مفسر علی بن الحسین مروزی حج سے واپس ہوتے ہوئے بغداد میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ہارون رشید نے فوراً ہی انہیں بھی دربار میں بلایا وہ بھی ناگہاں یہ سوال سن کر چکرا گئے اور فوراً جواب نہ دے سکے مگر انہوں نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ یہ خبیث نصرانی آپ کے دربار میں مجھ سے یہ سوال کرے گا لہٰذا میرا ایمان ہے کہ ضرور اس نے اپنی مقدس کتاب میں اس شبہ کا جواب دیا ہوگا جو اس وقت میرے خیال میں نہیں آ رہا ہے مگر میں ان شاء اللہ تعالیٰ جب تک اس کا جواب قرآن ہی سے نہ دوں گا خدا کی قسم میرے لیے کچھ کھانا پینا حرام ہے۔ یہ کہہ کر وہ ایک اندھیری کوٹھری میں داخل ہو گئے دروازہ بند کر کے قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ سورۃ "جاثیہ" کی آیت سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

جَمِیۡعًا مِّنۡهُ" (۱۳:۴۵) زبان پر آئی تو مارے خوشی کے اچھل پڑے اور فوراً دروازہ کھول کر باہر نکلے اور دربار میں جا کر ہارون رشید کے سامنے نصرانی طبیب کو یہ آیت پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ دیکھ لے یہاں بھی رُوۡحٌ مِّنۡهُ کی طرح جَمِیۡعًا مِّنۡهُ آیا ہے تو اگر اس مِنْ کو تبعیض کے لیے مانا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ زمین و آسمان بھی خدا کے جزو قرار پائیں لہٰذا تم خوب سمجھ لو کہ رُوۡحٌ مِّنۡهُ میں مِنْ تبعیض کے لیے نہیں ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز ہرگز خدا کے جزو نہیں ہیں بلکہ وہ زمین و آسمان کی طرح خدا کی مخلوق ہیں۔ علی بن الحسین کی یہ نورانی تقریر سن کر نصرانی طبیب کا سینہ کھل گیا اور اس کا شبہ بالکل رفع ہو گیا اور وہ اسی مجلس میں کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ ہارون رشید کو اس قدر خوشی ہوئی کہ اس نے علی بن الحسین مروزی کو بڑے گرانقدر انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔

علی بن الحسین مروزی نے اپنے وطن پہنچ کر نہایت عرق ریزی اور محنت کے ساتھ اس موضوع پر "النظائر فی القرآن" ایک ایسی کتاب تصنیف کر دی کہ تمام روئے زمین میں اس کی مثال نہیں اس کتاب میں اس فاضل جلیل نے مخالفین اسلام کی طرف سے اس قسم کے پیش ہونے والے تمام شبہات کا قلع قمع کر دیا اور کسی کی مجال نہیں کہ قیامت تک قرآن کریم پر کوئی اس قسم کا اعتراض کر سکے۔ (روح البیان ج۲ ص ۳۲۸)

نتیجہ: علمائے سلف نے مخالفین اسلام کے اعتراضوں کو دفع کرنے اور اسلام کے دامن عصمت کو شبہات کے گردوغبار سے پاک وصاف رکھنے کے لیے کیسی کیسی جدوجہد کی ہے اور اپنی زبان و قلم کی تلواروں سے کیسے کیسے مجاہدانہ کارنامے انجام دے کر حق و باطل کے اس معرکہ میں فتح مبین حاصل کی ہے۔ کاش زمانہ حال کے علماء اس سے سبق حاصل کرتے اور ان مقدس روحوں کی خدمات جلیلہ کی قدر کر کے ان کے انمول شاہکاروں کو زندہ رکھتے مگر افسوس کہ آج کل کے سیاسی مولویوں کا تو یہ حال ہے کہ

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

www.waseemziyai.com

دنیا قید خانہ ہے

قاضی سہل محدّث رحمۃ اللہ علیہ ایک دن بڑے تزک و احتشام کے ساتھ گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے ناگہاں ایک حمام سلگانے والا یہودی دھوئیں اور غبار کی کثافت سے میلا کچیلا حضرت سہل کے سامنے آ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ قاضی صاحب! آپ کے پیغمبر نے فرمایا کہ ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے'' مجھے اس کا مطلب سمجھا دیجئے کہ آپ مومن ہو کر اس عیش و آرام اور کروفر کے ساتھ رہتے ہیں اور میں کافر ہو کر اتنا خستہ حال اور آلام و مصائب میں گرفتار ہوں۔ میں یہ کس طرح تسلیم کر لوں؟ کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔ قاضی سہل نے برجستہ یہ جواب دیا کہ جب تو قیامت کے دن دوزخ میں چلا جائے گا تو اس عذاب جحیم کے لحاظ سے تیری یہ دنیا تیرے لیے جنت معلوم ہوگی اور میں جب جنت کی بے شمار نعمتوں سے نوازا جاؤں گا تو میری یہی دنیا جنت کی عظیم نعمتوں کے مقابلے میں میرے لیے قید خانہ محسوس ہونے لگے گی۔ (روح البیان ج ۲ ص ۲۰۴)

نتیجہ: یہ ایک بہت ہی حکیمانہ فلسفہ ہے کہ ہر آرام اپنے سے بڑے آرام کے مقابلہ میں تکلیف نظر آتا ہے اور ہر تکلیف اپنے سے بڑی تکلیف کے اعتبار سے آرام دہ محسوس ہونے لگتی ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ تم اپنے سے گرے ہوئے لوگوں کے حال پر نظر رکھو تو تم شکر گزار بنے رہو گے۔ ظاہر ہے کہ جب کانا اندھے کو دیکھے گا تو اس کے مقابلہ میں اپنے کو بہتر سمجھ کر خدا کا شکر ادا کرے گا کہ الحمد للہ! میری ایک آنکھ تو سلامت ہے۔ اندھے کی تو دونوں آنکھیں غائب ہیں اور کانا جب دو آنکھوں والے کو دیکھے گا تو ضرور اس کے دل میں چوٹ لگے گی کہ افسوس میری ایک آنکھ نہیں ہے اور اس کی دونوں آنکھیں سلامت ہیں۔ اس طرح وہ ناشکری کا مرتکب ہو جائے گا۔

غلامانِ اسلام

امام محمد بن مسلم (متوفی ۱۲۴ھ) جو عام طور پر ''ابن شہاب'' اور ''امام زہری'' کے

www.waseemziyai.com

لقب سے مشہور ہیں۔ دور تابعین کے انتہائی جلیل القدر اور عظیم المرتبت محدث ہیں اور امام مالک اور قتادہ جیسے ائمہ فقہ و حدیث کے استاذ ہیں۔ یہ اپنی علمی جلالت کے ساتھ ساتھ حق گوئی میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ ایک مرتبہ خلیفہ دمشق عبدالملک بن مروان نے ان کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ عبدالملک خود بھی بہت زیادہ صاحب علم تھا لیکن نہایت ہی متعصب عرب تھا اور عجمی غلاموں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا کرتا تھا۔ دربار میں عبدالملک اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان جو مکالمہ ہوا اسے سنئے اور عبرت سے سر دھنئے۔

عبدالملک: کیوں امام زہری! کہئے اس وقت آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟

امام زہری: مکہ مکرمہ سے۔

عبدالملک: آج کل اہل مکہ کا پیشوا کون ہے؟

امام زہری: عطاء بن رباح محدث۔

عبدالملک: یہ عربی ہیں یا عجمی؟

امام زہری: یہ ایک عجمی غلام ہیں جنہیں کسی عرب نے خرید کر آزاد کر دیا ہے۔

عبدالملک: تو پھر مکہ کے اشراف عرب نے انہیں اپنا سردار کیسے بنالیا؟

امام زہری: اس لیے کہ یہ دینداری اور روایت حدیث میں تمام اہل مکہ سے بڑھ کر ہیں۔

عبدالملک: بجا ہے، واقعی اہل دیانت و روایت اسی قابل ہیں کہ انہیں سردار بنایا جائے۔ اچھا یمن کا مذہبی پیشوا کون ہے؟

امام زہری: طاؤس بن کیسان محدث!

عبدالملک: یہ کون ہیں؟ عرب ہیں یا عجمی غلام؟

امام زہری: یہ بھی عجمی غلام ہیں۔

عبدالملک: ان کی سرداری کا راز کیا ہے؟

امام زہری: وہی دینداری اور روایت کا کمال جس نے عطاء بن رباح کو مکہ مکرمہ کا سردار بنا دیا۔

عبدالملک: واقعی ایسے لوگوں کو سردار قوم ہی ہونا چاہئے۔ اچھا مصر کا حال کہئے وہاں کس کے

www.waseemziyai.com

سر، سرداری کا سہرا ہے؟

امام زہری: یزید بن حبیب محدّث!

عبدالملک: ان کو مصریوں نے کس بناء پر اپنا سردار بنالیا؟

امام زہری: جس بنا پر اہل مکہ نے عطاء بن رباح کو اور اہل یمن نے طاؤس کو اپنا امام بنا لیا۔

عبدالملک: اچھا اہل شام کا امام کون ہے؟

امام زہری: مکحول محدّث!

عبدالملک: یہ کون ہیں؟

امام زہری: یہ ایک عجمی ہیں جن کو قبیلہ ہذیل کی ایک عورت نے آزاد کر دیا تھا۔

عبدالملک: اچھا' اہل جزیرہ کا مقتدی کون ہے؟

امام زہری: میمون بن مہران محدّث۔

عبدالملک: ان کا حال بتائیے؟

امام زہری: جی! یہ بھی غلام ہی ہیں۔

عبدالملک: ارے امام زہری! یہ تو بتاؤ کہ اس وقت حرم محترم مدینہ منورہ کی سرداری کا تاج کس کے سر پر ہے؟ غالباً یہاں کا پیشوا تو ضرور عرب ہی ہوگا؟

امام زہری: جی نہیں۔ مدینہ منورہ کے پیشوا بھی غلام ہی ہیں جن کا نام ضحاک بن مزاحم ہے!

عبدالملک: اچھا بصرہ کا کیا حال ہے؟ کیا وہاں کسی عرب کو مذہبی قیادت کا شرف حاصل ہے؟

امام زہری: بصرہ کے پیشوا تو خواجہ حسن بصری ہیں جو غلام خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

عبدالملک: ہائے افسوس اللہ! کوفہ کا حال بتائیے؟ وہ لوگ کس کی امامت کا دم بھرتے ہیں؟

امام زہری: کوفہ میں تو ابراہیم نخعی امامت قوم کے تاجدار ہیں۔

عبدالملک: ان کا حسب نسب بتائیے؟

امام زہری: یہ عرب ہیں!

www.waseemziyai.com

عبدالملک: امام زہری خدا کی قسم! تم نے میرے دل کے بند دریچوں کو کھول دیا۔
واللہ! مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ مستقبل میں یہی عجمی غلام امام و مقتدی بن کر منبر پر خطبہ پڑھیں گے اور اشراف عرب منبروں کے نیچے بیٹھے ہوں گے۔ ہائے افسوس! یہ کتنا بڑا انقلاب ہوگا۔

امام زہری: امیر المؤمنین! اس میں تعجب یا افسوس کی کون سی بات ہے؟ ''تعلیم اسلام'' خدا کا دین ہے جو علم دین حاصل کرکے اسلام کی خدمت و حفاظت کرے گا۔ وہ یقیناً بلند مرتبہ ہو کر سرداری کا تاج پہنے گا اور جو اس کو ضائع کردے گا وہ بلاشبہ ذلت و پستی کے عمیق غار میں گر کر ذلیل و خوار ہو جائے گا! (روح البیان ج ۲ ص ۳۲۱)

نتیجہ: علماء حق کو ہر ایک کے سامنے کلمہ حق کہہ دینے میں ہرگز کوئی خوف و ہراس نہیں رکھنا چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ظالم بادشاہ کے منہ پر حق بات کہہ دینا ایک افضل قسم کا جہاد ہے۔ اسی لیے علماء سلف کا یہی طریقہ رہا کہ وہ پھولوں کے ہار کے نیچے ہوں یا تلوار کی دھار کے نیچے ہر حال میں وہ کلمۃ الحق کہتے رہے کیوں؟ اس لیے کہ

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ابو حازم کی حق گوئی

سلیمان بن عبدالملک جو بنی امیہ کا بادشاہ تھا۔ ایک مرتبہ شیخ الحدیث ابو حازم سے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم لوگ دنیا کو پسند اور آخرت کو ناپسند کرتے ہیں؟ آپ نے برجستہ جواب دیا کہ تم لوگوں نے دنیا کو آباد کیا اور آخرت کو برباد کیا۔ اس لیے تم لوگ آبادی سے ویرانے کی طرف منتقل ہونے سے گھبراتے ہو۔ پھر سلیمان نے پوچھا کاش ہم کو معلوم ہو جاتا کہ آخرت میں ہمارا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ سلیمان نے کہا کہ کون سی آیت پڑھوں؟ آپ نے فرمایا کہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ یعنی نیکوکار یقیناً جنت میں اور بدکار یقیناً جہنم میں ہوں

www.waseemziyai.com

گے۔ پھر سلیمان نے یہ دریافت کیا کہ دربار الٰہی میں بندوں کی حاضری کا کیا منظر ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ نیکو کار کا تو یہ حال ہوگا کہ جیسے برسوں کا بچھڑا ہوا مسافر خوشی خوشی اپنے اہل وعیال میں آتا ہے اور بدکار کا یہ حال ہوگا کہ جیسے بھاگا ہوا غلام گرفتار کر کے آقا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

شیخ ابوحازم کی یہ حق گوئی تاثیر کا تیر بن کر سلیمان کے قلب میں پیوستہ ہوگئی اور وہ چیخ مار کر رونے لگا۔ (روح البیان ج ۲ ص ۲۵۳)

نتیجہ: ایک عالم ربانی کے اخلاص میں ڈوبے ہوئے کلمات کی تاثیر کا یہ عالم ہوتا ہے کہ پتھر سے سخت دل بھی موم سے زیادہ نرم ہو جاتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ''از دل خیزد بردل ریزد'' یعنی

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

جرأت رندانہ

خلیفہ بغداد ''مامون رشید'' کو کچھ تو ''خاندان برامکہ'' کی صحبت اور کچھ ''فضل بن سہل'' شیعہ وزیر کے اثرات نے شیعہ مذہب کی طرف مائل کر دیا تھا چنانچہ اچانک اس نے ایک دن فرمان شاہی کے ذریعے یہ اعلان کرا دیا کہ ''متعہ حلال ہے'' کی وحشت انگیز منادی نے تمام شہر کے سکون کو درہم برہم کر دیا اور علمائے حق انتہائی برافروختہ ہو گئے لیکن ایک جابر حکومت کی آواز کو کون دبا سکتا تھا؟ یہ ایک بڑا کٹھن سوال تھا۔ اس پر خطر موقع پر قاضی یحیٰی بن اکثم نے جس جرأت رندانہ کا مظاہرہ کیا۔ وہ علمائے حق کی تاریخ میں ایک عظیم شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے جس کے نقش و نگار کو قیامت تک گردش لیل ونہار بھی نہیں مٹا سکتی۔ آپ ایک دم دندناتے ہوئے دربار شاہی میں پہنچ گئے اور نہایت مغموم چہرہ بنائے ہوئے مامون رشید کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ امیر المومنین! بڑا غضب ہو گیا کہ اسلام میں ایک نیا رخنہ پڑ گیا!

www.waseemziyai.com

مامون رشید: وہ کیا؟ خیر تو ہے؟

قاضی یحییٰ: زنا حلال کر دیا گیا۔

مامون رشید: یہ کس طرح؟

قاضی یحییٰ: متعہ زنا ہی تو ہے!

مامون رشید: یہ کس دلیل سے ہے؟

قاضی یحییٰ: کیا جس عورت سے متعہ کیا جائے وہ باندی ہے؟

مامون رشید: جی نہیں۔

قاضی یحییٰ: پھر کیا وہ بیوی ہے؟ کیا اس کو میراث مل سکتی ہے؟

مامون رشید: نہیں، وہ بیوی تو نہیں ہے اور اس کو میراث بھی نہیں مل سکتی۔

قاضی یحییٰ: تو اے امیر المومنین! قرآن نے دو ہی عورتوں کو حلال کیا ہے۔

اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (۶:۲۳)

''بیوی'' اور ''باندی'' پھر یہ تیسری عورت کہاں سے حلال ہو گئی؟ جو آپ نے متعہ حلال ہونے کی منادی کرادی۔

قاضی یحییٰ کا قرآن سے منطقی استدلال سن کر مامون رشید کے ہوش اڑ گئے اور اس نے جواب سے عاجز ہو کر اپنی خودرائی پر کف افسوس ملتے ہوئے یہ حکم دے دیا کہ تمام حدود سلطنت میں فرمان شاہی کے ذریعے اعلان عام کرا دیا جائے کہ ''متعہ'' یقیناً ''زنا'' ہے اور قطعاً حرام ہے۔ (ابن خلکان تذکرہ قاضی یحییٰ)

نتیجہ: کتنا ہی پرخطر اور نازک تر موقع کیوں نہ ہو لیکن جب ایک عالم ربانی حق کی نصرت وحمایت کے لیے ڈٹ کر کھڑا ہو جاتا ہے تو آسمان سے اس کے لیے نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ کا سامان اتر پڑتا ہے۔ سچ ہے:

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لَاتَخَفْ

www.waseemziyai.com

خدا مکان سے پاک ہے

''امام الحرمین'' کسی امیر کی دعوت میں تشریف لے گئے تو وہاں بڑے بڑے اکابر علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ناگہاں ایک شخص نے آپ سے یہ سوال کیا کہ خداوند تعالیٰ مکان سے پاک ہے اس کی کیا دلیل ہے؟ قرآن میں تو اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی وارد ہوا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''عرش'' خدا کا مکان ہے ''امام الحرمین'' نے فرمایا کہ خدا کے لیے کوئی مکان نہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب دریا کی گہرائی میں ایک مچھلی نگل گئی تو آپ نے مچھلی کے پیٹ میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کہا اور خدا کو حاضر کی ضمیر ''اَنْتَ'' سے پکارا اور عرض کیا کہ ''اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے۔ بے شک میں حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا'' اور ہمارے حضور نبی اکرم ﷺ جب شب معراج میں عرش مجید کی بلندی پر تشریف لے گئے تو آپ نے بھی لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ کہہ کر خدا کو ضمیر حاضر ''اَنْتَ'' سے پکارا اور عرض کیا کہ ''اے اللہ! میں تیری تعریف کی طاقت نہیں رکھتا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر خدا کا کوئی خاص مکان ہوتا تو حضور ﷺ کا عرش پر اور حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں دونوں جگہ خداوند تعالیٰ کو ''اَنْتَ'' (تو) کہہ کر پکارنا صحیح نہیں ہوتا لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص مکان نہیں ہے بلکہ عرش و فرش مکان و لامکاں بلکہ کائنات عالم کے ذرے ذرے میں اس کی ذات کی تجلی ہر جگہ یکساں ہیں۔ (روح البیان ج ۱ ص ۲۱۱)

نتیجہ: اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ خداوند قدوس مکان، زمان، جہت وغیرہ تمام جسمانی لوازم سے پاک ہے اور کائنات عالم کی ہر شے میں اس کی ذات پاک کے جلووں کی تجلیاں موجود ہیں۔ حضرت آسی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

بے حجابی یہ کہ ہر ذرے میں جلوہ آشکار
اس پہ یہ گھونگھٹ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

www.waseemziyai.com

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ایک مناظرہ

ایک مرتبہ ''قرأت خلف الامام'' یعنی نماز میں امام کے پیچھے قرأت پڑھنے کے مسئلے میں مناظرہ کرنے کے لیے ''محدثین'' کا ایک گروہ حضرت امام ابوحنیفہ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ پوری جماعت سے بیک وقت مناظرہ غیر ممکن ہے لہٰذا آپ لوگ اپنی جماعت میں سے کسی ایک ایسے شخص کو منتخب کر دیں جو آپ لوگوں میں سے زیادہ صاحب علم ہو تا کہ میں اس سے مناظرہ کروں چنانچہ ان لوگوں نے ایک شخص کو منتخب کر کے مناظرہ کے لیے پیش کر دیا۔ حضرت امام نے فرمایا کہ کیا یہ شخص جو کچھ کہے گا وہ آپ سب لوگوں کا کہا ہوا مانا جائے گا؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں۔ پھر حضرت امام نے فرمایا کہ اس کی ہار جیت آپ سب لوگوں کی ہار جیت شمار کی جائے گی؟ لوگوں نے جواب دیا کہ جی ہاں۔

حضرت امام نے فرمایا کہ یہ کیوں کر؟ لوگوں نے کہا کہ اس لیے کہ ہم نے اس شخص کو اپنا امام منتخب کر لیا ہے لہٰذا اس کا کہا ہوا ہمارا کہا ہوا' اس کی ہار جیت ہماری ہار جیت ہوگی۔ حضرت امام نے فرمایا کہ بس مناظرہ ختم ہو گیا۔ یہی تو میں بھی کہتا ہوں کہ ہم نے نماز میں جب ایک شخص کو اپنا امام بنا دیا تو اس کی قرأت ہماری قرأت ہوگی۔ لہٰذا مقتدیوں کو امام کے پیچھے قرأت کی ضرورت نہیں۔ محدثین حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اس طرز استدلال سے حیران ہو کر لاجواب ہو گئے۔ (روح البیان ج ۳ ص ۳۰۳)

نتیجہ: حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دولت علم و عمل کے ساتھ ذہانت و دانائی اور عقل کا کمال بھی بے مثال عطا فرمایا تھا چنانچہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ اگر وہ اس پتھر کے ستون کو سونا ثابت کرنے کے لیے دلائل پر اتر آتے تو وہ اپنی دلیلوں سے اس کو سونا ثابت کر دیتے۔

حاسد کا انجام

خلیفہ بغداد ''ابوجعفر منصور عباسی'' حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا انتہائی معتقد تھا اور آپ کو سلطنت بھر کے علماء پر فضیلت دیتا تھا۔ امام ممدوح کا اعزاز دیکھ کر محمد بن اسحاق

www.waseemziyai.com

(صاحب المغازی) کو حسد ہونے لگا چنانچہ ایک دن انہوں نے دربار شاہی میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا کہ ''تجھ پر تین طلاق'' پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر کہا کہ ان شاء اللہ تو کیا اس عورت پر طلاق پڑ جائے گی؟

حضرت امام نے فرمایا کہ ہاں ضرور طلاق پڑ جائے گی۔ اس لیے کہ اس نے انشاء اللہ کو اپنے طلاق والے جملے سے الگ کر دیا اس لیے یہ استثناء مفید نہیں ہوگا۔ یہ سن کر محمد بن اسحق نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! ذرا امام ابوحنیفہ کی جرأت دیکھئے کہ آپ کے دربار میں آپ کے سامنے آپ کے جدامجد حضرت عبداللہ بن عباس کے مسلک کی مخالفت کر رہے ہیں۔ آپ کے جدامجد کا یہ قول ہے کہ ان شاء اللہ اگر کلام سے الگ کر کے کہا جائے جب بھی یہ استثناء مفید ہوتا ہے۔ یہ سنتے ہی ابوجعفر منصور مارے غصے کے آگ بگولہ ہو گیا اور کہا کہ جی کیوں؟ ابوحنیفہ! تمہاری یہ جرأت ہے کہ تم میرے دربار میں میرے جد کریم کے قول کی مخالفت کرتے ہو؟ حضرت امام نے بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ امیر المؤمنین! حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کا مطلب کچھ اور ہے اور محمد بن اسحاق کا منشاء کچھ اور ہے۔ محمد بن اسحاق یہ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی بیعت کر کے باہر نکلیں اور ان شاء اللہ کہہ دیں تو آپ کی بیعت ختم ہو جائے۔ یہ سنتے ہی ابوجعفر منصور مارے غصہ کے سرخ ہو گیا اور جلادوں کو حکم دے دیا کہ محمد بن اسحاق کے گلے میں ان کی چادر کا پھندا ڈال کر گھسیٹتے لے جاؤ اور ان کو قید کر دو۔ (روح البیان ج ۲ ص ۲۳۵)

نتیجہ: حسد کتنی بری بلا ہے کہ محمد بن اسحاق جیسی شخصیت جو فن مغازی کے امام کہلاتے ہیں اسی حسد کی نحوست سے دربار شاہی کی اعزازی کرسی سے جیل خانہ کی ذلت میں گرفتار ہو گئے۔ اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذہانت اور دانائی بروقت ان کا دفاع نہ کرتی تو محمد بن اسحاق نے تو امام ممدوح کے قتل ہی کا سامان کر دیا تھا مگر یہ مثل کتنی سچی ہے کہ ''چاہ کن را چاہ درپیش'' یعنی جو دوسروں کے گرنے کے لیے کنواں کھودتا ہے وہ خود ہی اس کنویں میں گر پڑتا ہے اسی لئے قرآن مجید میں مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ فرما کر حاسد سے خدا کی پناہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب

www.waseemziyai.com

www.waseemziyai.com

ارشاد فرمایا ہے۔

بمیرتا برہی اے حسود کیں رنجے است
کہ از مشقت اوجز بمرگ نتواں رست

یعنی اے حاسد تو مرجا۔اس لیے حسد ایک ایسا رنج ہے کہ بغیر مرے ہوئے تو اس سے چھٹکارا نہیں حاصل کرسکتا۔

عراق شہرِنفاق

حضرت امام ابوا عظم ابوحنیفہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک کی درسگاہ میں تشریف فرما ہوئے تو حضرت امام مالک نے آپ کو پہچانا نہیں اور دریافت فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ میرا وطن عراق (کوفہ) ہے۔ حضرت امام مالک نے فرمایا کہ وہی عراق جو شہرِنفاق ہے۔ حضرت امام اعظم نے یہ سن کر فرمایا کہ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کروں۔ حضرت امام مالک نے فرمایا ہاں ہاں! ضرور پڑھو۔ حضرت امام اعظم نے اس طرح تلاوت فرمائی:
وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ
حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر تڑپ اٹھے اور کہا کہ قرآن صحیح صحیح پڑھو! غلط کیوں پڑھتے ہو؟ حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ یہ آیت کس طور پر ہے تو حضرت امام مالک نے فرمایا
وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (۹:۱۰۱) حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ بے شک یہی صحیح ہے۔ الحمدللہ! آپ نے خود ہی فیصلہ فرما دیا کہ کون شہرِنفاق کا رہنے والا ہے؟ یہ سن کر حضرت امام مالک چونک پڑے اور جب لوگوں نے بتایا کہ یہ فقیہ عراق امام اعظم ابوحنیفہ ہیں تو امام مالک کو بڑی ندامت ہوئی اور انہوں نے آپ کا بے حد اعزاز و اکرام فرمایا۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۳)

نتیجہ: کسی نووارد شخص کے بارے میں بغیر پوری معلومات حاصل کیے ہوئے جلدی سے کوئی تبصرہ کر دینا بعض وقت بڑی ندامت کا باعث ہوتا ہے لہٰذا اس میں احتیاط سے کام

لینا چاہئے اور کسی نو وارد شخص کے بارے میں بغیر پوری تحقیقات کے جلدی میں کوئی رائے بھی قائم نہیں کر لینی چاہئے۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے بڑے پتے کی بات فرمائی ہے کہ

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی است
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد!

ہر جنگل کے بارے میں یہی گمان نہیں کر لینا چاہئے کہ یہ خالی ہے۔ ممکن ہے کہ اس میں کوئی چیتا سو رہا ہو۔ یعنی ہر فرسودہ حال کے بارے میں یہ گمان نہیں کر لینا چاہئے کہ یہ کمال سے خالی ہوگا۔ کبھی کبھی گدڑی میں ''لعل'' بھی ہوتا ہے۔

امام شعبی اور حجاج

حجاج بن یوسف ثقفی ظالم کی عادت تھی کہ وہ علماء کو دربار میں بلا کر سوالات کرتا اور علماء کے کسی جواب کو بہانہ بنا کر ان کو قتل کرا دیتا۔ چنانچہ ہزاروں علماء حق کو اس ظالم نے شہید کر دیا۔ جب عراق کا گورنر بن کر آیا تو اس نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو دربار میں طلب کیا۔ امام موصوف حجاج کے دربار میں ڈرتے ہوئے تشریف لے گئے اور دوسرے لوگوں کو بھی آپ کی جان کا خطرہ محسوس ہونے لگا مگر امام موصوف جب دربار میں پہنچے تو حجاج سے آپ کا حسب ذیل مکالمہ شروع ہوا۔

حجاج: کہئے! امام شعبی! علوم قرآن میں آپ کا مبلغ علم کہاں تک ہے؟

امام شعبی: اس علم میں تمام اکابر علماء عراق کا میں ''استاذ'' ہوں۔

حجاج: علم فرائض میں بھی آپ کی کچھ معلومات ہیں؟

امام شعبی: اس علم میں بھی مجھے پوری مہارت حاصل ہے۔

حجاج: کیا ''علم الانساب'' میں بھی آپ کو کچھ دخل ہے۔

امام شعبی: اس علم کا تو میں اتنا ماہر ہوں کہ اس فن میں میرا فیصلہ ''قول فیصل'' کی حیثیت رکھتا ہے۔

حجاج: اچھا یہ بتائیے کہ آپ کو شعر و شاعری سے بھی کچھ لگاؤ ہے؟
امام شعبی: میں شعراءِ عرب کا چلتا پھرتا دیوان ہوں جس شاعر کا کلام آپ چاہیں میں سنا سکتا ہوں اور ہر ایک کے کلام کا عیب و ہنر بھی بتا سکتا ہوں۔
امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے ان کمالاتِ علمی کو سن کر حجاج حیران رہ گیا اور اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے انعام و اکرام سے مالا مال کر کے آپ کو ''ہمدان'' کا حاکم مقرر کر دیا۔

(مستطرف ج ۱ ص ۲۱)

نتیجہ: جب مولیٰ تعالیٰ کا کسی بندے پر فضل ہوتا ہے تو اس کے لیے خطرات کی آگ کے شعلوں میں بھی سلامتی جان و مال کا گلشن و گلزار نمودار ہو جاتا ہے۔ امام شعبی اپنی زندگی سے ہاتھ دھو کر اور سر ہتھیلی پر رکھ کر گئے تھے مگر سلامتی جان و مال کے ساتھ اعزاز حکومت اور زر و جواہر کی دولت سے مالا مال ہو کر اپنے گھر آئے۔ کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

ہر فن مولیٰ

خلیفہ بغداد ''مہدی'' نے ایک مرتبہ اپنی سلطنت کے تمام باکمال ماہرین فنون کو جمع کیا اور ہر ایک کو دس دس ہزار درہم انعام تقسیم کرنے لگا چنانچہ سب سے پہلے دربار میں قاریوں کو بلایا گیا تو تمام قاریوں کے ساتھ ''عبداللہ بن مسلم ہزلی'' بھی حاضر ہوئے اور دس ہزار درہم لے کر دربار سے نکلے۔ پھر واعظین کو طلب کیا گیا تو عبداللہ بن مسلم ان لوگوں کے ساتھ دربار میں داخل ہوئے اور دس ہزار درہم انعام وصول کیا۔ پھر نشانہ باز تیر اندازوں کی طلبی ہوئی تو عبداللہ بن مسلم اس گروہ کے ساتھ بھی دربار میں گئے اور دس ہزار درہم لائے۔ پھر جب قوالوں اور ستار بجانے والوں کی دربار میں حاضری کی باری آئی تو عبداللہ بن مسلم اس پارٹی کے ساتھ بھی دربار میں جا کر دس ہزار درہم پا گئے۔ غرض ہر فن کے باکمالوں کے ساتھ دربار میں جاتے رہے اور انعام پاتے رہے کیونکہ یہ ہر فن میں

www.waseemziyai.com

باکمال ہونے کی حیثیت سے مشہور تھے۔

''خلیفہ مہدی'' عبداللہ بن مسلم کے اس کمال ہمہ دانی پر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے عبداللہ بن مسلم جیسا (ہرفن مولا) آج تک کسی کو نہیں دیکھا۔ (مستطرف ج ا ص ۲۱)

نتیجہ: علمائے سلف میں ایسی بہت سی مثالیں ملیں گی کہ وہ چند علوم وفنون کے ماہر ہوتے تھے۔ اس سے علماء متقدمین کی جامعیت اور علوم وفنون کی تحصیل میں ان کی رغبت اور بے پناہ محبت کا اندازہ ہوتا ہے جو دور حاضر کے علماء وطلبہ کے لیے تازیانہ عبرت ہے۔

افسوس، صد ہزار افسوس!

مسلمانو! کبھی ہنگامہ آرائے جہاں تم تھے
فروغ بزم ہستی، رونق کون و مکاں تم تھے
جنہیں تھمنا نہ آتا تھا جہاد زندگانی میں
وہ سرگرم سفر' وہ جادہ پیماں کارواں تم تھے
مگر اب آہ! ہو محروم ذوق زندگی ایسے
یقیں آتا نہیں پہلے کبھی ارباب جاں تم تھے

علم کا شوق

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے خبر دی کہ آپ کا بچہ انتقال کر گیا ہے۔ اس وقت آپ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ میں سبق پڑھ رہے تھے۔ یہ خیال کر کے کہ اگر میں بچے کی تجہیز وتکفین کے لیے چلا گیا تو میرا یہ سبق چھوٹ جائے گا آپ نے ایک دوسرے شخص کو بچے کے کفن ودفن کا انتظام سونپ دیا اور خود درسگاہ سے اٹھے نہیں اور ایک سبق کا بھی ناغہ نہیں کیا۔ (مستطرف ج ا ص ۲۱)

ہاتھی نہیں دیکھا

امام یحییٰ بھی یحییٰ (ناقل موطا شریف) ایک دن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں حاضر تھے کہ ایک دم یہ شور مچ گیا کہ ''ہاتھی آیا''! ''ہاتھی آیا'' غوغا سنتے ہی درس گاہ سے

www.waseemziyai.com

تمام طلبہ درس چھوڑ کر ہاتھی دیکھنے کے لیے دوڑ پڑے مگر امام یحییٰ اسی سکون و اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوئے اپنا سبق لکھتے رہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یحییٰ! تمہارے ملک ''اندلس'' میں ہاتھی نہیں ہوتا تم بھی جا کر دیکھ آؤ۔ امام یحییٰ نے عرض کیا کہ حضرت! میں اندلس سے آپ کو دیکھنے اور علم حاصل کرنے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ ہاتھی دیکھنے کے لیے میں نے اپنا وطن نہیں چھوڑا ہے۔ (ابن خلکان ج ۲ ص ۲۱۶)

کتابیں سوکنوں سے بڑھ کر

مشہور محدّث امام محمد بن مسلم جو عام طور پر ''ابن شہاب زہری'' کہلاتے تھے۔ ان کی کتب بینی کا یہ عالم تھا کہ یہ کتابوں کے انبار میں بیٹھ کر اس طرح مطالعہ میں مصروف ہو جاتے تھے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی تھی اور ساری رات مطالعہ میں بسر ہو جاتی تھی۔ ان کی بیوی صاحبہ ہر رات بناؤ سنگار کر کے انتظار میں بیٹھی رہتی تھی کہ میری طرف متوجہ ہوں گے۔ مگر یہاں تو علمی انہماک اور ذوق مطالعہ میں کیف کا یہ عالم ہوتا تھا کہ

ع میں کس کی لوں خبر! مجھے اپنی خبر نہیں

آخر بیوی صاحبہ ایک دن بگڑ کر کہنے لگیں کہ ''وَاللهِ لِهٰذِهِ الْكُتُبِ اَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ ثَلٰثِ ضَرَائِرَ'' یعنی خدا کی قسم یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے بھی زیادہ گراں ہیں۔

(ابن خلکان ج ا ص ۴۵۱)

نتیجہ: قوموں کے ''عروج و زوال'' کی تاریخ میں یہ بہت ہی اہم اور درخشاں باب ہے کہ جب کسی قوم کا ستارہ اقبال چمکنے والا ہوتا ہے تو اس قوم کے نوجوان عیش و عشرت سے متنفر اور آرام طلبی سے بیزار ہو کر علوم و فنون کی تحصیل میں انتہائی جدوجہد، سخت کوشی، محنت شاقہ کے عادی بن کر بام عروج اور ترقی کی ایسی منزل بلند پر پہنچتے ہیں کہ آسمان شہرت و سر بلندی پر ستاروں کی طرح چمکتے ہیں یعنی

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

www.waseemziyai.com

اور جب کسی قوم کے سر پر ادبار ونکبت کا عفریت مسلط ہونے والا ہوتا ہے تو اس قوم کے نوجوان عیش پسند، آرام طلب اور کاہل بن کر قعر مذلت کے ایسے ایسے اسفل السافلین میں گرتے ہیں کہ پھر اس قوم کی ترقی وعروج کی داستان بھی دنیا سے نیست ونابود ہوکر مٹ جاتی ہے۔

آ تجھ کو بتا دوں میں ''تقدیر امم'' کیا ہے
شمشیر وسناں اول طاؤس و رباب آخر

تعلیمی سفر کے لیے بے قراری

امام الحدیث ''اسماعیلی'' کو جب خبر ملی کہ شیخ الحدیث ''محمد بن ایوب رازی'' کی وفات ہوگئی ہے تو انہوں نے رنج وغم سے گریہ وزاری اور جوش بے قراری میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنے سر پر خاک ڈالنے لگے اور اس قدر زور زور سے چیخ چلا کر رونے لگے کہ تمام گھر والے ان کی آہ وزاری کو دیکھ کر حواس باختہ ہوگئے۔ جب لوگوں نے ان سے رنج و غم کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے روتے بلبلاتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ مجھ کو ہمیشہ سفر سے منع کرتے رہے آخر شیخ الحدیث محمد بن ایوب رازی وفات پا گئے۔ ہائے! اب تمہیں بتاؤ کہ میں انہیں کہاں پاؤں گا؟ اور میں علم حدیث کس سے پڑھوں گا، گھر والوں نے ان کو تسلی وتشفی دے کر فوراً ہی ان کے تعلیمی سفر کا انتظام کیا اور ان کے ماموں کے ہمراہ شہر ''نساء'' میں ایک دوسرے ''شیخ وقت'' ابوسفیان محدّث کی درسگاہ میں بھیج دیا تو انہیں سکون اور قرار نصیب ہوا۔ اس وقت ''امام اسماعیلی'' کی عمر صرف سترہ برس کی تھی مگر اتنی عمر تک بھی گھر میں بیٹھے رہنا اور علم حدیث سے محروم رہنا گوارا نہیں ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص۱۶۱)

نتیجہ: اللہ اکبر! صرف سترہ برس کا کم سن نوجوان تحصیل علم کے لیے اتنے کٹھن اور پر مشقت سفر کے لیے اس قدر بے قرار ہے جبکہ ذریعہ سفر پا پیادہ تھا یا زیادہ سے زیادہ اونٹ، گھوڑے، گدھے کی سواریوں کا ذریعہ تھا اور راستے انتہائی پر خطر تھے نہ راستوں میں کہیں خورد ونوش کا انتظام، نہ آرام وراحت کا کوئی سامان تھا۔ مگر خدا کی قسم! مادر اسلام کے یہی وہ

www.waseemziyai.com

سپوت بیٹے تھے جو ''علم دین'' کی شمع کے پروانے بن کر پرخطر وادیوں اور خاردار جھاڑیوں میں دیوانہ گرتے پڑتے دور دراز شہروں میں پہنچتے اور مشکوٰۃ نبوت کی تعلیمی روشنی سے اپنے سینوں کو مخزن انوار بنا کر واپس لوٹے تو اپنے علم وعمل کی تجلیات اور ضیا پاشیوں سے ہزاروں قلوب کے ظلمت کدوں کو مطلع نور و رشک طور بنا دیا اور قیامت تک آنے والے مسلم نوجوانوں کو اپنے کردار علم وعمل سے یہ پیغام دے کر عالم اسفل سے بام بالا کو روانہ ہو گئے کہ

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

کاش میں طبرانی ہوتا

استاذ ''ابن عمید'' جو سلطنت کا وزیر تھا کہنے لگا کہ میں سمجھتا تھا کہ وزارت سے بڑھ کر کوئی چیز دنیا میں پُر لطف نہیں ہے مگر جب میں نے ''طبرانی'' اور جعابی کا مناظرہ سنا تو میں وزارت کے لطف ومزہ کو بھول گیا۔ اس مناظرہ میں ''طبرانی'' اپنی قوت حافظہ کے زور سے اور ''جعابی'' اپنے ذہن کی جولانی سے اپنے اپنے مقابل پر غالب آنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ دونوں کافی بلند آوازوں سے بحث کرنے لگے۔ اتنے میں ''جعابی'' نے انتہائی طیش اور جوش میں آ کر کہا کہ میرے پاس ایک ایسی حدیث ہے جو دنیا میں کسی محدث کے پاس نہیں ہے۔ ''طبرانی'' نے کہا بسم اللہ! ذرا سنایئے تو؟ ''جعابی'' نے سند پڑھی: حدثنی ابو خلیفۃ قال حدثنی سلیمٰن بن ایوب طبرانی چمک کر بولے بس خاموش ہو جایئے۔ ''سلیمان بن ایوب میرا ہی نام ہے اور آپ کا استاذ ''ابو خلیفہ'' میرا ہی شاگرد ہے۔ اب آپ اس حدیث کو مجھ سے سن لیجئے تا کہ اسناد میں ایک واسطہ کم ہو جائے اور آپ کی سند عالی ہو جائے۔ یہ سنتے ہی ''جعابی'' دم بخود ہو کر خاموش ہو گئے۔ استاذ ابن عمید کا بیان ہے کہ مجھ کو اس وقت ''طبرانی'' کی فرحت ومسرت دیکھ کر یہ تمنا ہوئی کہ کاش میں

www.waseemziyai.com

طبرانی ہوتا تا کہ یہ لطف مجھ کو نصیب ہوتا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۲۱)

نتیجہ: ایک عالم کو فقیری میں چٹائی پر بیٹھ کر علم کا جو کیف و سرور محسوس ہوتا ہے وہ وزیروں اور بادشاہوں کو تخت شاہی پر کہاں نصیب ہو سکتا ہے مگر ہم اہل دنیا کو یہ نکتہ بھلا کس طرح سمجھا سکتے ہیں؟ ان حیوانیت مآب مادیت پرستوں سے تو ہم غریب علماء اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ۔

لطف مے بادہ خوارے پوچھو
یہ مزا پاک باز کیا جانیں

منقول ہے کہ امام محمد بن حسن شیبانی (شاگرد امام ابوحنیفہ) جب رات میں کوئی مشکل مسئلہ حل کر لیتے تھے تو خوشی سے اچھل اچھل کر زور زور سے کہتے تھے۔ کہاں ہیں؟ بادشاہ بغداد کے صاحبزادے ''امین و مامون؟'' کوئی ان سے پوچھے کہ کیا تم کو کبھی اس فرح و سرور کی لذت بھی نصیب ہوئی جو اس وقت میری روح کو بالیدگی اور جسم کی توانائی کے لیے آب حیات کا ساغر اور کوثر و سلسبیل کا جام بنی ہوئی ہے۔ ہزاروں تخت و تاج میری اس فقیری کی چٹائی پر قربان جو میرے لیے فرحت و مسرت کا ایک پر کیف جہان بنی ہوئی ہے۔ سبحان اللہ! بالکل سچ فرمایا امام محمد بن حسن نے۔

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے؟
خراج کی جو گدا ہو، وہ قیصری کیا ہے؟

گدڑی میں لعل

''داؤد ظاہری'' کا بیان ہے کہ ایک روز میری مجلس میں ایک نہایت ہی شکستہ حال انسان انتہائی بوسیدہ لباس پہنے ہوئے آیا اور دفعۃً بغیر میری اجازت کے میری مسند پر براجمان ہو گیا۔ اپنا نام ابو یعقوب بصری بتایا اور میری طرف مخاطب ہو کر فخریہ لہجے میں کہا کہ سَلْ یَا فَتٰی عَمَّا بَدَالَكَ اے جوان! جو تیرے دل میں آئے مجھ سے پوچھ لے! ''داؤد ظاہری'' کہتے ہیں کہ مجھے اس کے اس فخر آمیز لب ولہجہ پر بڑا غصہ آیا اور میں نے طنز

www.waseemziyai.com

کے طور پر کہہ دیا کہ اگر حجامت (پچھنا لگانے) کے بارے میں جناب کو کچھ معلومات ہوں تو ارشاد فرمائیے؟ یہ سن کر ایک دم وہ شخص سنبھل کر بیٹھ گیا اور حدیث "اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْم" کی تمام روایات کو بیان کر کے بتانے لگا کہ کن کن سندوں سے یہ حدیث مسند ہے اور کن کن سندوں سے یہ حدیث موقوف و مرسل ہے اور کون کون سے فقہاء کا اس پر عمل ہے۔ پھر اس نے حضور اکرم ﷺ کے پچھنا لگانے کے مختلف مقامات، مختلف طریقے پچھنا لگانے والوں کے نام، پچھنا لگانے کی اجرتوں اور ان کے احکام کا مفصل بیان کیا۔ حدیث وفقہ کی تمام بحثوں کے بعد وہ اطباء کے اقوال کی طرف رجوع ہوا تو ان تمام طبیبوں کے اقوال بیان کرنے لگا جو مختلف زبانوں میں مختلف اطباء کہتے رہے۔ پھر حجامت کے فوائد اس کے مختلف طریقوں، اس کے مختلف آلات پر بحث کرنے کے بعد تاریخ کا نمبر آیا تو اس نے بہت سے شواہد اور دلائل سے ثابت کر دیا کہ "عمل حجامت" کے موجد اہل اصفہان ہیں "داؤد ظاہری" کہتے ہیں کہ اس شخص کی معلومات کی وسعت اور اس کے سیلاب تقریر کی جولانی وروانی دیکھ کر میں حیرت واستعجاب میں غرقاب ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کی طرف مخاطب ہو کر کہہ دیا کہ اے شخص! بس مجھے معاف کر دے میں وعدہ کرتا ہوں کہ خدا کی قسم اب تیرے بعد میں کسی شخص کو بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھوں گا۔

(ابن خلکان ج ۱ ص ۱۷۶)

نتیجہ: "داؤد ظاہری" کا یہ فیصلہ بالکل صحیح ہے کہ کسی کو شکستہ حالی اور بوسیدہ لباس میں دیکھ کر ہرگز کبھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ بہت سے باکمال پھٹے پرانے کپڑوں میں شکستہ حال ہیں مگر اپنے علم وفضل کی مستی میں تمام دنیا سے فارغ البال ایسے خوش حال ہیں کہ

پھٹے کپڑوں میں خنداں مثل گل ہیں
شرافت کیا بہار بے خزاں ہے

بزرگوں نے ایسے لوگوں کو "گدڑی میں لعل" کہا ہے اور بڑی سخت تاکید اور تنبیہ کی ہے کہ

"خاکساران جہاں را بحقارت منگر

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

یعنی دنیا کے خاکساروں کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو۔ تم کو کیا معلوم؟ کہ اس گرد میں کوئی سوار چھپا ہے اور پھٹے پرانے لباس میں کوئی باکمال شخص ہو۔ صف صورت و لباس دیکھ کر کسی کے عیب و ہنر کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ انسان کے فضل و کمال کا جوہر تو گفتگو کے بعد ہی ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت شیخ سعدی نے اس فلسفہ کو اپنے ایک شعر میں بیان کر دیا ہے۔

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

یعنی جب تک آدمی بات نہیں کرتا۔ اس وقت تک اس کا عیب و ہنر دونوں چھپے رہتے ہیں۔

استغفار اور اولاد

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے تو آپ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک ملازم نے عرض کیا کہ اے شہزادہ رسول! میں بہت دولت مند آدمی ہوں لیکن میرے کوئی اولاد نہیں ہے۔ آپ مجھے کوئی ایسا عمل تعلیم فرمایئے جس سے اللہ تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ تم استغفار پڑھا کرو۔ اس شخص نے استغفار کی یہاں تک کثرت کی کہ روزانہ سات سو مرتبہ استغفار پڑھنے لگا۔ اس عمل کی برکت سے اس شخص کے مختلف بیویوں سے دس بیٹے ہوئے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ تم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے یہ کیوں نہیں دریافت کیا کہ یہ عمل حضور نے کہاں سے دریافت فرمایا؟ چنانچہ جب دوسری مرتبہ اس شخص کو حضرت امام ممدوح کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو اس نے یہ سوال دریافت کیا؟

حضرت امام نے ارشاد فرمایا کہ تم نے قرآن مجید میں حضرت ہود علیہ السلام کا یہ قول سنا کہ

www.waseemziyai.com

یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ (ہود:۵۲) یعنی اے میری قوم! تم اپنے ربّ سے استغفار کرو پھر اس کی طرف رجوع ہو جاؤ تو وہ تم پر زوردار بارش بھیجے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے زیادہ دے گا اور تم نے قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کا ارشاد نہیں سنا؟ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ (نوح:۱۰،۱۱) یعنی تم لوگ اپنے ربّ سے استغفار کرو بیشک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ تم پر زوردار بارش بھیجے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ (روح البیان ج۹ ص ۱۴۷)

ایک عمل چار حاجتیں

منقول ہے کہ ایک بار حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چار شخص حاضر ہوئے۔ ایک نے قحط کی شکایت کی۔ دوسرے نے کہا میں محتاجی سے تنگ ہوں۔ تیسرے نے کہا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے۔ چوتھے نے عرض کیا کہ میری زمین کھیتی اور باغ نہیں اگاتی۔ چاروں کی فریاد سن کر امام ممدوح نے فرمایا کہ تم لوگ استغفار پڑھا کرو۔ ربیع بن صبیح حاضر خدمت تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ! لوگ مختلف قسم کی حاجتیں لے کر آئے ہیں اور حضور نے سب کو ایک ہی دعا تعلیم فرمائی' یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت امام نے فرمایا کہ قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ ط مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ (نوح:۱۰تا۱۲) یعنی تم لوگ اپنے ربّ سے استغفار کرو بیشک وہ معاف فرمانے والا ہے' وہ تم پر زوردار بارش بھیجے گا اور مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے لیے باغ اور نہریں تیار فرمادے گا۔

ربیع بن صبیح! دیکھ لو! اس آیت میں استغفار کے یہ چاروں فائدے بیان کیے گئے ہیں۔ بارش ہونا۔ مال ملنا۔ اولاد ہونا۔ باغ اُگنا یہی چاروں کی حاجتیں تھیں اس لیے میں نے چاروں کو استغفار کا ایک ہی عمل تعلیم کر دیا۔ (تفسیر صاوی ج۲ ص ۲۵۰)

www.waseemziyai.com

نتیجہ: مذکورہ بالا دونوں حکایت سے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی ایمان افروز دانائی بے مثال قرآن فہمی اور مجتہدانہ شان کا اعلان ہوتا ہے۔ کیوں نے ہو؟ کہ جس گھر میں قرآن نازل ہوا اور جو صاحب قرآن کی آغوش میں پلا بڑھا ہو اس سے زیادہ قرآن کے رموز و اسرار کو کون جان سکتا ہے؟ مثل مشہور ہے کہ صاحب البیت ادری بما فی البیت یعنی گھر والا ہی سب سے زیادہ اس بات کو جانتا ہے کہ گھر میں کیا ہے؟ سبحان اللہ!

ختم نبوت شاہ زمن پر، ختم خلافت ذات حسن پر
دونوں مصحف حق کے خاتم صلی اللہ علیہ وسلم

نجومی گدھا

نصیر الدین طوسی جو عام طور پر ''محقق طوسی'' کے نام سے مشہور ہیں اور منطق و فلسفہ میں مسلم الثبوت علامہ شمار کیے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ یہ کسی عالم ربانی کی زیارت کے لیے گئے۔ حاضرین مجلس نے ان کا بڑا احترام کیا اور لوگوں نے عالم ربانی سے ان کا تعارف اس طرح کرایا کہ یہ اس وقت سب سے زیادہ باکمال اور صاحب علم ہیں۔ عالم ربانی نے دریافت فرمایا کہ سب سے زیادہ ان کو کس علم میں کمال حاصل ہے؟

لوگوں نے کہا ''علم نجوم'' میں۔ یہ سنتے ہی عالم ربانی کو بڑی کوفت ہوئی اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ سفید گدھا ان سے زیادہ علم نجوم کا ماہر ہوتا ہے۔ عالم ربانی کی اس گفتگو سے انتہائی برہم ہو کر نصیر الدین طوسی اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے گھر کو روانہ ہو گئے۔ اتفاق سے اس سفر میں ایک گدھے والے کے مکان پر رات بسر کرنی پڑی۔ نصیر الدین طوسی نے مکان کے باہر صحن میں اپنا بستر جمایا تو ایک دم گدھے والا کہنے لگا کہ آپ مکان کے اندر بستر لگائیں کیونکہ عنقریب بڑی خوفناک بارش ہونے والی ہے۔ نصیر الدین طوسی نے پوچھا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ بارش ہونے والی ہے؟ گدھے والے نے یہ جواب دیا کہ صاحب! میرا یہ سفید گدھا جس رات تین مرتبہ اپنی دم آسمان کی طرف اٹھا دیتا ہے تو رات بھر بارش نہیں ہوتی اور جب یہ اپنی دم زمین کی طرف جھکا کر ہلاتا ہے تو

www.waseemziyai.com

میرا برسوں کا تجربہ ہے کہ اس رات ضرور زوردار بارش ہوتی ہے چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہی شدید بارش شروع ہوگئی اور سیلاب آ گیا۔ اب نصیر الدین طوسی کو خیال آیا کہ واقعی عالم ربانی نے سچ ہی فرمایا تھا کہ سفید گدھا نصیر الدین طوسی سے زیادہ علم نجوم جانتا ہے۔

(روح البیان ج ا ص ۱۹۷)

نتیجہ: علماء ربانیین کی زبانوں سے نکلے ہوئے کلمات بے معنی نہیں ہوا کرتے وہ جو کچھ فرماتے ہیں اپنے نور بصیرت کی روشنی سے دیکھ کر اپنے مشاہدات بیان کرتے ہیں لہٰذا ان بزرگوں کی پرنور مجالس میں حاضر ہو کر ان کے کلمات طیبات کو بہت غور سے سننا چاہئے اور اگر کوئی بات اپنی فہم سے بالاتر نظر آئے تو اس کے ردّ و انکار میں نہ جلدی کرنی چاہئے نہ کبیدہ خاطر ہونا چاہئے بلکہ پورے سکون کے ساتھ انتہائی غور و فکر کر کے ہمیشہ اس بات پر دھیان رکھنا چاہئے! کیوں؟ اس لیے کہ

جہاں میں بندۂ حر کے مشاہدات ہیں کیا
تیری نگاہ غلامانہ ہو تو کیا کہیے

چند کتابوں کے پڑھ لینے سے ہر شخص ''عالم ربانی'' نہیں ہو جاتا۔ علم اور چیز ہے اور علم کے نور سے شرح صدر ہو کر صاحب فراست اور اہل بصیرت ہو جانا اور چیز ہے۔ یہ ایک فضل خداوندی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ جس پر اپنا فضل فرماتا ہے وہی اس رتبۂ بلند پر پہنچتا ہے تو وہ عالم ربانی کے جلیل القدر لقب سے سرفراز ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے — کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو! — کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

عالمانہ فراست

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دونوں جامع مسجد میں تھے کہ ناگہاں ایک اجنبی مسجد میں داخل ہوا تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری

www.waseemziyai.com

فراست یہ کہتی ہے کہ یہ شخص "لوہار" ہے۔اور میری فراست یہ کہتی ہے کہ یہ شخص "بڑھئی" ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔

یہ شخص جب نماز سے فارغ ہو گیا تو لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا پیشہ کیا ہے۔تو اس نے بتایا کہ سال گزشتہ تک تو میں بڑھئی کا کام کرتا رہا مگر امسال میں نے "لوہاری" کا پیشہ اختیار کر لیا ہے۔(نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۱۲۰)

نتیجہ: یہ وہی نور علم کی فراست ہے جس کا تذکرہ آپ نے پڑھا۔علماء ربانیین کے ایسے سینکڑوں واقعات ملیں گے کہ وہ انسانوں کی صورت دیکھتے ہی پیشہ اور اعمال و افعال تو کجا؟ ان کے دلوں کے اندر چھپے ہوئے خطرات اور خیالات کو بھی اپنے نور فراست سے بھانپ لیتے ہیں۔کیوں؟ اس لیے کہ

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتدریج　　بندے کو عطا کرتے ہیں چشم نگراں اور
احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ　　ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور مکاں اور

گئے تو کنگال آئے تو مالا مال

حضرت نضر بن شمیل رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۰۳ھ) حدیث و فقہ نحو و شعر وغیرہ علوم و فنون کے مانے ہوئے استاذ وقت تھے لیکن بہت ہی سادہ مزاج تھے۔ایک مرتبہ مدت کا بوسیدہ، میلا کچیلا لباس پہنے ہوئے بے دھڑک خلیفہ بغداد مامون رشید کے دربار شاہی میں داخل ہو گئے۔مامون نے پہلے تو ان کے لباس پر اظہار حیرت کرتے ہوئے انہیں ٹوکا لیکن پھر ایک استاذ حدیث کی صحبت کو غنیمت جان کر علم حدیث کا تذکرہ شروع کر دیا اور اپنی سند سے ایک حدیث سنائی مگر "سداد" کے لفظ کو جو اس حدیث میں تھا۔سداد زبر کے ساتھ پڑھ دیا۔حضرت نضر بن شمیل نے مامون رشید کو اس کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لیے اپنی سند سے اسی حدیث کو پڑھا اور سداد کو زیر کے ساتھ پڑا۔مامون دفعۃً چونکا اور سنبھل کر بیٹھ گیا اور حضرت نضر بن شمیل سے سوال کیا کہ کیا سداد زبر کے ساتھ غلط ہے؟ حضرت نضر بن شمیل نے فرمایا کہ جی ہاں۔آپ کے استاذ "ہشیم" نے آپ کو غلط بتایا ہے۔مامون نے

www.waseemziyai.com

کہا کیا ''سِداد'' اور ''سَداد'' ان دونوں لفظوں کے معنی میں کچھ فرق ہے؟ حضرت نضر نے فرمایا کہ جی ہاں سداد زبر کے ساتھ سیدھا راستہ چلنے کے معنی میں ہے اور سِداد زیر کے ساتھ رکاوٹ ڈالنے والی چیز کو کہتے ہیں۔ مامون نے کہا کہ اس کی کوئی سند بھی آپ پیش کر سکتے ہیں؟ تو حضرت نضر نے فوراً عربی کا یہ شعر پڑھ دیا۔

اَضَاعُوْنِیْ وَاَیَّ فَتًی اَضَاعُوْا

لِیَوْمِ کَرِیْھَۃٍ وَّسِدَادِ ثَغْرٍ

اور فرمایا کہ امیر المؤمنین! آپ ملاحظہ فرمائیے کہ اس شعر میں سِداد کا لفظ آیا ہے جو سرحد پر دشمن کو روکنے والی چیز کے معنی میں ہے۔ مامون اپنی غلطی پر شرمندہ ہو گیا اور کہا خدا اس کا برا کرے جس کو فن ادب نہیں آتا۔ پھر مامون نے حضرت نضر سے مختلف مضامین کے اشعار سنے اور رخصت ہونے کے وقت اپنے وزیر اعظم فضل بن سہل کو رقعہ لکھ دیا کہ پچاس ہزار درہم حضرت نضر کو عطا کیے جائیں۔ حضرت نضر یہ فرمان شاہی لے کر فضل کے پاس تشریف لے گئے۔ اس نے رقعہ دیکھ کر پوچھا کہ آپ نے امیر المؤمنین کی غلطی ثابت کی؟ حضرت نضر نے فرمایا کہ غلطی تو ہشیم نے کی۔ امیر المؤمنین پر کیا الزام ہے؟ فضل نے یہ سن کر تیس ہزار درہم اپنی طرف سے مزید نذر کیے۔ اس طرح صرف ایک غلطی بتانے پر حضرت نضر بن شمیل رحمۃ اللہ علیہ کو اسی ہزار درہم ملے۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی المامون جلد۲ صد ۱۴۲)

نتیجہ: - علماء سلف کی یہ شان تھی کہ غلطیوں پر بادشاہوں کو ٹوک دینے میں بھی ان کو خوف و ہراس دامن گیر نہیں ہوتا تھا اور اسلامی حکومت کے سلاطین و امرا کا یہ طرز عمل بھی تاریخ میں آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ وہ غلطیوں پر متنبہ کرنے سے برہم نہیں ہوتے تھے بلکہ نہایت جذبہ تشکر کے ساتھ اپنی غلطیوں کو تسلیم کر کے اپنی اصلاح کر لیتے تھے اور علماء دین کا ان کے دلوں میں کتنا عظیم احترام تھا؟ حضرت نضر بن شمیل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مامون اور فضل کا یہ طرز عمل اس کی ایک تابناک اور ناقابلِ فراموش مثال ہے۔ یہ تاریخی واقعہ اس دور کے متکبر مال داروں کے لیے تازیانۂ عبرت ہے جو علماء کرام کو حقارت کی نظروں سے دیکھنا اپنے لیے سرمایہ افتخار سمجھتے ہیں۔ خداوند کریم ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے کہ علماء

www.waseemziyai.com

حق کی قدر و منزلت درحقیقت علم دین کی عزت ہے اور علم دین کی تعظیم درحقیقت اللہ عزوجل اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم ہے مگر افسوس کہ دولت کے نشہ اور سیاست کے چکر نے مسلمانوں کی دنیائے ایمان پر ایسی بمباری کردی ہے کہ ایمانی محل کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور اب تو حال یہ ہے کہ

نہ احساس شریعت ہے، نہ اب تبلیغ سنت ہے
جدھر دیکھو زبانوں پر سیاست ہی سیاست ہے
فقط اتنا سیاسی لیڈروں سے پوچھتا ہوں میں
حکومت سے ہے مذہب یا کہ مذہب سے حکومت ہے

ہدہد کی ولادت

حافظ الحدیث ابوقلابہ عبدالمالک بن محمد رقاش کی والدہ ماجدہ نے حمل کی حالت میں یہ خواب دیکھا کہ ان کی گود میں ہدہد پرندہ تولد ہوا ہے۔ جب انہوں نے تعبیر دینے والوں سے اپنے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو معبرین نے یہ تعبیر دی کہ تمہارے شکم سے ایک ایسا فرزند تولد ہوگا جو بہت بڑا عالم اور بہت ہی نمازی ہوگا چنانچہ ''ابوقلابہ'' پیدا ہوئے۔ ان کی علمی جلالت کا یہ عالم تھا کہ ساٹھ ہزار حدیثیں ان کو زبانی یاد تھیں۔ جن کو یہ ہمیشہ اپنے درس حدیث میں زبانی فرمادیا کرتے تھے اور ان کے نمازی ہونے کی یہ کیفیت تھی کہ روزانہ چار سو رکعات نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ ۲۷۶ھ میں یہ علم و عمل کا آفتاب غروب ہوگیا۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۴۰)

نتیجہ: ہدہد بہت ہی مبارک پرندہ ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں زمین کو دیکھ کر یہ بتادیا تھا کہ یہاں کتنی گہرائی میں پانی ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط جو آپ نے بلقیس کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ ہدہد ہی اس خط کو لے کر بلقیس کے پاس گیا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ہدہد کو خواب میں دیکھنا بہت ہی مبارک ہے

www.waseemziyai.com

میں ہد ہد سے چھوٹا ہوں

حسن بن الفضل جو ابھی بہت ہی کم عمر تھے ایک مرتبہ خلیفۂ بغداد کے دربار میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں بڑے بڑے معمّر باکمال علماء کا مجمع ہے حسن بن الفضل نے کوئی گفتگو شروع کی تو خلیفہ نے بگڑ کر زور سے ڈانٹا کہ میرے سامنے اکابر علماء کی موجودگی میں ایک بچہ بولنے کی جرأت کر رہا ہے؟ حسن بن الفضل خلیفہ کی ڈانٹ سے نہ گھبرائے نہ ہی مرعوب ہوئے بلکہ برجستہ عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! میں ہد ہد سے چھوٹا نہیں اور آپ سلیمان علیہ السلام سے بڑے نہیں۔ آخر ہد ہد نے بھی تو حضرت سلیمان علیہ السلام سے یہ کہا تھا: اَحَطْتُّ بِمَالَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ (نمل:۲۲) ''یعنی میں نے وہ بات دیکھی جو حضور نے نہیں دیکھی ہے اور میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں'' اور اے امیر المؤمنین! کیا آپ نے قرآن میں نہیں پڑھا اور اللہ عزوجل نے ایک مقدمہ کا فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا جوان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اگر علم بوڑھے اور عمر دراز لوگوں کا ہی حصہ ہوتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام سے زیادہ حق دار حضرت داؤد علیہ السلام تھے۔ حسن بن الفضل کی اس حاضر جوابی پر خلیفہ اور حاضرین دربار حیران رہ گئے۔

(مستطرف ج ۱ ص ۴۵)

نتیجہ: بزرگی کا دارومدار سن وسال پر نہیں ہے بلکہ علم وعقل کا کمال درحقیقت انسان کی بزرگی کا معیار ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مقولہ ہے کہ

''سخاوت بہ دل است نہ بہ مال وبزرگی بہ عقل است نہ بسال''

حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفۂ دمشق نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

تَعَلَّمْ فَلَیْسَ الْمَرْءُ یُوْلَدُ عَالِمًا
وَلَیْسَ اَخُوْ عِلْمٍ کَمَنْ هُوَ جَاهِلٌ
فَاِنَّ کَبِیْرَ الْقَوْمِ لَاعِلْمَ عِنْدَهٗ
صَغِیْرٌ اِذَاالْتَفَّتْ عَلَیْهِ الْمَحَافِلُ

www.waseemziyai.com

یعنی علم سیکھو کیونکہ کوئی شخص اپنی ماں کے پیٹ سے علم لے کر نہیں آیا اور علم والا اور جاہل دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ پوری قوم میں بڑا بوڑھا آدمی اگر وہ صاحب علم نہیں ہے تو وہ تمام محفلوں میں چھوٹا شمار کیا جائے گا۔

اس حکایت میں ''حسن بن الفضل'' کی جرأتِ رندانہ دور حاضر کے علماء حق کے لیے مشعل ہدایت ہے کہ علماء کو کبھی کسی مجلس میں بھی ''احساس کمتری'' میں مبتلا ہو کر ہرگز ہرگز مرعوب نہیں ہونا چاہیے بلکہ اگر کوئی وزن دار بات خیال میں آئے تو سیٹھوں، مال داروں لیڈروں سب کے سامنے بلا دھڑک اور بلا جھجک کے کہہ دینا چاہیے کیونکہ بات کا وزن بڑے بڑے سر بلندوں کو پہاڑ بن کر کچل دیتا ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

صحبت پیر روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سربجیب ، ایک کلیم سربکف

عورت نے ٹھیک کہا مرد نے غلطی کی

علامہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''المنتظم'' میں تحریر فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں برسر منبر یہ اعلان فرمایا کہ چونکہ جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو درہم تھا اس لیے کوئی شخص اس سے زیادہ عورتوں کا مہر مقرر نہ کرے اگر کسی نے اس سے زیادہ مہر مقرر کیا تو میں وہ رقم ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دوں گا۔ یہ فرمان فاروقی سن کر تمام حاضرین خاموش رہے مگر ایک علم والی عورت کھڑی ہوگئی اور اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: وَاِنْ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا (نساء:۲۰) یعنی اگر عورتوں کو تم لوگوں نے مہر میں کثیر مال دیا ہے تو اس میں سے کچھ نہ لو۔ تو اے امیر المؤمنین! آپ کے لیے یہ کس طرح حلال ہو سکتا ہے؟ کہ چار سو درہم سے زیادہ جو مہر ہو گا اس کو آپ ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیں۔

امیر المؤمنین نے عورت کی یہ تقریر سن کر فرمایا کہ اِمْرَاَةٌ اَصَابَتْ وَرَجُلٌ اَخْطَاَ

www.waseemziyai.com

یعنی ایک عورت نے ٹھیک کہا اور ایک مرد (میں) نے غلطی کی۔ (مستطرف ج ا ص ۵۶)

نتیجہ: - اس حکایت نے دور حاضر کی جمہوریت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا کہ ''خلفائے راشدین'' کے دور حکومت میں آزادی تقریر و اظہار خیال کی حریت کا یہ عالم تھا کہ ایک عورت مجمع عام میں حکومت کے سب سے بڑے سربراہ امیر المؤمنین کو اس کی غلطی پر ٹوک سکتی تھی اور خلفائے راشدین کی حق پسندی و حق پرستی کی یہ کیفیت تھی کہ ہزاروں لاکھوں عوام کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کر لینے کو وہ اپنے لیے اعزاز و اکرام کی سربلندی تصور کرتے تھے اور خوش ہو کر بلا جھجک اپنی غلطی کا اقرار کر لیتے تھے مگر افسوس کہ آج تو اسی بات کا رونا ہے کہ

یہاں مرض کا سبب ہے ''غلامی و تقلید''
وہاں مرض کا سبب ہے ''نظام جمہوری''
نہ مشرق اس سے بری ہے نہ مغرب اس سے بری
جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی ''رنجوری''

ایک عورت کا ذوقِ علمی

امام مالک اور خواجہ حسن بصری رحمہما اللہ کے استاذ ''ربیعۃ الرائے'' ابھی اپنی والدہ کے شکم میں ہی تھے کہ ان کے والد ''عبدالرحمٰن فروخ'' جہاد کے لیے خراساں چلے گئے اور مسلسل ستائیس برس تک جہاد ہی میں رہے۔ جب وہ لوٹے تو جس بچے کو شکم مادر میں چھوڑ کر گئے تھے۔ وہ بڑا ہو کر اپنے دور کا امام الحدیث بن چکا تھا۔

عبدالرحمٰن فروح ستائیس برس کے بعد جہاد سے لوٹ کر مدینہ منورہ اپنے مکان پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب ربیعۃ الرائے نے دروازہ کھولا تو یہ دیکھا کہ ایک فوجی گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھ میں لیے کھڑا ہے جو دروازہ کھلتے ہی میرے مکان میں بے تکلف داخل ہونے لگا۔ ربیعہ نے ڈانٹا تو کون ہے تو کس طرح مکان میں گھسا پڑتا ہے۔ عبدالرحمٰن فروخ نے نیزہ تان کر کہا کہ میرا مکان ہے یہاں تیرا کیا کام ہے؟ غرض بات

www.waseemziyai.com

بڑھ گئی تو پڑوسی جمع ہو گئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی استاذ کا معاملہ سمجھ کر دوڑ پڑے اور نہایت نرمی سے سمجھانے لگے کہ بڑے میاں! اگر آپ کو ٹھہرنا ہی مقصود ہے تو کسی اور مکان میں ٹھہر جائیے۔ عبدالرحمٰن فروخ نے جواب دیا کہ جناب! یہ میرا ہی مکان ہے اور میرا نام عبدالرحمٰن فروخ ہے۔

ربیعہ کی والدہ نے نام سن کر جو اندر سے دیکھا تو وہ پہچان کر بولیں کہ ارے یہ تو ربیعہ کے باپ ہیں۔ پھر تو کیا تھا؟ باپ بیٹے دونوں گلے مل کر خوب روئے اور دونوں گھر میں داخل ہوئے۔ عبدالرحمٰن فروخ جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو ان کو وہ تیس ہزار اشرفیاں یاد آئیں جو جہاد کے لیے روانگی کے وقت بیوی کو سونپ گئے تھے چنانچہ بیوی سے پوچھا کہ میری امانت کہاں ہے؟ ہوشیار بیوی نے کہا گھبرائیے مت! میں نے اس کو ضائع نہیں کیا ہے۔ ربیعہ اس عرصے میں مسجد نبوی پہنچ کر اپنے حلقہ درس میں بیٹھ چکے تھے اور تلامذہ کا ایک ہجوم جس میں امام مالک اور خواجہ حسن بصری علیہما الرحمۃ جیسے لوگ شامل تھے۔ شیخ کو گھیرے ہوئے تھے۔ عبدالرحمٰن فروخ جو نماز پڑھنے کے لیے مسجد نبوی میں گئے تو یہ منظر دیکھا اور بڑی دیر تک شوق کی نگاہوں سے اس نورانی مجمع کو دیکھتے رہے۔ ربیعہ کے سر پر ایک اونچی ٹوپی تھی اور وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے۔ اس لیے عبدالرحمٰن فروخ انہیں پہچان نہیں سکے اور حاضرین سے پوچھا یہ شیخ الحدیث کون ہیں؟ سامعین نے جواب دیا کہ ربیعہ بن عبدالرحمٰن فروخ۔ یہ سن کر عبدالرحمٰن فروخ کو جو خوشی حاصل ہوئی ہوگی اس کو عالم الغیب کے سوا بھلا کون جان سکتا ہے؟ فرط مسرت میں ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ لَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ اِبْنِی یقیناً خدا نے میرے بیٹے کو بہت بلند مرتبہ بنا دیا۔ خوش خوش بیوی کے پاس آئے اور جو کچھ مسجد نبوی میں دیکھا تھا سارا ماجرا بیان کیا۔ اس وقت بیوی نے کہا کہ سچ سچ بتائیے۔ آپ کو کیا پسند ہے، بیٹے کی یہ شان یا تیس ہزار اشرفیاں؟ عبدالرحمٰن فروخ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں اپنے نور نظر کی شان کو لاکھوں اشرفیوں سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔ بیوی نے کہا کہ میں نے تمہاری وہ تیس ہزار اشرفیاں ربیعہ کی تعلیم پر صرف کر دی ہیں۔ زندہ دل شوہر نے خوشی سے اچھل کر کہا وَاللّٰهِ مَا ضَیَّعْتَهٗ ”خدا کی قسم تم نے ان

www.waseemziyai.com

اشرفیوں کو ضائع نہیں کیا۔'' (ابن خلکان ج اص ۱۸۳)

نتیجہ: ایک مسلمان خاتون کا یہ علمی ذوق دورِ حاضر کی خواتین اسلام کے لیے رشد و ہدایت کا دفتر ہے۔ افسوس! ''امت مسلمہ'' اس دور میں کتنے خوف ناک دور کا شکار ہوگئی کہ آج کی مائیں اپنے بچوں کے نفیس لباس اور ان کی شادیوں کی دھوم دھام پر دولت لٹا کر خوش ہوتی ہیں اور بچوں کی تعلیم و تربیت کی انہیں کچھ فکر ہی نہیں رہتی۔ سلف صالحین کا وہ زمانہ کتنا بابرکت دور تھا جب ربیعہ کی والدہ جیسی مائیں ہوا کرتی تھیں۔ اللہ اکبر! سچ ہے

یہ وہ مائیں تھیں جن کی گود میں اسلام پلتا تھا
اسی غیرت سے انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا تھا

مفلسی کا علاج

مشہور محدث ہدبہ بن خالد کو خلیفہ بغداد مامون رشید نے اپنے دستر خوان پر مدعو کیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب دستر خوان اٹھایا گیا تو طعام کے دو ٹکڑے جو زمین پر گر گئے تھے محدث موصوف نے اٹھا اٹھا کر کھانا شروع کردیئے۔ مامون نے حیران ہو کر کہا کہ اے شیخ! کیا آپ ابھی آسودہ نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں! لیکن مجھ سے حماد بن سلمہ نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے: قال سمعت عن انس بن مالک قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من التقط ماتحت مائدتہ امن الفقر ''یعنی جو شخص دستر خوان کے نیچے گرے ہوئے ٹکڑوں کو چن چن کر کھائے گا وہ مفلسی و فاقہ کشی سے بے خوف ہو جائے گا''۔ میں اسی حدیث پر عمل کر رہا ہوں۔ یہ سن کر مامون بے حد متاثر ہوا اور اپنے ایک خادم کی طرف اشارہ کیا تو وہ اچانک ایک ہزار دینار رومال میں باندھ کر لایا۔ مامون نے اس کو ہدبہ بن خالد کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کردیا۔ ہدبہ بن خالد نے فرمایا کہ یہ اسی حدیث پر عمل کی برکت ہے۔ (ثمرات الاوراق ج اص ۸)

نتیجہ: بعض وہ سنتیں ہیں جن کو مغرب زدہ ذہنیت والے مال دار اپنی فرعونیت سے خلاف تہذیب سمجھتے ہیں۔ مثلاً کھانے کے بعد برتن صاف کرنا۔ انگلیاں چاٹنا، ڈھیلوں

www.waseemziyai.com

سے استنجاء کرنا۔ دیندار مسلمان خصوصاً علماء ومشائخ کو چاہئے کہ وہ پابندی کے ساتھ ان سنتوں پر عمل کریں اور ہرگز ہرگز متکبرین سے مرعوب ہو کر ان سنتوں کو ترک نہ کریں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس سنتوں پر عمل کرنے سے صرف آخرت کا ہی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ ثواب آخرت کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی خداوند عالم اس کو دنیاوی منفعت کا ذریعہ بھی بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہدبہ بن خالد نے ایک بادشاہ کے دربار میں بھی ایک ایسی سنت پر عمل کرنے کو ترک نہیں فرمایا جس کو اہل دنیا اپنی جہالت وحماقت سے خلاف تہذیب سمجھتے رہے ہیں۔ مولیٰ عزوجل نے ان کے اس سنت پر عمل کو ان کی مالداری کا ذریعہ بنا دیا کہ انہیں ایک ہزار دینار مل گئے۔ سچ ہے۔

ہمیں کرنی ہے شہنشاہِ بطحا کی رضا جوئی
وہ اپنے ہو گئے تو رحمت پروردگار اپنی

ایک محدّث اور طفیلی

ایک مشہور محدّث ابوعمرو جہضمی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک طفیلی رہتا تھا میں جہاں بھی دعوت ولیمہ میں جاتا یہ شخص نہایت بہترین پوشاک پہن کر میرے ساتھ لگ جاتا۔ میرا خاص آدمی سمجھ کر لوگ اس کا بے حد احترام واکرام کرتے تھے۔

اتفاق سے ایک دن بصرہ کے گورنر جعفر بن قاسم ہاشمی کے یہاں ختنہ کی تقریب میں میری دعوت تھی۔ جیسے ہی گورنر کا قاصد مجھے بلانے کے لیے آیا۔ یہ طفیلی صاحب نہایت نفیس لباس پہن کر میرے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ اس دن مجھے بڑا غصہ آیا اور میں نے عزم کر لیا کہ آج اس کو ذلیل کر دوں تا کہ کسی طرح اس سے میرا پیچھا چھوٹ جائے چنانچہ جب دسترخوان لگ گیا اور تمام علماء ومشائخ اور اکابر بصرہ تناول فرمانے لگے تو میں نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث پڑھ دی کہ حدثنی درسة بن زیاد عن ابان بن طارق عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ دَخَلَ دَارَ قَوْمٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِمْ فَاَكَلَ طَعَامَهُمْ دَخَلَ سَارِقًا وَّخَرَجَ مُغِيْرًا ۔ یعنی جو شخص بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل

www.waseemziyai.com

ہوااوران کا کھانا کھالیا تو وہ چور بن کر داخل ہوااور ڈاکو بن کر نکلا''۔ یہ حدیث سن کر طفیلی ایک دم غصہ سے برہم ہوگیا اور مجھ پر بگڑ کر کہنے لگا کہ اے ابوعمرو! خدا کی قسم یہ حدیث صرف مجھے رسوا کرنے کے لیے پڑھی ہے جس کا ایک راوی ''درسہ بن زیاد'' ضعیف ہے اور ایک راوی ابان بن طارق متروک ہے اور پھر یہ حدیث اجماع مسلمین کے بھی خلاف ہے کیونکہ کسی امام کا بھی یہ مذہب نہیں ہے کہ بغیر دعوت اور بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہوکر اس کے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھالینے والے کو چور قرار دے کر اس کا ہاتھ کاٹا جائے یا اس کو ڈاکو کی سزادی جائے۔ اے ابوعمرو! آخر تم کو اس وقت یہ حدیث کیوں نہیں یاد آئی؟

حدثنا ابو عاصم عن ابن جریج عن الزبیر عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ طعام الواحد یکفی الاثنین و طعام الاثنین یکفی الاربعۃ و طعام الاربۃ یکفی الثمانیۃ ٥

یعنی ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو اور چار آدمیوں کا آٹھ آدمیوں کو کافی ہوتا ہے۔ اس حدیث کا متن اور سند بالکل صحیح ہے۔ ابوعمرو جہضمی فرماتے ہیں کہ اس طفیلی نے حاضر جوابی اور چرب زبانی سے مجھے حیران اور لاجواب کر دیا مگر کھانے کے بعد جب ہم گورنر کے محل سے روانہ ہوئے تو میرے پیچھے پیچھے چلنے کے بجائے مجھ سے دور دور سڑک کی دوسری جانب چلنے لگا اور مجھے سنا سنا کر بار بار وہ یہ شعر پڑھتا رہا

وَمَنْ ظَنَّ مِمَّنْ یُلاقِی الْحُرُوْبَ
بِاَنْ لَا یُصَابَ فَقَدْ ظَنَّ عَجْزًا

یعنی جو شخص یہ خیال کر کے جنگ میں کود پڑے کہ مجھے چوٹ نہیں لگے گی تو اس کا یہ گمان بہت بڑی کم عقلی کی بات ہے۔ (ثمرات الاوراق ج ا ص ۱۵۵)

نتیجہ: اس حکایت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگلے مسلمانوں میں علم حدیث کا اس قدر چرچا اور ذوق تھا کہ معمولی کلاس کے مسلمان بھی سینکڑوں احادیث زبانی یاد رکھتے تھے

www.waseemziyai.com

اور معانی حدیث پر انہیں اس قدر عبور حاصل تھا کہ وہ برمحل احادیث پڑھ کر اس سے اپنے مدعا پر استدلال بھی کرتے تھے اور راویوں کے جرح و تعدیل کا بھی انہیں ملکہ حاصل رہتا تھا مگر افسوس کہ آج وہ دن آ گئے کہ عوام تو عوام، بعض علماء کرام بھی حدیث کے اس نورانی ذوق سے محروم نظر آتے ہیں اور دور حاضر کے بعض عالم کہلانے والوں کے مبلغ علم کو دیکھ کر بے اختیار زبان پر یہ شعر آ جاتا ہے کہ

ہوا حریف مہ و آفتاب تو جس سے
رہی نہ تیرے ستاروں میں وہ درخشانی

امام فریابی رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال

مشہور امام الحدیث ابوبکر جعفر بن الحسین ترکی جو عام طور پر امام فریابی کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں یہ ترکستان سے سفر کر کے تحصیل علم کے لیے مصر گئے اور فن حدیث کے امام بن گئے۔ ''ابو حفص زیات محدث کہتے ہیں کہ جب امام فریابی بغداد میں تشریف لائے تو طبل و طنبورہ بجا کر عوام و خواص نے ان کا نہایت ہی پر شکوہ اور شاندار استقبال کیا اور بغداد میں ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب شارع المنار نامی جگہ پر درس حدیث کے لیے بیٹھے تو ان کے حلقۂ درس میں روزانہ تقریباً بیس ہزار کا مجمع ہوتا تھا اور درس میں تین سو مستملی ہوتے تھے جو شیخ کی آواز کو حاضرین تک پہنچاتے رہتے۔ ۳۰۱ھ میں یہ فضل و کمال کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ اپنی زندگی ہی میں قبر تیار کرا لی تھی اور اسی قبر میں مدفون ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۳۲۷)

ابو مسلم کجی کی درسگاہ

احمد بن جعفر ناقل ہیں کہ جب ابو مسلم بصری محدث بغداد میں تشریف لائے اور رحبۂ غسان کے وسیع میدان میں انہوں نے حدیث کا درس شروع کیا تو ان کے درس میں حاضرین کی کثرت کا یہ حال تھا کہ سات مستملی کھڑے ہوتے جن میں سے ہر ایک دوسرے کو شیخ کی آواز پہنچاتا تھا اور لوگ کھڑے کھڑے حدیثیں لکھنے میں مصروف تھے۔

www.waseemziyai.com

آدمیوں کی تعداد کا اندازہ لگانے کے لیے اس میدان کی پیائش کی گئی اور دواتیں گنی گئیں تو کچھ اوپر چالیس ہزار ہوئیں جو لوگ لکھتے نہیں تھے صرف حدیثیں سن رہے ہیں وہ اس گنتی سے الگ ہیں۔ ۲۹۲ھ میں تقریباً سو برس کی عمر پا کر وصال فرمایا اور لوگوں نے ان کے جنازہ کو بغداد سے بصرہ لا کر دفن کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۷۷)

نتیجہ: محدثین سلف کی درس گاہوں میں کثرت ہجوم کی ہزاروں مثالوں میں سے مذکورہ بالا دو واقعات ناظرین کی عبرت کے لیے نقل کر دیئے ہیں اس سے اندازہ لگائیے کہ جب مسلمانوں کے سینوں کے صندوق اور دلوں کی تجوریاں ایمان اور اعمال صالحہ کی دولتوں سے بھری ہوئی تھیں۔ اس وقت کے مسلمانوں کو علم دین اور حدیث کی درس گاہوں اور علماء اسلام سے کتنا گہرا اور والہانہ عشق و لگاؤ تھا کہ شہر میں کسی نئے محدث کی آمد پر اتنی چہل پہل ہو جایا کرتی تھی اور لوگ پروانوں کی طرح اس محدث کی درس گاہ میں اپنا کام دھندا چھوڑ کر ٹوٹ پڑتے تھے مگر آج جب کہ مسلمانوں کی تجوریاں نوٹوں کی گڈیوں سے بھری ہوئی ہیں لیکن دلوں کی دنیا میں عشق رسول کا چراغ گل اور سینوں میں جذبات ایمان کی آگ بجھ چکی ہے تو اسی قوم مسلم کا یہ حال ہے کہ اندرا گاندھی اور دوسرے لیڈروں کے لیکچروں میں تو ایک ایک لاکھ کے اجتماع کی رپورٹیں ملتی ہیں مگر وعظ کے جلسوں اور حدیث کی درس گاہوں میں بجز چند غرباء اور چند مفلس طلبہ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔

اکبر الہ آبادی مرحوم نے اسی صورت حال پر طنز کرتے ہوئے برسوں پہلے فرمایا تھا کہ

رونق اسلام کا کیا حال کہوں تم سے
کونسل میں بہت سید مسجد میں فقط جُمن

مگر اس انقلاب کا ثمرہ بھی یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں کو اپنے دین سے والہانہ تعلق تھا اور خدا اور رسول کے عشق و محبت میں دیوانہ وار، پروانوں کی طرح قرآن و حدیث کی شمع پر نثار و قربان رہتے تھے تو وہ تخت و تاج والے، سلطنت اور راج والے تھے۔ خداوند عالم کے حفظ و امان میں دونوں جہان کی دولت لازوال سے مالا مال تھے اور ہر قدم پر ان کی حمایت و نصرت کے لیے آسمان سے فرشتوں کی فوج فتح مبین کا تحفہ لے کر اتر پڑتی تھی لیکن آج جب

www.waseemziyai.com

مسلمان علوم و اعمال اسلام سے برگشتہ اور اللہ و رسول سے منحرف ہو کر دنیا داری کی گندی سیاست کے طاغوت کے پجاری بن گئے ہیں اور علمائے حق کے دامن رحمت سے بچھڑ کر لیڈروں کی ٹھوکروں میں سربسجود ہو کر ان کے بوٹ چاٹ رہے ہیں تو خدا اور رسول کی رحمت بھی مسلمانوں سے روٹھ گئی اور آسمانی فوج نے بھی مسلمانوں کی حفاظت اور ان کی نصرت و حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا اور آج مسلمان کا بچہ بچہ بے کسی اور بے بسی کے عالم میں ہر طرف زبان حال سے یہ کہتا پھرتا ہے کہ

شہر میں چین، نہ جنگل میں اماں ملتی ہے
دیکھیے! قبر مسلمانوں کو کہاں ملتی ہے

مسلمانو! خدا کے لیے ہوش میں آؤ! خدارا خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اپنے سلف صالحین کی طرح علم دین سے والہانہ عشق پیدا کرو۔ خود بھی علم دین پڑھو اور اپنی اولاد کو بھی علم دین پڑھاؤ اور اعمال صالحہ کی دولت کما کر دولت ایمان و اسلام کے سچے خادم بن جاؤ اور خدا و رسول کے دامان رحمت میں آ کر اپنی حفاظت اور فتح و نصرت کا سامان کرلو۔ ورنہ یاد رکھو کہ تم سنو یا نہ سنو مگر وقت کا منادی چلا چلا کر یہ اعلان کر رہا ہے کہ

نہ سنبھلو گے تو مٹ جاؤ گے اے غافل مسلمانو!
تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

کم عمر قاضی

قاضی یحییٰ بن اکثم کو خلیفہ بغداد نے بیس برس کی عمر میں بصرہ کا قاضی بنا کر بھیج دیا تو وہاں کے عوام نے ان کو کم عمر قاضی کہنا شروع کر دیا چنانچہ کسی منہ پھٹ نے بھرے مجمع میں ان سے سوال کر دیا کہ قاضی صاحب! آپ کی عمر کتنی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے بڑا ہوں جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ کا قاضی بنا دیا تھا اور میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی عمر دراز ہوں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنا کر بھیج دیا تھا اور حضرت کعب بن مسور رضی اللہ عنہ سے بھی میری عمر کچھ

www.waseemziyai.com

زیادہ ہی ہے۔ جن کو امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی بصرہ کا قاضی بنایا تھا۔

قاضی یحییٰ بن اکثم کا یہ جواب سن کر لوگوں نے آپ کو کم عمر قاضی کہنا چھوڑ دیا اور آپ اہل بصرہ کی نظروں میں معزز و مکرم ہو گئے۔ (ثمرات الاوراق ج ا ص ۱۴۲)

قاضی ایاس کی دانائی

قاضی ایاس بن معاویہ نے کم سنی کی حالت میں قاضی دمشق کی کچہری میں ایک بڑے آدمی پر اپنے حق کا دعویٰ کر دیا اور قاضی دمشق کے سامنے یہ کہا کہ اس بوڑھے نے میرے اوپر ظلم کیا ہے اور میرا مال کھا ڈالا ہے اور میرا مال کھا ڈالا ہے۔ قاضی دمشق نے ایاس بن معاویہ کو بڑے زور سے ڈانٹا کہ تم اتنے بوڑھے آدمی کے مقابلہ میں ایک کم عمر لڑکے ہو کر اس زور شور سے کلام کرتے ہو؟ ایاس بن معاویہ نے عرض کیا کہ قاضی صاحب! میں اگرچہ چھوٹا ہوں مگر حق مجھ سے، ان سے، آپ سے، سب سے بڑا ہے۔ قاضی دمشق نے کہا کہ تم چپ ہو جاؤ۔ ایاس بن معاویہ نے کہا کہ حضرت والا اگر میں چپ ہو جاؤں تو میں اپنے دعویٰ کو کس طرح پایہ ثبوت تک پہنچاؤں گا؟ قاضی دمشق نے غصہ میں آ کر کہا کہ اچھا تم بولو مگر خدا کی قسم تم کوئی اچھی بات نہیں کرو گے۔ یہ سن کر ایاس بن معاویہ نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْـدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ پڑھا اور کہا کہ قاضی صاحب! آپ کی قسم ٹوٹ گئی۔ لیجئے جو بات بولا ہوں یہ کلمہ حق ہے۔ اس سے اچھی اور کون سی بات ہو سکتی ہے۔ آپ اپنی قسم کا کفارہ ادا کیجئے۔

قاضی دمشق لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے جب خلیفہ دمشق کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو اس نے قاضی دمشق کو معزول کر کے ایاس بن معاویہ کو ان کی جگہ قاضی مقرر کر دیا۔

(ثمرات الاوراق ج ا ص ۱۵۷)

نتیجہ: مذکورہ بالا دونوں واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر آدمی میں علم اور دانائی کا کمال موجود ہو تو ایک کم عمر آدمی بھی بڑے بڑے عہدہ پر پہنچ سکتا ہے اور ترقی پا کر بڑی

www.waseemziyai.com

سے بڑی منزلیں بھی طے کر سکتا ہے۔

طاقت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مرد خدا! ملک خدا تنگ نہیں ہے

کنویں کے اندر سے خطبہ

ایک دن خلیفہ بغداد متوکل باللہ اپنے درباریوں سے کہنے لگا کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے چند باتیں ایسی ہو گئیں کہ عام مسلمان ان سے ناراض ہو گئے۔ ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے منبر پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک سیڑھی نیچے اتر کر خطبہ پڑھا اور جب حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے دو سیڑھی نیچے اتر کر خطبہ ارشاد فرمایا مگر حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اسی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ یہ سن کر حاضرین میں سے ایک زندہ دل درباری عالم نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! درحقیقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا آپ پر تو ایک بڑا احسان ہے کیونکہ اگر وہ بھی منبر نبوی میں نیچے ایک سیڑھی لگوا کر اس پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے اور یہ دستور ہو جاتا کہ ہر پچھلا خلیفہ اپنے پہلے خلیفہ سے ایک سیڑھی نیچے اتر جائے اور زمین کھود کر منبر کے نیچے ایک سیڑھی کا اضافہ کر کے اس پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا کرے تو اب تک اتنے خلیفہ ہو چکے ہیں کہ آپ تو کنویں کے اندر سے خطبہ پڑھتے۔ یہ سن کر متوکل باللہ اور تمام مصاحبین ہنس پڑے اور قہقہوں کی آندھی میں متوکل باللہ کا اعتراض غبار بن کر اڑ گیا۔ (ثمرات الاوراق ج ۱ ص ۱۵۳)

نتیجہ: اس سوال کا تحقیقی جواب تو یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو اوپر والی سیڑھی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جگہ پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اس میں ایک بڑا راز تھا جس کو امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود کسی موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ منبر نبوی میں کل تین ہی سیڑھیاں تھیں۔ اگر میں تیسری سیڑھی پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جگہ پر

www.waseemziyai.com

کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتا تو لوگوں کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید میں اپنے آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برابر سمجھتا ہوں اور اگر میں درمیان والی سیڑھی پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ پر کھڑے ہو کر خطبہ بیان کرتا تو کسی کو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ شاید میں اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہم مثل سمجھتا ہوں حالانکہ میں نہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر ہوں نہ حضرت عمر فاروق کے۔ اس لیے میں اوپر والی سیڑھی پر حضور اقدس ﷺ کی جگہ پر کھڑا ہو گیا کہ اب کسی کو یہ وہم ہی نہیں ہو سکتا کہ میں رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برابری کا مدعی ہوں! درباری عالم متوکل باللہ کے سامنے یہ جواب بھی پیش کر سکتے تھے مگر انہوں نے ظریفانہ رنگ میں نہایت ہی مختصر اور انتہائی دلچسپ جواب دے کر ہنسی ہنسی میں متوکل باللہ کی بات ہی کاٹ دی۔ نہ کوئی تلخی پیدا ہوئی نہ ہی بحث و تکرار کی نوبت آئی۔ یہ درحقیقت ایک بہت ہی حکیمانہ طرز تکلم تھا جو صورتحال اور موقع کی نزاکت کے لحاظ سے انتہائی برمحل اور بے حد مناسب تھا کیونکہ ایک علم مجلسی کے ماہر متکلم کا یہ بہت ہی بڑا کمال ہے کہ وہ اپنی گفتگو میں "ہر سخن نکتہ و ہر نکتہ مقامے دارد" کے انمول اصول کو مدنظر رکھے۔ کہیں سخت کلامی و تلخ نوائی کی ضرورت ہوتی ہے اور کہیں نرم گفتاری و شیریں کلامی تلوار کی دھار سے بڑھ کر کام کرتی ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

درشتی و نرمی بہم در بہ است
چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است

یعنی نرمی اور سختی دونوں ساتھ ساتھ بہترین ہیں۔ جیسے آپریشن کرنے والا زخم بھی لگاتا ہے اور مرہم بھی رکھ دیتا ہے۔ دور حاضر کے علماء کو بھی اپنی گفتگو میں ہمیشہ یہ نکتہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ

گزر جا بن کے سیل تندروکوہ و بیاباں سے
گلستان راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں بن جا

www.waseemziyai.com

علم کے لیے مالی قربانی

مسند العراق علی بن عاصم جب علم حدیث پڑھنے کے لیے چلے تو ان کے والد نے ایک لاکھ درہم دے کر فرمایا کہ نورنظر یہ ایک لاکھ درہم لے لو اور علم کی طلب میں یہ سب خرچ کر ڈالو۔ مگر یاد رکھو کہ ان ایک لاکھ درہموں کا معاوضہ تم کو اس طرح ادا کرنا ہوگا کہ ان کے بدلے ایک لاکھ حدیثیں اپنے سینے میں محفوظ کر کے مجھے منہ دکھانا۔ ہونہار اور اطاعت شعار بیٹے نے اپنے باپ کی امیدوں کو برباد نہیں کیا بلکہ اتنی محنت اور عرق ریزی سے علم حاصل کیا کہ ایک لاکھ سے زیادہ حدیثوں کو زبانی یاد کرلیا اور اپنے محدثانہ علمی کمال کی بدولت تمام دنیائے اسلام سے خراج تحسین حاصل کیا اور مسند العراق کے معزز لقب سے سرفراز ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۸۹)

اسی طرح ہشام بن عبداللہ محدّث نے علم حدیث کی تحصیل میں بڑے لمبے لمبے سفر کیے اور مشہور درسگاہوں کے شیوخ سے علم حدیث پڑھا اور اپنی طالب علمی میں سات لاکھ درہم خرچ کیے۔ اس طرح حافظ کبیر الدین بن سنجر نے نو ہزار اشرفیاں اور حافظ ابن رستم نے تین لاکھ درہم اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈیڑھ لاکھ درہم علم حدیث کی طلب میں صرف کیے۔ (تذکرۃ الحفاظ وغیرہ)

نتیجہ: علم دین کی طلب میں علماء سلف کی مالی قربانی کا یہ ریکارڈ زمانہ حال کے مسلمانوں کے لیے قابل عبرت ہے جو مالدار ہونے کے باوجود یہی چاہتے ہیں کہ مدارس اسلامیہ میں ان کے بچوں کو خورد ونوش کا بار مدرسہ ہی کے سر ڈالا جائے اور درسی کتابیں بھی مدرسہ ہی کی طرف سے فراہم کی جائیں اور مدارس اسلامیہ میں یہ ساری سہولتیں فراہم ہونے کے باوجود بھی مسلمان اپنے بچوں کو علم دین پڑھانے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ہائے افسوس! مسلمانو! میں تمہاری ذہنیت کے اس انقلاب عظیم پر رونے کے لیے کہاں سے آنسو لاؤں؟ اور کس کس طرح سے ماتم کروں؟ تم کل کیا تھے؟ اور آج کیا ہو گئے؟ آہ

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تمہیں پاس نہیں

www.waseemziyai.com

بغداد کا ایک مفلس طالب علم

حافظ الحدیث حجاج بغدادی جب حضرت شبابہ محدّث رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں علم حدیث پڑھنے کے لیے جانے لگے تو ان کی پونجی کی کل کائنات اتنی ہی تھی کہ ان کی غریب ماں نے ایک سو کلچے پکا دیئے تھے جن کو وہ ایک مٹی کے گھڑے میں بھر کر اپنے ساتھ لے گئے۔ روٹیاں تو ماں نے پکا دی تھیں۔ ہونہار طالب علم نے سالن کا خود انتظام کرلیا اور سالن بھی اتنا کثیر ولطیف کہ سینکڑوں برس گزرنے کے باوجود کبھی کچھ نہیں ہوا اور ہمیشہ ہی تازہ ہی رہا۔ وہ کیا؟ دریائے دجلہ کا پانی۔ روزانہ ایک کلچہ دریا کے پانی میں تر کر کے کھا لیتے اور شبانہ روز انتہائی محنت کے ساتھ سبق پڑھتے رہتے۔ یہاں تک کہ جب کلچے ختم ہو گئے تو مجبوراً استاذ کی درس گاہ کو خیر باد کہنا پڑا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۳۰)

تین بھوکے طلبہ دربار رسول میں

امام طبرانی، علامہ ابن المقری، امام ابوالشیخ رحمہم اللہ یہ تینوں شیخ حدیث جو آسمان شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمک رہے ہیں۔ ان تینوں پر ایک ایسا دور بھی گزرا ہے کہ یہ تینوں ایک ہی زمانہ میں مدینہ منورہ کی درس گاہ حدیث میں پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ ان تینوں ہونہار طلبہ پر مفلسی کا ایسا حملہ ہوا کہ ایک دانہ بھی کھانے کے لیے ان تینوں کے پاس نہیں رہا۔ روزہ پر روزہ رکھتے رہے مگر جب بھوک کی شدت نے بالکل ہی مضطرب کر دیا اور طاقت جواب دینے لگی تو ان تینوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضر ہو کر فریاد کی کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ بھوک سے بے تاب ہیں۔ یہ عرض کر کے امام طبرانی تو آستانہ مبارک پر ہی بیٹھ رہے اور کہا کہ اس در پر یا موت آئے گی یا روزی۔ اب یہاں سے نہیں اٹھوں گا مگر ابن المقری اور ابوشیخ لوٹ کر اپنی قیام گاہ پر چلے آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دونوں نے دروازہ کھول کر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ علوی خاندان کے ایک برگزیدہ بزرگ دو غلاموں کے ساتھ کھانا لے کر تشریف فرما ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ آپ لوگوں نے دربار رسول میں بھوک کی شکایت کی تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی ابھی مجھے

www.waseemziyai.com

خواب میں اپنی زیارت سے مشرف فرما کر حکم فرمایا کہ آپ لوگوں کے پاس کھانا پہنچا دوں چنانچہ جو کچھ بروقت مجھ سے ہو سکا حاضر ہے اس کو آپ لوگ قبول فرمالیجئے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۷۱)

نتیجہ: مذکورہ بالا دونوں واقعات میں چند نہایت ہی عبرت خیز اور رقت انگیز نتائج کی تجلیاں ہیں۔

ا- علماء سلف تحصیل علم میں اس طرح پروانہ وار جدو جہد فرماتے تھے کہ فقر و فاقہ اور بھوک پیاس کی حوصلہ شکن مصیبتیں بھی ان کے پائے استقلال کو متزلزل نہیں کر سکتی تھیں نہ جیب میں ایک پیسہ ہوتا تھا نہ جھولی میں روٹی کا ایک ٹکڑا فاقہ کرتے تھے مگر علم کی تلاش میں پا پیادہ سفر کرتے رہتے تھے۔ بھوک پیاس سے نڈھال ہو کر گر پڑتے بلکہ بعض اوقات بے ہوش بھی ہو جاتے مگر پھر بھی کسی سے سوال نہیں کرتے تھے اور برابر والہانہ جذبہ عشق وشوق سے سرشار ہو کر درس گاہوں کا چکر لگاتے رہتے تھے اور احادیث لکھتے اور یاد کرتے رہتے تھے۔ اللہ رے تشنگان علم کی پیاس اور عاشقان علم کا جوش وخروش اے زمین بتا دے؟ اے آسمان بول؟ کیا تم نے اس دور میں بھی کسی طالب علم کے اندر اس جوش وخروش اور ہوشربا جدو جہد کا جذبہ دیکھا ہے؟ کہ

دو قدم چلنے کی بھی نہیں طاقت مجھ میں
عشق کھینچے لیے جاتا ہے میں کیا جاتا ہوں

ان دونوں واقعات نے اس مسئلہ کو بھی حل کر دیا کہ علم دین کے ان پہاڑوں اور ملت اسلامیہ کے ان مضبوط ستونوں نے جن کے علم وعمل صالح کی مثال دورِ حاضر کے مولویوں نے خواب میں نہ دیکھی ہوگی۔ حل مشکلات کے لیے رحمتِ عالم کے مقدس دربار سے بڑھ کر کسی در کو نہیں سمجھا اسی لیے بھوک پیاس کی مصیبت کو ٹالنے کے لیے ان برگزیدہ بزرگوں نے یا رسول اللہ کا نعرہ لگا کر دربار رسالت میں استغاثہ پیش کیا اور دفع بلیات وحل مشکلات کے لیے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کی اور مدد مانگی۔ روضہ اقدس پر کھڑے ہو کر دونوں عالم کے داتا سے کھانا پینا طلب کیا' کہاں ہیں؟ وہ دیوبندی ملا جو اپنی تقریروں اور تحریروں

www.waseemziyai.com

میں یہ راگ الاپتے پھرتے ہیں کہ یا رسول اللہ کا نعرہ لگانا اور رسول خدا سے اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگنا شرک ہے للہ! وہ ہمیں بتائیں کہ امام طبرانی، ابن المقری، ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہم نے جو مسجد نبوی میں مصلے پر بیٹھ کر رسولِ خدا سے کھانا پانی مانگا تو کیا ان علم و عمل کے قدسی صفت بزرگوں نے مدینۃ الرسول میں مسجد نبوی کے اندر شرک کیا، تو بہ نعوذ باللہ، اگر آسمان امت کے ان ستاروں کو شرک کا مرتکب کہا جائے تو پھر وہ کون لوگ ہوں گے جنہیں ہم مسلمان کہہ سکیں گے؟

پھر غور کیجئے کہ دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فریاد و استعانت کرتے ہی رحمت عالم کا دریائے رحمت اس طرح جوش میں آ گیا کہ اپنے ایک فرزند کو جواب میں حکم دے کر فوراً ہی کھانا عطا فرما دیا۔ یہ کھلی ہوئی دلیل ہے کہ رحمت عالم باذن اللہ اپنی امت کے حاجت روا، مشکل کشا، دافع البلاء ہیں اسی لیے علماء حق کا یہی عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باذن اللہ اپنا حاجت روا جان کر دین و دنیا کی تمام حاجتیں اور مرادیں طلب کرنا، استمداد و استعانت کرنا یقیناً جائز اور درست ہے اور یہی اکابر علمائے امت اور صوفیائے ملت کا معمول ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

مانگیں گے، مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ "لا" ہے، نہ حاجت "اگر" کی ہے

درحقیقت ایمان کی بات بھی یہی ہے کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں پروردگار عالم نے اپنے حبیب کے دست کرم میں عطا فرما دی ہیں۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَآئِنُ الْاَرْضِ یعنی زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کر دی گئی ہیں اور اَللّٰہُ یُعْطِیْ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ "یعنی اللہ تعالیٰ ہر نعمت کا دینے والا ہے اور میں ہر نعمت خداوندی کا تقسیم کرنے والا ہوں۔ پھر بھلا وہ کون سی نعمت اور دولت ہے جو در رسول سے نہیں مل سکتی؟ راز الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے ؎

درِ رسول سے اے رازؔ کیا نہیں ملتا
کوئی پلٹ کے نہ خالی گیا مدینے سے

www.waseemziyai.com

رات بھر میں ایک ہزار مسائل

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک رات امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مہمان بن کر ٹھہرا۔ میں تو رات میں نماز پڑھتا رہا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ رات بھر بستر پر لیٹے رہے۔ مجھے ان کا یہ طریقہ پسند نہیں آیا۔ پھر وہ صبح کو اٹھے تو بغیر وضو کیے فجر کی سنتیں پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں نے حیران ہو کر تعجب سے دریافت کیا کہ آپ رات بھر سوتے رہے اور بغیر وضوئے نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں رات بھر سوتا رہا ہوں؟ استغفر اللہ! میں نے اس رات ایک ہزار سے زیادہ مسائل قرآن مجید سے استنباط کیے ہیں۔ تم نے رات بھر جو نمازیں پڑھی ہیں ان کا فائدہ صرف تمہاری ہی ذات کو پہنچے گا اور میں نے جو عمل خیر کیا ہے اس کا نفع ساری امت کو پہنچے گا اور میں رات بھر بستر پر لیٹا اس لیے رہا کہ مجھے لیٹ کر مسائل کے سوچنے میں زیادہ دلجمعی حاصل رہتی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حقیقت حال سے مطلع ہو کر اپنی بدگمانی پر شرمندہ ہو گئے۔ (روح البیان ج ۵ ص ۱۴۰)

نتیجہ: اس تاریخی واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ مجتہدین امت و فقہائے ملت نے مسائل کے سوچنے، حل کرنے، ان کی ترتیب و تدوین میں کتنی محنت شاقہ اٹھائی ہے؟ تب جا کر فقہ کا انمول ذخیرہ ہمارے ہاتھوں میں پہنچا ہے مگر افسوس کہ ہم بدشوق اور کم ہمت طلبہ و علماء آج مسائل کو اچھی طرح پڑھ لینے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے۔ نہ علم کا جذبہ، نہ عمل کا شوق، آرام طلبی، تن پروری کا عفریت ہر ایک کے سر پر سوار ہے اور سب کے سب خوش پوشاکی اور تن آسانی کے نشہ میں مست الست بنے بیٹھے ہیں۔ جب طلبہ اور علماء کا یہ حال ہے تو پھر عوام الناس کی غفلت شعاری اور بدکرداری کا کیا عالم ہوگا؟

افسوس! قوم مسلم کا کیا حال ہو گیا؟

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں　　امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں

www.waseemziyai.com

ایک ہفتہ میں حافظ قرآن

منقول ہے کہ جب امام محمد بن حسن شیبانی حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہما) کی خدمت میں علم فقہ پڑھنے کے لیے گئے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم پہلے قرآن مجید حفظ کرلو۔ پھر میرے پاس آجاؤ چنانچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک ہفتہ غائب رہے۔ پھر آٹھویں دن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ میں حاضر ہوگئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تم سے قرآن مجید حفظ کر لینے کو کہا تھا۔ تو پھر یہاں کیوں چلے آئے؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور والا میں نے آپ کے حکم کے مطابق قرآن مجید حفظ کرلیا اس لیے حاضر ہوگیا ہوں۔

(روح البیان ج۵ص۱۴۰)

نتیجہ: اس خداداد قوت حافظہ کو فضل خداوندی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

علمائے سلف میں بہت سے ایسے خوش نصیب ہوئے ہیں جن کی قوت حافظہ کو کرامت کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

اصمعی کی یادداشت

خلیفہ مامون رشید کا وزیر حسن بن سہیل جب عراق آیا تو اس نے عراقی علماء اد باء سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی چنانچہ اصمعی، ابوعبیدہ، ابوبکر نحوی وغیرہ بارگاہ وزارت میں حاضر کیے گئے۔ وزیر نے پہلے تو حاجت مندوں کی پچاس عرضیوں پر دستخط کیے۔ پھر ان علماء کی طرف متوجہ ہوا۔

جب گفتگو چلی تو دوران گفتگو میں امام زہری، ابوقتادہ رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ کی بے پناہ قوت حافظہ کا ذکر چھڑ گیا کہ لاکھوں احادیث اور لاکھوں اشعار عرب ان کو زبانی یاد تھے اور یہ لوگ ایک مرتبہ جو مضمون پڑھ لیتے یا سن لیتے تھے تو وہ عمر بھر کے لیے ان لوگوں کو یاد ہوجاتا تھا۔

www.waseemziyai.com

یہ سن کر ابوعبیدہ نے کہا کہ وزارت مآب! یہ تو ان علمی جواہر پاروں کے تذکرے ہیں جو خزانہ زمین بن چکے اس وقت یہاں اور اسی مجلس میں ایسے ایسے قوت حافظہ کے بادشاہ موجود ہیں کہ کسی کتاب کو ایک مرتبہ پڑھ لینے کے لیے بعد عمر بھر دوبارہ انہیں اس کتاب کو دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑی اور ایک مرتبہ جو بات ان کی قوتِ حافظہ کے خزانے میں محفوظ ہوگئی پھر کبھی نہیں نکلی۔ اتنے میں اصمعی بول اٹھے کہ عزت مآب! یہ میری طرف اشارہ کررہے ہیں۔ میں بڑے بول کا عادی نہیں لیکن ابوعبیدہ نے میرا پردہ فاش کردیا ہے تو میں اس مجلس میں ان کے دعویٰ کو اس طرح ثابت کرتا ہوں کہ اگر اجازت ہو تو وزارت مآب نے اب تک جتنی عرضیوں پر دستخط فرمائے ہیں۔ میں ان سب عرضیوں کا مضمون لفظ بہ لفظ زبانی سنادوں چنانچہ سب عرضیاں واپس لوٹائی گئیں اور اصمعی نے ایک ایک عرضی کا ترتیب وار پورا پورا مضمون لفظ بہ لفظ زبانی سنانا شروع کردیا اور بتانے لگا کہ فلاں عرضی کے سائل کا نام یہ ہے۔ کام یہ ہے اور اس پر وزارت مآب کا حکم یہ ہے۔ اسی طرح جب وہ چالیس عرضیوں کا مضمون سنا چکا تو حاضرین میں سے ابونصر نے کہا کہ اصمعی! کیا کرتے ہو۔ بس کرو اپنی جان پر رحم کرو۔ کہیں نظر نہ لگ جائے۔ یہ سن کر وہ چہکتا بلبل خاموش ہوگیا اور حسن بن سہیل حیرت واستعجاب کا مجسمہ بن کر بڑی دیر تک اصمعی کا منہ تکتا رہا۔ (علماء سلف ص ۴۴)

قوت حافظہ کا کمال

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس بیان کرتے ہیں کہ میں بریلی میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ مزاج ناساز ہے اور ڈاکٹروں نے زیادہ ملاقات کا اور بات کرنے سے منع کردیا ہے لیکن میں جب پہنچا تو مجھے ملاقات کا شرف بخشا گیا۔ میں نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت نماز مغرب پڑھ کر اپنے پلنگ پر رونق افروز ہوئے اور ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ پھر مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خان صاحب اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اور جناب مولانا حشمت علی صاحب بریلوی اور ایک کوئی اور صاحب تشریف لائے اور پلنگ کے قریب

www.waseemziyai.com

کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے خطوط کی ایک گڈی حضرت مولانا امجد علی صاحب کو دے کر یہ فرمایا کہ آج تیس خطوط آئے تھے۔ایک میں نے کھول لیا ہے۔ یہ ۲۹ خطوط ہیں گن لیجئے۔ انہوں نے گن کر ایک لفافہ کھولا جس میں کئی ورق پر چند سوالات تھے۔ وہ سب پڑھ کر انہوں نے اعلیٰ حضرت کو سنائے۔ اعلیٰ حضرت نے پورا خط سن کر جواب تحریر کرانا شروع فرمادیا اور پہلے سوال کے جواب میں ایک فقرہ فرمادیا۔ وہ لکھنے لگے اور لکھ کر کہا جی حضور۔اعلیٰ حضرت نے اس کے آگے کا فقرہ فرمادیا۔ وہ لکھنے لگے اور لکھ کر کہا جی حضور۔اعلیٰ حضرت نے اس کے آگے کا فقرہ فرمادیا۔ وہ لکھ کر پھر جی حضور کہتے اور اعلیٰ حضرت اس کے آگے کا فقرہ فرمادیا کرتے۔ اسی جی حضور کہنے کے درمیان ایک دوسرے صاحب نے اپنا خط سنانا شروع کردیا۔ جب یہ جی حضور کہتے وہ رک جاتے اور جب یہ فقرہ سن کر لکھنے لگتے تو وہ اپنا خط سنانے لگتے۔ اسی طرح انہوں نے اپنا خط ختم کیا اور ان کو بھی ان کے پہلے سوال کے متعلق جو فقرہ مناسب تھا وہ ارشاد فرمادیا۔ اب دونوں صاحب اپنا اپنا فقرہ لکھ لینے کے بعد جی حضور، جی حضور کہتے اور جواب ملنے پر لکھنا شروع کردیتے اسی حالت میں ان دو، جی حضور، جی حضور کے درمیان جتنا وقت بچتا اس میں تیسرے صاحب نے اپنا خط سنانا شروع کردیا۔ اب چوتھے صاحب نے ان تین جی حضور، جی حضور کے درمیان جو وقت بچتا اس میں اپنا خط سنانا شروع کردیا اور اس طرح خط سنا کر انہوں نے بھی جواب لکھنا شروع کردیا۔ اب اسی حالت میں جبکہ چار چار آدمیوں کو مختلف مسائل کے جوابات اعلیٰ حضرت تحریر کرارہے تھے۔

اتنے میں ایک صاحب نے زبانی کچھ مسائل پوچھنے شروع کردیئے۔ مجھے ان پر بڑا غصہ آیا کہ اس حالت میں بھلا سوال پوچھنے کا کیا موقع تھا؟ مگر اعلیٰ حضرت کو ذرہ برابر بھی ملال نہیں ہوا اور بہت اطمینان سے ان کے سوالات کا جواب دیتے رہے۔ اس طرح ۲۹ خطوط کے جوابات اعلیٰ حضرت نے تحریر کرائے۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے پسینہ آگیا کہ میں نے تمام عمر میں کبھی ایسے قوی حافظہ کا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۴۸)

نتیجہ: قوت حافظہ علم کی جان اور علم کی آفت نسیان ہے جس کا حافظہ جس قدر قوی

www.waseemziyai.com

ہوگا۔ ظاہر ہے کہ وہ علمی کمال میں بھی اتنا ہی بلند پایہ ہوگا اور جو نسیان کا مریض ہوگا وہ جو کچھ پڑھے گا بھولتا جائے گا۔ پھر اس کو بھلا علمی ترقی کہاں سے نصیب ہوگی۔ اب ان اکابر ملت کی قوت حافظہ کے کمال کو دیکھ کر ان کے علمی تبحر اور وسعت معلومات کا اندازہ لگایئے کہ اگر ان بزرگوں کو علوم و معارف کا سمندر کہا جائے تو یہ ایک ایسی حقیقت کا اظہار ہوگا جو آفتاب سے کہیں زیادہ روشن و تابناک ہے مگر افسوس کہ اس دور جہالت میں ان نفوس قدسیہ کا دیدار بھلا کب ممکن ہے؟ ہائے رے انقلاب!؎

رہا کوئی امت کا ملجانہ ماوی
نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ ملا

نسیان کا علاج

حضرت وکیع بن الجراح محدث سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت میرا حافظہ بے حد خراب ہے جو کچھ پڑھتا ہوں بھول جاتا ہوں۔ میں نسیان کی بیماری سے تنگ آچکا ہوں۔ اس کا کوئی علاج بتایئے؟ آپ نے فرمایا تم چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہوں سے بچو۔ تمہارا نسیان جاتا رہے گا اور قوت حافظہ قوی ہو جائے گی اس شخص نے فوراً ہی وکیع کی اس نصیحت کو دو شعروں میں قلم بند کر دیا ؎

شَكَوْتُ اِلٰی وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِىْ فَاَوْصَانِىْ اِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِىْ
وَذٰلِكَ اَنَّ حِفْظَ الْعِلْمِ فَضْلٌ وَفَضْلُ اللهِ لَا يُعْطٰى لِعَاصِىْ

یعنی میں نے حافظہ خراب ہونے کی حضرت وکیع سے شکایت کی تو انہوں نے مجھے یہ وصیت فرمائی کہ تم گناہوں کو چھوڑ دو کیونکہ علم کو حفظ کرنا یہ فضل خداوندی ہے اور اللہ کا فضل نافرمان کو نہیں عطا کیا جاتا۔ (مستطرف ج ۱ ص ۲۱)

قوتِ حافظہ کی دعائیں

اس موقع پر قوتِ حافظہ کی چند مجرب دعائیں بھی تحریر کر دیتا ہوں تاکہ علماء اور طلبہ اس سے فیض یاب ہوں مولیٰ تعالیٰ سب کو اپنے فضل سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

www.waseemziyai.com

قرآن مجید یا کتاب پڑھنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیا کریں:

بِسْمِ اللّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ عَدَدَ كُلِّ حَرْفٍ كُتِبَ وَيُكْتَبُ اَبَدَ الْاٰبِدِيْنَ وَدَهْرَ الدَّاهِرِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ ۔

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ اپنا پڑھا ہوا ایک حرف بھی فراموش نہ کرے تو وہ اپنا سبق پڑھنے یا کتاب کا مطالعہ شروع کرتے وقت ایک مرتبہ یہ دعا پڑھ لے۔

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا حِكْمَتَكَ وَانْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ؕ

سیدی شہاب الدین احمد بن موسیٰ بن عجیل علیہ الرحمہ نے دریافت فرمایا کہ قوت حافظہ کے لیے ہر نماز کے بعد دس مرتبہ یہ دعا پڑھ لے:

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا رَبَّ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ يَا رَبَّ اِبْرَاهِيْمَ يَا رَبَّ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْهِمْنِيَ الْفَهْمَ وَارْزُقْنِيَ الْعِلْمَ وَالْحِكْمَةَ وَالْعَقْلَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔ (مستطرف ج ا ص ۲۲)

تیری داڑھی میں کتنے بال؟

ایک شخص نے کرسی پر بیٹھ کر نہایت گھمنڈ کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ فرش سے عرش تک جس چیز کے بارے میں تم لوگ چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ اتفاق سے وہاں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو آپ نے اس کے غرور کو توڑنے کے لیے فرمایا کہ اچھا بتا تیری داڑھی میں جو بال ہیں وہ طاق ہیں یا جفت؟ وہ لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا۔ پھر لوگوں نے

www.waseemziyai.com

دریافت کیا کہ اے امام! آپ ارشاد فرمائیے؟ تو آپ نے فرمایا کہ داڑھی کے بال جفت ہیں۔ مغرور نے کہا کہ اس کی دلیل؟ حضرت امام نے فرمایا کہ اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے کہ وَمِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ ہر مخلوق زوج یعنی جفت ہے اور اللہ تعالیٰ طاق ہے۔ یہ سن کر وہ گھمنڈی بے حد شرمندہ ہوا۔ (نزہۃ المجالس)

نتیجہ: اس واقعہ سے جہاں یہ نکلا کہ مغرور اور گھمنڈی شخص کا انجام ذلت و رسوائی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہاں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذہانت و دانائی کا قرآن فہمی وقوتِ استنباط کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سبحان اللہ! مولیٰ کائنات کے سینۂ ولایت سے اکتساب فیض اور نبی رحمت کے مشکوٰۃ نبوت سے اقتباس نور کرنے والے فرزند بتول کے علوم اور معارف کا کیا کہنا۔ سچ ہے کہ

علی کا گھر بھی وہ گھر ہے کہ جس گھر کا ہر اک بچہ
جہاں پیدا ہوا شیرِ خدا معلوم ہوتا ہے

ابو العیناء کے لطائف

ان کا نام محمد ہے۔ یہ ہواز میں پیدا ہوئے اور بصرہ میں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ یہ بچپن ہی سے نابینا ہو گئے تھے مگر حافظہ نہایت ہی قوی تھا۔ پھر اصمعی جیسا باکمال استاذ مل گیا۔ اس لیے علم ادب اور علم حدیث میں بہت ہی نامور عالم ہو گئے۔ حافظ قرآن بھی تھے اور لطیفہ گوئی اور حاضر جوابی میں تو اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ خلیفہ بغداد نے اپنے نوتعمیر محل میں پھرانے کے بعد پوچھا کہ کہو ابو العیناء! ہمارا محل کیسا ہے؟ ابو العیناء نے جواب دیا کہ اِنَّ النَّاسَ بَنَوُا الدَّارَ فِی الدُّنۡیَا وَاَنۡتَ بَنَیۡتَ الدُّنۡیَا فِی الدَّارِ یعنی لوگوں نے دنیا میں گھر بنائے ہیں مگر آپ نے اپنے گھر میں دنیا بنا دی ہے۔

خلیفہ متوکل اس جواب سے بے حد محظوظ ہوا اور کہا کہ تم آج سے ہمارے مصاحبوں میں شامل ہو جاؤ۔ ابو العیناء نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! میں اندھا آدمی ہوں جو

www.waseemziyai.com

لوگ بارگاہِ خلافت میں حاضری سے باریاب ہوتے ہیں وہ امیر المؤمنین کی خدمت گزاری کرتے ہیں اور میں دوسروں کا محتاج ہوں۔ پھر بادشاہ کی نظر کا کوئی اعتبار نہیں۔ کسی دن نظر سیدھی ہوتی ہے دل میں ملال ہوتا ہے کسی روز نظر پھری لیکن دل میں گنجائش ہوتی ہے۔ میں اندھا ہونے کے سبب سے ان حالتوں کو پہچان نہیں سکوں گا اور کسی دن مارا جاؤں گا۔

خلیفہ ابوالعیناء کی اس صاف گوئی سے ایک دم ناراض ہوگیا اور کہا کہ ابوالعیناء! ہم نے سنا ہے کہ تم لوگوں کی ہجو میں اشعار لکھ دیا کرتے ہو؟ ابوالعیناء نے جواب دیا کہ جی ہاں! آخر خداوند تعالیٰ نے بھی تو اچھوں کو اچھا اور بروں کو برا کہا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے فرمایا کہ نِعْمَ الْعَبْدُ ط اِنَّهٗ اَوَّابٌ (ص:۴۴) وہ بہت اچھے بندے ہیں اور خدا کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے ہیں اور دشمن رسول ولید بن مغیرہ کے لیے فرمایا کہ

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيمٍ ۝ (قلم) وہ عیب جو، چغل خور، بھلائی کو روکنے والا، سرکش گناہ گار ہے۔

اے امیر المؤمنین! اگر میں اچھوں کو اچھا اور بروں کو برا نہ کہوں تو بھلائی اور برائی یہ دو نام بیکار ٹھہرے اور مجھ کو جو کان اور زبان ملی تو کیوں اور کس لیے؟ خلیفہ ابوالعیناء کا یہ برجستہ جواب سن کر خاموش ہوگیا۔

اسی طرح ۲۴۵ھ میں یہ واقعہ ہوا کہ خلیفہ نے ابن سلمہ نامی ایک شخص کو خزانہ شاہی کا مطالبہ وصول کرنے کے لیے موسیٰ اصفہانی کوتوال کے سپرد کردیا۔ موسیٰ نے ابن سلمہ پر سختی کی کہ وہ بے چارہ جان سے جاتا رہا اور یہ خبر شہر بھر میں مشہور ہوگئی۔ کسی امیر نے ابوالعیناء سے پوچھا کہ ابن سلمہ کی کیا خبر ہے؟

ابوالعیناء نے جواب میں فوراً یہ آیت پڑھ دی کہ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ (قصص:۱۵) یعنی موسیٰ نے اس کو ایسا مکہ مارا کہ اس کا کام تمام کردیا۔ یہ لطیفہ اتنا مشہور ہوا کہ سارے شہر میں پھیل گیا۔ یہاں تک کہ موسیٰ کوتوال کے کانوں تک پہنچ گئی۔

دوسرے دن ابوالعیناء نے اس ظالم کے سامنے بے ساختہ یہ آیت پڑھ دی اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًاۢ بِالْاَمْسِ (قص:۱۹) کیا تو چاہتا ہے کہ مجھ کو بھی اسی طرح

www.waseemziyai.com

مارڈالے جس طرح کل تو ایک شخص کو قتل کر چکا ہے۔ (نابینا علماء ص ۱۵)

نتیجہ: ابوالعیناء کا نابینا اور مفلس ہوتے ہوئے خلیفہ بغداد سے اتنی بے لوث صاف گوئی سے گفتگو کرنا یہ بڑی عالی ظرفی، اونچے کردار اور کمال استغناء کی دلیل ہے جو ایک عالمِ حقانی کے لیے بڑہ طرۂ امتیاز ہے اور انسانی عظمت کے لیے یہ وہ جوہر بے بہا ہے کہ تاجِ سلطانی اس کے مقابل مچھر کے پر سے بھی زیادہ حقیر و ذلیل ہے۔

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں
کہ استغنا میں پایا میں نے ''معراجِ مسلمانی''

علم کی عزت

خلیفہ بغداد ہارون رشید نے ایک مرتبہ مشہور عالمِ حدیث ابومعاویہ محمد بن ضریر کی دعوت کی۔ وہ آنکھوں سے معذور تھے۔ جب لوٹا اور چلمچی ہاتھ دھلانے کے لیے لائی گئی تو خلیفہ نے چلمچی تو خدمت گار کو دی اور خود لوٹا ہاتھ میں لے کر حضرت ممدوح کا ہاتھ دھلانے لگا اور کہا کہ اے ابومعاویہ! آپ نے پہچانا کہ کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ خلیفہ نے کہا ہارون! یہ سن کر ابومعاویہ کے دل سے یہ دعا نکلی کہ جیسی آپ نے علم کی عزت کی ایسی ہی اللہ تعالیٰ آپ کی عزت فرمائے۔ ہارون رشید نے کہا کہ اے ابومعاویہ! بس آپ کی اسی دعا کو حاصل کرنے کے لیے میں نے یہ کیا تھا۔

(حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۲۱۶)

پگڑی کے نیچے بزرگی

امام لغت محمد بن عباد بہت ہی جید عالم تھے لیکن شکل وصورت کے لحاظ سے بہت ہی غیر وجیہہ اور انتہائی بدشکل تھے۔ یہ خلیفہ بغداد ہارون رشید کے دربار میں پہنچے تو خلیفہ نے ان کا انتہائی اعزاز واکرام کیا۔ یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں سے ان کے سر پر عمامہ باندھنے لگا۔ خلیفہ کی ایک لونڈھی یہ منظر دیکھ کر مسکرانے لگی۔

خلیفہ نے پوچھا تو ہنس کیوں رہی ہے؟ محمد بن عباد فوراً بول اٹھے کہ امیر المؤمنین میں

www.waseemziyai.com

آپ کو بتایا ہوں۔ یہ میری بدصورتی اور آپ کے اس اعزاز واکرام پر ہنس رہی ہے۔ یہ سن کر خلیفہ مامون نے کہا کہ اے نادان لونڈی! تو تعجب مت کر تجھے کیا خبر؟ کہ اس پگڑی کے نیچے ایک مجسم بزرگی ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

وَهَلْ يَنْفَعُ الْفِتْيَانَ حُسْنُ وُجُوْهِهِمْ
اِذَا كَانَتِ الْاَعْرَاضُ غَيْرَ حِسَانٍ
فَلَا تَجْعَلِ الْحُسْنَ الدَّلِيْلَ عَلَى الْفَتٰى
فَمَا كُلُّ مَصْقُوْلِ الْحَدِيْدِ يَمَانِيْ

یعنی اگر آبرو میں کوئی حسن وخوبی نہ ہو تو جوانوں کے چہروں کی خوبصورتی سے کیا فائدہ؟ خوبصورتی کسی جوان کے کمال کی دلیل نہیں کیونکہ ہر صیقل کیا ہوا لوہا یمنی تلوار نہیں ہوتا۔ خلیفہ مامون کی یہ حقیقت افروز گفتگو سن کر پورے دربار پر سکتہ طاری ہو گیا اور لونڈی شرم وغیرت سے پانی پانی ہو گئی۔ (مستطرف ج۱ص۱۱۶)

نتیجہ: مذکورہ بالا دونوں حکایات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قوم مسلم کا ستارہ اقبال جب انتہائی عروج کی منزل میں تھا اور ساری دنیا میں اس قوم کی عظمت وشوکت کا ڈنکا بجتا تھا اور اقوام عالم کے دل ودماغ پر قوم مسلم کی برتری اور شاہانہ شان وشوکت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت عوام تو عوام، امراء تو امراء بادشاہوں کے دلوں میں بھی علماء دین کی عزت وعظمت کا رنگ گہرا تھا۔ اور وہ علماء کرام کی خدمت کو اپنے لیے سرمایۂ افتخار وعظمت تصور کرتے تھے اور ان باخدا بزرگوں کی دعاؤں سے اپنی جھولی کو گوہر مراد سے بھرتے تھے۔ مگر آج اسی قوم مسلم کا یہ حال ہے کہ مکان میں ہوں یا دکان میں، ہوٹل میں ہوں یا بازار میں ہر جگہ علماء دین کی تذلیل وتحقیر، ان کا محبوب ترین مشغلہ اور علماء کے ساتھ استہزاء اور بے ادبی ان کی ضروریاتِ زندگی میں داخل ہو گیا ہے اور درحقیقت اسی انقلاب کی یہ نحوست ہے کہ آج قوم مسلم کے سر پر ذلت ونکبت کا عفریت ہلاکت کا بھوت بن کر سوار ہو گیا ہے اور یہ قوم ذلت وخواری کے ایسے عمیق غار میں گرتی چلی جارہی ہے جہاں عزت وعظمت کے آفتاب کی

www.waseemziyai.com

شعاعیں بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ اس غضبِ خداوندی کو قیامت انگیز سانحہ نہ کہا جائے کہ قوم مسلم کے وہ جاہل، بدعمل، بدکردار، سودخور شرابی کبابی جن کے بدن کا رونگٹا رونگٹا پاپ کا ہمالیہ بنا ہوا ہے۔ محض اس لیے کہ وہ سیٹھ کہلانے لگے۔ علماء ملت کو جو اس دور میں بھی علوم و اعمالِ صالحہ کی دولت سے ایک حد تک مالا مال ہیں اتنا ذلیل وحقیر سمجھتے ہیں کہ ان بزرگوں کو اپنی مسند پر بٹھانا گوارا نہیں کرتے بلکہ ملنا بھی پسند نہیں کرتے۔

ہاں البتہ تجربہ شاہد ہے کہ یہی سیٹھ صاحبان معمولی معمولی غیر مسلم اور ملحد قسم کے لیڈروں اور سینما کے ایکٹروں اور ایکٹرسوں سے ملاقات کرنے اور ان کی تعظیم وتکریم کو اپنے لیے معراج سربلندی تصور کرتے ہیں! مسلمانوں کا یہ طرزِ عمل اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ ان کے دلوں سے اللہ و رسول کی عظمت اور دین اسلام کی عزت رخصت ہو چکی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ جس کے دل میں اللہ و رسول کی عظمت ہوگی وہ یقیناً دین کی شمع کا پروانہ ہوگا اور جو دیندار ہوگا وہ بلاشبہ علماء دین کا اکرام واحترام بھی کرے گا کیونکہ یہ ہی ہستیاں دینِ اسلام کا سرچشمہ ہدایت ہیں اور انہیں بزرگوں کا سینہ علوم قرآن وحدیث کا خزینہ اور مسائل دین کا گنجینہ ہے! حدیث شریف میں ہے کہ جو کسی عالمِ دین کی قدر و منزلت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو معزز اور صاحب وقار بنائے گا جو کسی عالمِ دین کی توہین کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل وخوار کرے گا مگر افسوس صد افسوس کہ آج مسلمانوں کو نہ اپنا ماضی یاد رہا نہ ان کو اپنے مستقبل کی فکر ہے۔ نہ انہیں اپنی ذلت وخواری کا احساس ہے نہ اعزاز و اکرام کا ذوق! افسوس!

غضب ہے بولہبی ظلمتوں کے طوفاں میں
نگاہ ''مصطفوی خط و خال'' بھول گئی

اخلاقیات

اس مردِ مجاہد کی ضرورت ہے جہاں کو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

www.waseemziyai.com

افضل الجہاد

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اَفۡضَلُ الۡجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنۡدَ السُّلۡطَانِ الۡجَائِرِ

یعنی کسی ظالم بادشاہ کے منہ پر حق بات کہہ دینی بہت ہی افضل قسم کا جہاد ہے۔ اس معیار پر بھی اگر علماء حق کی مقدس زندگی کو جانچنے کا شوق ہو تو مندرجہ ذیل حکایات کو دیدۂ عبرت سے دیکھئے اور جبین عقیدت جھکا کر حقانی علماء کی مجاہدانہ شجاعت کو سلام کیجئے کہ کس طرح ان حق پرستوں نے شیر کے منہ میں گھس کر، تلوار کی دھار پر گردن رکھ کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا، ظالم بادشاہوں کے منہ پر کلمہ حق کہا اور علمی وجاہت، علمی شجاعت اور استغناء وقناعت کی روحانی طاقت سے ظالم، جابر بادشاہوں کے تاج شاہی کو ٹھکرایا۔

علمی جلالت

بادشاہِ بغداد خلیفہ مہدی حج کے بعد جب مدینہ منورہ گیا اور مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو مشہور امام الحدیث ابن ابی ذئب اپنے حلقہ درس میں حدیث شریف کا سبق پڑھا رہے تھے اور پوری مسجد حاضرین درس سے بھری ہوئی تھی۔ خلیفہ کو دیکھ کر تمام حاضرین مجلس خلیفہ کی تعظیم کے لیے سروقد کھڑے ہو گئے مگر محدّث ابن ابی ذئب بدستور اپنی حالت پر بیٹھے رہے۔ چوبدار مسیّب بن زبیر نے کہا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ یہ امیر المؤمنین خلیفہ مہدی ہیں اس وقت محدّث ابن ابی ذئب نے عالمانہ وجاہت سے تڑپ کر فرمایا کہ اِنَّمَا یَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ آدمی صرف پروردگار عالم کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ خلیفہ مہدی اس جواب کی جلالت سے کانپ اٹھا اور کہا اے مسیّب! خدا کے لیے ان کو مت چھیڑ! واللہ ان کا ایک ہی جملہ سن کر میرے سر کے بال کھڑے ہو گئے۔

خلیفہ حاضری دے کر چلا گیا اور آپ پھر اپنے درس میں مشغول ہو گئے۔

سبحان اللہ! ایک حقانی عالم کی علمی جلالت کا کیا کہنا؟ اللہ اکبر۔

www.waseemziyai.com

نہ تخت و تاج میں، نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

اسی طرح خلیفۂ بغداد منصور جب حج کرنے آیا تو اس نے انہی محدث ابن ابی ذئب کو غروب آفتاب کے وقت کعبہ معظّمہ کے قریب بلایا۔ اس وقت ایک چوبدار مسیّب کے ہاتھ میں تلوار تھی اور دوسرے چوبدار ابن ہثیم کے ہاتھ میں لاٹھی۔ منصور نے پوچھا کہ اے ابن ابی ذئب! حسن بن زید کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ عدل کی کوشش کرتے ہیں، پھر دو تین مرتبہ یہ پوچھا کہ میرے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو ابن ابی ذئب نے عالمانہ وقار کے ساتھ برجستہ جواب دیا کہ وَرَبِّ هٰذِهِ الْبَنِيَّةِ اِنَّكَ لَجَائِرٌ اس عمارت (کعبہ) کے ربّ کی قسم ہے کہ تمہارے ظالم ہونے میں کوئی شک نہیں۔ یہ سن کر ربیع حاجب نے مارے غصہ کے آپ کی داڑھی پکڑ لی۔ اس وقت منصور نے بگڑ کر ڈانٹتے ہوئے کہا کہ اے اونڈی عورت کے بیٹے۔ خبردار ان کو چھوڑ دے تو جانتا نہیں کہ هٰذَا خَيْرُ اَهْلِ الْحِجَازِ یہ تمام اہل حجاز میں سے زیادہ برگزیدہ بزرگ ہیں۔ (تبصرہ تاریخ بغداد ص ۳۱)

نتیجہ: خلیفہ مہدی اور خلیفہ منصور دونوں نہایت ہی ظالم اور سفاک بادشاہ تھے۔ ایک انسان کو قتل کرا دینا ان دونوں کے نزدیک ایک مکھی یا مچھر کو مار ڈالنے سے بھی کمتر تھا مگر ان دونوں سے ابن ابی ذئب بال برابر بھی مرعوب نہیں ہوئے اور دونوں کے منہ پر کلمۂ حق کہہ دیا اور یہ ابن ابی ذئب کی علمی جلالت کی کرامت تھی کہ دونوں ظالم بادشاہ آپ کی خداداد عالمانہ ہیبت سے مرعوب ہو کر خوف سے لرزہ براندام ہو گئے اور آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکے مگر ابن ابی ذئب کی عالمانہ جرأت اور مجاہدانہ شجاعت کی داد دیجئے کہ تلوار کی دھار پر گردن پر رکھ کر انہوں نے کلمۂ حق کہہ دیا۔ کیوں نہ ہو؟ کہ

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

www.waseemziyai.com

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حجاج

حجاج بن یوسف ثقفی سلطنتِ بنوامیہ کا وہ ظالم وسفاک گورنر ہے جس نے ایک لاکھ آدمیوں کو اپنی تلوار سے قتل کیا اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کیے گئے ان کا تو شمار ہی نہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ساری امتیں اپنے اپنے منافقوں کو لائیں اور ہم صرف ایک حجاج کو پیش کر دیں تو ہمارا ہی پلہ بھاری رہے گا۔

ایک مرتبہ اسی حجاج بن یوسف کا قاصد حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہِ حدیث میں آیا اور پوچھا کہ کیا آپ حجاج کی طرف اشارہ کر کے منبر پر یہ فرمایا کرتے ہیں؟ کہ پہلے نفاق نقاب اور برقع میں چھپا رہتا تھا مگر اب وہ عمامہ باندھ کر اور تلوار لٹکا کر گھومتا پھرتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں بے شک میں یہ بات لوگوں سے کہا کرتا ہوں۔ قاصد نے کہا کہ یہ بات آپ کو کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں؟ کہ اس کام سے حجاج گورنر کو بہت ناگواری ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس لیے یہ بات کہا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے ہم عالموں سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم حق بات کو کبھی نہ چھپائیں اور کلمہ حق کو علی الاعلان بیان کرتے رہیں۔ قرآن میں خداوند عالم کا فرمان ہے: لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ یعنی ضرور ضرور لوگوں سے حق بات کہہ دو اور حق کو کبھی نہ چھپاؤ۔ حجاج کا قاصد آپ کی اس عالمانہ جرأت اور مجاہدانہ شجاعت پر حیران رہ گیا۔

(روح البیان ج ۲ ص ۱۴۲)

ابن السکیت اور متوکل

علامہ یعقوب بن اسحاق جو عام طور پر علامہ ابن السکیت کہلاتے ہیں بہت ہی جلیل القدر عالم دین تھے اور بادشاہ بغداد متوکل باللہ کے دونوں فرزند معتز باللہ اور مؤید باللہ کے معلم تھے اور دربارِ شاہی میں بڑا وقار و اعتبار رکھتے تھے ایک دن متوکل باللہ نے اپنی سلطنت کے غرور میں آپ سے یہ سوال کیا کہ میرے یہ دونوں فرزند آپ کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں یا حضرت امام حسن اور امام حسین؟

www.waseemziyai.com

یہ سوال سنتے ہیں علامہ ابن السکیت کے اسلامی خون میں ایمانی جذبات کا آتش فشاں پھٹ پڑا اور انہوں نے انتہائی جلال میں آکر فرمایا کہ اے متوکل! خدا کی قسم میرے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ادنیٰ غلام قنبر تجھ سے اور تیرے بیٹوں سے لاکھوں درجے بہتر اور محبوب تر ہے۔

یہ سننا تھا کہ متوکل مارے غصہ کے آگ بگولہ ہوگیا اور ظالم نے جلادوں کو حکم دیا کہ ابن السکیت کی زبان کھینچ کر نکال لی جائے اس حق گوئی اور حق پرور عالم حقانی کی زبان کھینچ لی گئی اور وہ شہید ہوگئے۔ (روح البیان ج ۲ ص ۳۱۴)

مسلمانو! دیکھ لو۔ یہ ہے ایک حق پرست عالمِ دین کی شان اکبر۔ کسی شاعر حق گو نے کیا خوب کہا ہے:

مردِ حق باطل کے آگے مات کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

حق پر استقامت

سہل بن مزاحم محدّث بڑی حسرت کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رحم فرمائے بار بار دنیا ان کے قدموں پر گری۔ مگر ہر بار انہوں نے دنیا کو اپنی ٹھوکروں سے ٹھکرا دیا اور دنیاوی جاہ و جلال کو قبول نہیں فرمایا اور کوڑوں کی ضرب شدید کو گوارا فرمالیا۔ دو مرتبہ آپ کو کوڑے لگائے گئے مگر حق پر استقامت سے آپ کے قدم نہیں ڈگمگائے۔

ایک مرتبہ اموی دور حکومت میں کوفہ کے گورنر عمر بن ہبیرہ نے آپ سے عہد قضا قبول کرنے پر اصرار کیا۔ آپ نے نہایت حقارت کے ساتھ اس عہدہ کو ٹھکرایا تو اس ظالم نے آپ کو سو کوڑے لگوائے بالآخر ہار مان کر آپ کو چھوڑ دیا۔ دس دن تک روزانہ جلاد آپ کو دس دس کوڑے مارتا رہا اور آپ ہر روز یہی فرماتے رہے کہ میں ایک ظالم حکومت کا جج بن کر اس کے ظلم میں شریک ہونے کا گناہ عظیم ہرگز ہرگز اپنے سر لینے کے لیے تیار نہیں۔

www.waseemziyai.com

دوسری مرتبہ جب عباسی سلطنت کے زمانے میں خلیفہ بغداد منصور نے آپ کو دربار میں طلب کر کے عہدہ قاضی القضاۃ پیش کیا تو آپ برابر انکار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خلیفہ نے جھلا کر کہا کہ خدا کی قسم تمہیں یہ عہدہ قبول کرنا پڑے گا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ خدا کی قسم میں کبھی بھی یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا۔

ربیع دربان نے کہا کہ اے ابوحنیفہ! کیا غضب کرتے ہو؟ تم امیر المؤمنین کے مقابلہ میں قسم کھاتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین کو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر لینا مجھ سے زیادہ آسان ہے۔ خلیفہ منصور نے غضب ناک ہو کر آپ کو قید کر دیا اور جلاد کو حکم دیا کہ جب تک یہ عہدہ قضا قبول نہ کریں روزانہ ان کو دس کوڑے لگائے جائیں۔ دوران قید میں ایک دن دربار میں بلا کر پھر منصور نے کہا کہ اے ابوحنیفہ! اپنی جان پر رحم کرو اور یہ عہدہ قبول کر لو۔

آپ نے فرمایا کہ خدا امیر المؤمنین کا بھلا کرے میں اس عہدہ کے لائق نہیں ہوں۔ منصور نے بگڑ کر کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ امام نے جواب دیا کہ اب تو امیر المؤمنین نے خود ہی میرے قول کی تصدیق کر دی کہ مجھ کو جھوٹا کہا۔ اگر واقعی میں جھوٹا ہوں تو ایک جھوٹا آدمی بھلا قاضی القضاۃ بننے کے لائق کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر میں سچا ہوں تو میں کہہ چکا ہوں کہ میں اس عہدہ کے لائق نہیں ہوں۔ منصور نے آپ کا جواب سن کر پھر آپ کو جیل بھیج دیا چنانچہ آپ اسی قید خانہ میں چھ دن بیمار رہ کر ۱۵۰ھ میں ستر برس کی عمر پا کر وصال فرما گئے۔

امام الحدیث ابن جریج کو جب آپ کی وفات کی خبر ملی تو ایک سرد آہ کھینچ کر انہوں نے انا للہ پڑھا اور کہا کہ اَیُّ عِلْمٍ ذَهَبَ هَائِ! کیسا علم اُٹھ گیا۔ (تبصرہ تاریخ بغداد ص ۴۴)

نتیجہ: اللہ اکبر! جیل خانہ اور کوڑوں کی ضربِ شدید اور موت کو امام نے گوارہ فرما لیا مگر حکومت کے سب سے بڑے معزز عہدہ کو قبول نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ اس معزز و با اقتدار عہدہ کو قبول کر لینے پر اگرچہ دنیاوی جاہ و جلال بہت ہی بڑا حاصل ہو جاتا ہے اور تنخواہ بھی زیادہ ملتی ہے مگر مشکل یہ تھی کہ ظالم حکومت تھی۔ بادشاہ کے ہر ظالمانہ حکم کی بحیثیت چیف جسٹس آپ کو تصدیق و تائید کرنی پڑتی اور سینکڑوں بے گناہوں کے خون ناحق کے ظالمانہ فیصلہ پر آپ کو مہر تصدیق لگانی پڑتی۔ یہ وہ بلائیں تھیں جس کو امام اعظم کا

www.waseemziyai.com

تقویٰ ہرگز ہرگز قبول نہیں کرسکتا تھا۔ اسی لیے امام ممدوح نے اپنی جان دے دی مگر اس عہدہ کو قبول نہیں فرمایا اور قیامت تک آنے والے علماء حق کو اپنے اس عملی شاہکار امام اعظم نے یہ درس دے دیا ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

منصور بن معتمر اور ابن ہبیرہ

عمر بن ہبیرہ سلطنت بنوامیہ کا بڑا ہی ظالم و جابر گورنر تھا۔ یہی وہ جلاد صفت شخص ہے جس نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کوڑے لگوائے تھے۔ اس نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح شیخ الحدیث حضرت منصور بن معتمر کو بھی دربار میں بلا کر جج کا عہدہ پیش کیا مگر اس پیکر علم و عمل محدث کبیر نے فرمایا کہ اے امیر! میں ہرگز ہرگز اس عہدہ کو قبول نہیں کرسکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ظالموں اور ظالموں کے مددگاروں اور ظالموں کی پارٹیوں یہاں تک کہ ان لوگوں کو جنہوں نے ظالموں کو قلم بھی دیا ہوگا یا دوات پیش کی ہوگی ان سب کو خدا کا منادی پکارے گا۔ پھر ان سب کو ایک ساتھ لوہے کے صندوق میں بند کرکے جہنم میں پھینک دے گا۔ عمر بن ہبیرہ نے آپ کا یہ حقانی کلام سن کر آپ کو دربار سے نکلوا دیا۔ (مستطرف ج ا ص ۱۰۵)

نتیجہ: ان نورانی حکایات میں آج کل کے سیاسی مولویوں کے لیے بہت بڑی عبرت کا سامان ہے کہ محض ایک کرسی کے لیے یہ لوگ حکومت کے ظالمانہ فیصلوں پر ہاتھ اٹھا کر ہاں میں ہاں ملاتے رہتے ہیں اور حکومت کے بڑے سے بڑے ظلم پر بھی گونگے بہرے بنے ہوئے اپنی کرسیوں سے چمٹے ہوئے خدا و رسول اور اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف ووٹ اور بیانات دیتے رہتے ہیں اور بجائے اس کے کہ ان لعنتی کرسیوں کو ٹھوکر مار کر کلمۂ حق کا اعلان کریں۔ ایک ایک کرسی کے لیے قرآن کی آیۃ الکرسی کو بیچتے رہتے ہیں اور حکومت کے مظالم کی تاویل کرتے پھرتے ہیں اور ملک اور بیرون ملک کے عوام کو جھوٹ بول بول

www.waseemziyai.com

کر گمراہ کرتے پھرتے ہیں اور قیامت کے دن اپنے برے انجام کی ذرا بھی فکر نہیں کرتے۔ افسوس! بالکل سچ کہا ہے ڈاکٹر اقبال نے ان سیاسی مولویوں کے بارے میں کہ

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

حسن بصری کا کلمۂ حق

عمر بن ہبیرہ جب یزید بن عبدالملک بادشاہ دمشق کی طرف سے عراق و خراسان کا گورنر بن کر آیا تو اس نے خواجہ حسن بصری و امام محمد بن سیرین، امام شعبی (رحمہم اللہ) کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان علماء حق کے سامنے یہ تقریر کی کہ یزید بن عبدالملک کو خداوند عالم نے اپنے بندوں پر خلیفہ مقرر فرمایا ہے اور مجھ کو خلیفہ کی طرف سے گورنری کا عہدہ ملا ہے لہٰذا مجھے خلیفہ کی طرف سے جو حکم ملتا ہے میں بلا چون و چرا اس کی تعمیل کرتا ہوں۔ اس بارے میں آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ گورنر کی اس پولیٹیکل گفتگو کا خواجہ حسن بصری نے جو صاف اور سچا جواب دیا ہے وہ انتہائی عبرت انگیز ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن ہبیرہ! تو یزید بن عبدالملک کے بارے میں خدا سے ڈر اور خدا کے بارے میں ہرگز ہرگز یزید بن عبدالملک کا خوف مت کر کیونکہ خداوند تعالیٰ تجھ کو دونوں جہان میں یزید بن عبدالملک کے شر سے بچا سکتا ہے مگر یزید بن عبدالملک خدا کے قہر و عذاب سے تجھ کو ہرگز ہرگز نہیں بچا سکتا ہے۔

یاد رکھ وہ قہار و جبار عنقریب تیرے پاس ملک الموت کو بھیجے گا جو تجھ کو تیرے وسیع گورنمنٹ ہاؤس اور شاندار تخت سے یک لخت اندھیری اور تنگ قبر میں پہنچا دے گا۔ وہاں تجھ کو بجز تیرے اعمال کے کوئی کام آنے والا نہیں ہے لہٰذا تو خدا کے فرمان کے خلاف کسی بادشاہ کے حکم سے جسارت مت کر کیونکہ خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی فرمانبرداری ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔

حسن بصری کی اس ولولہ انگیز اور ہدایت افروز تقریر سن کر گورنر ایک عالم ربانی کی

www.waseemziyai.com

مجاہدانہ جرأت پر محو حیرت ہو کر خاموش ہو گیا اور تینوں علماء حق دربار سے اٹھ کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ (ابن خلکان ج ۱ ص ۱۲۸)

فرمان شاہی بکری کے منہ میں

بنو امیہ کے بادشاہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے ایک معتمد خاص کے ساتھ ایک شاہی فرمان امام الحدیث حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس مضمون کے ساتھ بھیجا کہ آپ حضرت امیر المؤمنین جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خوبیاں اور امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی برائیاں لکھ کر میرے پاس روانہ کیجئے۔

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان کا خط پڑھ کر ایک بکری کے منہ میں دے دیا۔ جب بکری خط کو چبا چکی تو آپ نے شاہی قاصد سے فرمایا کہ اپنے بادشاہ سے کہہ دینا کہ یہی اس کے شاہی فرمان کا جواب ہے۔ سلطانی قاصد گڑ گڑا کر کہنے لگا کہ حضرت! ہمیں تو آپ سے تحریری جواب لانے کا حکم ہے۔ اگر ہم خالی ہاتھ لوٹے تو ہماری جان کی خیر نہیں قاصد کی گریہ زاری اور بے قراری دیکھ کر آپ کو رحم آ گیا تو آپ نے یہ خط تحریر فرما کر قاصد کے حوالے کر دیا۔

اے امیر المؤمنین! اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں تمام دنیا بھر کی خوبیاں تھیں تو تجھ کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں جہان بھر کی خوبیاں تھیں تو اس سے تجھ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا لہٰذا تو خاص اپنے نفس کی خبر لے اور اپنے اچھے برے عمل کی فکر کر۔ والسلام۔ (ابن خلکان ج ۱ ص ۲۱۳)

ابن طاؤس کی مجاہدانہ جرأت

خلیفہ بغداد ابو جعفر منصور نے مشہور امام الحدیث عبداللہ بن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کو دربار شاہی میں بلایا۔ اس وقت دربار میں چند جلاد ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے جو بادشاہ کے حکم سے لوگوں کا سر اڑا دیتے تھے۔ خلیفہ نے حضرت عبداللہ بن طاؤس سے فرمائش کی کہ آپ اپنے والد کی سند سے کوئی حدیث سنائیے؟ اس فرمائش سے عبداللہ بن طاؤس کو گویا ایک

بہترین موقع ہاتھ لگا کہ خلیفہ کو اس کی بے اعتدالیوں پر کچھ تنبیہ فرمائیں چنانچہ انہوں نے اس وقت منتخب کر کے یہ حدیث سنائی۔

اَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَجُلٌ اَشْرَکَهُ اللهُ تَعَالٰی فِیْ سُلْطَانِهٖ فَاَدْخَلَ عَلَیْهِ الْجَوْرَ ۔

''یعنی قیامت کے دن سب سے بڑھ کر اس شخص کو عذاب ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت میں سے ایک حصہ فرمائے پھر وہ ظلم کرے۔''

خلیفہ منصور جیسے ظالم و سفاک بادشاہ کے سامنے جلادوں کی موجودگی میں عبداللہ بن طاؤس کی یہ مجاہدانہ جرأت ایمانی دیکھ کر پورا دربار دہل گیا۔ اس وقت حضرت امام مالک بھی دربار میں موجود تھے۔ ان کا بیان ہے کہ مجھے عبداللہ بن طاؤس کے قتل کا پورا پورا یقین ہو گیا چنانچہ میں نے اپنے دامن کو سمیٹ لیا کہ کہیں ان پر خون کے قطرات نہ پڑ جائیں۔ منصور تھوڑی دیر خاموش رہا اور دربار میں سناٹا چھا گیا مگر اس خوفناک وقت میں بھی عبداللہ بن طاؤس کی پیشانی پر کوئی بل نہیں آیا اور وہ سکون و اطمینان کا پہاڑ بنے بیٹھے رہے۔ پھر منصور نے عبداللہ بن طاؤس کو حکم دیا کہ آپ ذرا دوات اٹھا کر مجھے دیجئے تو آپ نے نہایت بے رخی کے ساتھ انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ تم اس دوات سے کوئی گناہ کی تحریر لکھو گے تو میں بھی تمہارے اس گناہ میں شامل ہو جاؤں گا۔ یہ سن کر منصور مارے غصے کے سرخ ہو گیا۔ پھر قہر آلود نگاہوں سے عبداللہ بن طاؤس اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھ کر بولا قُوْمَا عَنِّیْ تم دونوں میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔

عبداللہ بن طاؤس بادشاہ کے قہر و غضب سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوئے اور نہایت اطمینان کے ساتھ فرمایا ذٰلِكَ مَا کُنَّا نَبْغِ یہی تو ہماری عین مراد ہے اور اٹھ کر چل دیئے۔ حضرت امام مالک کا قول ہے کہ اس دن سے میں عبداللہ بن طاؤس کے فضل و کمال کو مان گیا۔ (مستطرف ج ا ص ۹۷)

نتیجہ: مذکورہ بالا تینوں حکایات میں خوجہ حسن بصری، امام اعمش، امام عبداللہ بن طاؤس رحمۃ اللہ علیہم کا گورنروں اور بادشاہوں کے مقابلے میں یہ مجاہدانہ اعلان حق اور انتہائی بے

www.waseemziyai.com

خوفی کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا دور حاضر کے مصلحت اندیش اور مالداروں کی چاپلوسی کرنے والے مولویوں کے لیے تازیانۂ عبرت ہے۔ غور فرمائیے کہ ان حق گو، حق شناس اور حق پرست علماء سلف نے ظالم بادشاہوں کے مقابلہ میں اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر جس طرح حق کا بول بالا کیا ہے کیا یہ جوش ایمانی اور جذبۂ ایمانی کی فراوانی یہ سرفروشانہ استقامت واستقلال، اس حقیقت کی نشانی نہیں ہے کہ علماء حق ملت اسلامیہ کی عمارت کے ستون اور حریت اسلام کی سلطنت کے تاجدار تھے۔ خدا شاہد ہے کہ ان علماء حق کا ہی کارنامہ ہے کہ آج تک بڑے بڑے ظلم وعدوان اور ضلالت وطغیان کے طوفان میں بھی ملت اسلامیہ کا جہاز غرقاب ہونے سے بچا رہا اور لا مذہبیت اور بے دینوی کی بڑی سے بڑی خوفناک آندھیوں میں بھی نور اسلام کا چراغ روشن ہی رہا۔ خداوند قدوس ان علماء حق اور مردان احرار کی مقدس قبروں کو بہشتی گلزار بنائے کہ ان با خدا بزرگوں نے حریت اسلام کا جو شاہکار پیش کر دیا۔ قیامت تک کی گردشِ لیل ونہار بھی اس کے نقش ونگار کو نہیں مٹا سکتی۔ سبحان اللہ سچ ہے۔

وہی ہے بندۂ حر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری
زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری

مچھر کا خون

تابعی محدث یزید بن حبیب ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو مصر کا گورنر ابن سہیل ان کی عیادت کے لیے آیا۔ درمیان گفتگو میں گورنر نے یہ مسئلہ پوچھا کہ جس کپڑے پر مچھر کا خون لگ گیا ہو وہ کپڑا پہن کر نماز جائز ہے یا نہیں؟ امام ممدوح گورنر کا یہ سوال سن کر غصہ میں بھر گئے اور انتہائی غضب میں ہو کر حقارت کے ساتھ اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کوئی جواب نہیں دیا اور جب گورنر چلنے لگا تو اس کی طرف قہر بھری نگاہوں سے دیکھ کر فرمایا کہ تو روزانہ خدا کے بندوں کا خون ناحق بہاتا رہتا ہے اور آج مچھر کے خون کا فتویٰ پوچھنے

www.waseemziyai.com

چلا ہے۔(ابن خلکان ج ۲ص ۱۶۳)

نتیجہ: ظالم و بدکار اور فساق و فجار کی تنبیہہ کے لیے ان کے سوالون کا اس طرح جواب دینا اور بلا خوف ان کی بداعمالیوں پر انہیں جھڑک کر جھنجوڑ دینا اکثر علماء سلف کا طریقہ رہا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر صحابی رضی اللہ عنہما کا مشہور واقعہ ہے کہ حج کے ایام میں ایک کوفی ان سے یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا کہ احرام کی حالت میں مچھر مارنا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ نے انتہائی غضب وجلال میں آکر یہ فرمایا کہ آج یہ کوفی مچھر مارنے کا فتویٰ پوچھنے چلے ہیں کل جب ان ہی کوفیوں نے جگر گوشتہ رسول اور فرزند بتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا کربلا میں خون بہایا تو اس وقت یہ لوگ مجھ سے کیوں نہیں مسئلہ پوچھنے کے لیے آئے تھے؟ (بخاری شریف)

دور حاضر کے علماء کرام کو بھی یہی طریقہ کار اختیار کرنا چاہئے کہ اکثر مالدار لوگ اپنی سیاہ کاریوں پر پردہ ڈالنے کے لیے علماء کرام سے کبھی کبھی تقویٰ اور تقدس مآبی کے مسائل پوچھا کرتے ہیں تو علماء کرام کو چاہئے کہ بالکل نڈر ہو کر یہ کہہ دیں کہ گڑ کھانا اور گل گلوں سے پرہیز کرنا یہ تقویٰ اور پرہیز گاری کو منہ چڑانا ہے۔

بڑے پاک طینت بڑے صاف باطن
ریاض آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں

مکھی کیوں پیدا کی گئی؟

ایک دن خلیفۂ بغداد ابوجعفر منصور اپنے تخت شاہی پر انتہائی متکبرانہ ادا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ایک مکھی بار بار اس کی ناک پر بیٹھتی رہی اور وہ بار بار اڑاتا رہا۔ جب تنگ آ گیا تو اس نے جھلا کر ابن سلیمان مفسر سے پوچھا کہ آخر مکھی پیدا کرنے کی خدا کو کیا ضرورت تھی۔ اس حق گو عالم حقانی نے برجستہ جواب دیا کہ خلاق عالم نے متکبروں کا غرور اور گھمنڈ توڑنے کے لیے مکھی پیدا فرمائی ہے۔ خلیفہ منصور یہ جواب سن کر خاموش رہ گیا اور ابن سلیمان کا منہ تکنے لگا۔ (ابن خلکان ج ۲ص ۱۱۲)

www.waseemziyai.com

نتیجہ: سبحان اللہ! علماء حق کی عالمانہ جرأت اور مجاہدانہ شجاعت کا کیا کہنا؟ ان کی بے نیازی اور استغناء کی ٹھوکروں سے بڑے بڑے بادشاہوں کے تاج پامال ہو گئے مگر افسوس کہ آج کل کے مولویوں نے مالداروں کی چاپلوسی اور خوشامد میں اپنے علم کے دامن عظمت کو ذلت و رسوائی کے بدترین داغوں سے داغدار بنا ڈالا اور اپنے تلامذہ اور شاگردوں کو بھی اپنے طرز عمل سے اسی ذلت و خواری کی دلدل میں پھنسا رہے ہیں۔ افسوس صد ہزار افسوس

شکایت ہے مجھے یا ربّ خداوندان مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا

خلیفہ بغداد ہارون رشید نے ایک دن مشہور حافظ حدیث عبداللہ بن ادریس کو دربار شاہی میں طلب کیا اور کہا کہ میں آپ کو عہدہ قضا سونپتا ہوں۔ آپ نے نہایت حقارت کے ساتھ بادشاہ کی اس فرمائش کو ٹھکرا دیا اور اس عہدہ کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ خلیفہ نے انتہائی غیض و غضب میں آ کر یہ کہا کہ کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا۔ عبداللہ بن ادریس نے بھی نہایت ہی متانت کے ساتھ یہ جواب دیا کہ کاش میں بھی تیری صورت نہ دیکھتا۔ یہ فرمایا اور دربار سے اٹھ کر چلے گئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۶۱)

نماز کا چور

مشہور ظالم حجاج بن یوسف ثقفی ایک مرتبہ حج کے لیے آیا اور اتفاق سے عالم مدینہ حضرت سعید بن مسیّب تابعی رحمۃ اللہ علیہ کے برابر نماز کے لیے کھڑا ہوا اور امام سے پہلے رکوع و سجدہ کرنے لگا۔ حضرت سعید بن مسیب نے نماز سے فارغ ہوتے ہی اپنا جوتا اٹھا کر فرمایا کہ اے چور، اے خائن! تو اس طرح نماز پڑھتا ہے؟ میرا جی چاہتا ہے کہ یہی جوتا تیرے منہ پہ ماروں۔ اس کے بعد حجاج دمشق گیا تو حجاز کا گورنر بن کر مدینہ منورہ آیا اور فوراً مسجد نبوی میں حضرت سعید بن میسّب کی درس گاہ حدیث میں پہنچا اور کہنے لگا کہ آپ ہی نے حج کے موقع پر جوتا اٹھا کر مجھے نماز کا چور اور خائن کہا تھا؟ سعید بن میسّب نے نہایت جرأت و

www.waseemziyai.com

استقلال کے ساتھ فرمایا کہ ہاں میں نے ہی کہا تھا اور بالکل حق کہا تھا۔ حجاج آپ کا عالمانہ تیور دیکھ کر آپ کی روحانی طاقت سے اس قدر مرعوب ہوا کہ بالکل ہی سہم گیا اور کہنے لگا کہ خداوند کریم آپ کو جزاء خیر دے کہ آپ نے مجھے بڑی اچھی تعلیم دی تھی۔ اب میرا یہ حال ہے کہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو آپ کا جوتا میری نظروں کے سامنے ہو جاتا ہے اور آپ کے کلمات مجھے یاد آجاتے ہیں تو میں بہت سنبھال سنبھال کر نماز پڑھتا ہوں۔

(روح البیان ج۸ص ۲۲۱)

بادشاہوں کا کھلونا

خلیفہ بغداد ہارون رشید نے ایک مرتبہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میری تمنا ہے کہ میں حجاج بن یوسف ثقفی کا تعمیر کیا ہوا کعبہ شریف منہدم کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بنائے کعبہ کے مطابق تعمیر کرادوں جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش فرمائی تھی۔ یہ سن کر حضرت امام مالک نے نہایت جرأت وجلال کے ساتھ فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ خبردار آپ ہرگز کعبہ معظمہ کو بادشاہوں کا کھلونا نہ بنائیں۔ اگر یہ دستور نکل پڑا تو ہر آنے والا بادشاہ کعبہ کو توڑتا اور بناتا رہے گا۔ اس طرح کعبہ معظمہ کی ہیبت وعظمت لوگوں کے دلوں سے جاتی رہے گی۔ امام ممدوح کا یہ جواب سن کر ہارون الرشید کا حوصلہ پست ہو گیا اور اس نے تعمیر کعبہ کا خیال چھوڑ دیا اور اس کے بعد سے آج تک کسی بادشاہ کو یہ ہمت وجرأت نہیں ہوئی کہ کعبہ کو منہدم کر کے اس کی تعمیر کرتا۔

(روح البیان ج۱ص ۲۳۲)

بادشاہ کو جھڑک دیا

شیخ الاسلام علامہ سلفی بڑے بارعب اور جاہ وجلال کے محدّث تھے۔ مذہبی اختلافات کے باوجود شاہان مصر کے دربار میں آپ کا بڑا اثر واقتدار تھا۔ حضرت ممدوح کا یہ طریقہ تھا کہ باوجودیکہ عمر شریف سو برس سے زیادہ تھی مگر انتہائی وقار کے ساتھ حدیث بیان فرماتے تھے اور درمیان درس نہ پانی پیتے، نہ تھوکتے نہ پہلو بدلتے نہ کوئی دنیاوی گفتگو کرتے۔ ایک

www.waseemziyai.com

مرتبہ بادشاہ مصر اپنے بھائی کے ساتھ آپ کی درس گاہ میں آ گیا اور درس کے دوران میں بادشاہ نے اپنے بھائی سے کوئی بات کہہ دی تو آپ کو اس قدر جلال آ گیا کہ آپ نے تڑپ کر بادشاہ کو جھڑک دیا اور فرمایا ہم اس لیے حدیث نہیں پڑھتے کہ تم دونوں باتیں کرتے رہو۔

آپ انتہائی مفلسی کی حالت میں اپنے وطن سے اسکندریہ جا کر آباد ہو گئے تھے مگر وہاں کی ایک مالدار خاتون نے آپ سے نکاح کر لیا۔ اس لیے آپ کی مالی حالت قدرے بہتر ہو گئی اور آپ تمام عمر حدیث شریف کے درس اور کتابیں جمع کرنے میں مصروف رہے۔ ۵۷۶ھ میں ایک سو چھ برس کی عمر پا کر دار البقا کو روانہ ہو گئے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۹۵)

شہید کون ہے؟

تیمور لنگ بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ وہ جب کسی شہر کو فتح کرتا تو وہاں کے علماء کو اپنے دربار میں بلا کر کچھ خاص قسم کے سوالات کرتا اور ان کے جوابات کو بہانہ بنا کر انہیں قتل کرا دیتا تھا چنانچہ جب اس نے حلب کو فتح کیا تو شہر میں قتل عام کرایا اور ہزاروں مسلمانوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر علماء شہر کو قلعہ میں بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے درباری مولوی عبدالجبار بن علامہ نعمان الدین حنفی سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ ان علماء سے کہہ دیجئے کہ میں ان سے ایک ایسا مسئلہ پوچھوں گا جو میں نے سمرقند، بخارا اور ہرات وغیرہ کے علماء سے بھی دریافت کیا مگر ان لوگوں نے اس کا شافی جواب نہیں دیا لہٰذا ان علماء کی طرح یہ لوگ بھی میرے سوال کا مجمل اور گول مول جواب نہ دیں بلکہ صاف صاف وضاحت کے ساتھ جواب دیں اور ان علماء میں جو سب سے زیادہ صاحب علم ہو وہی جواب دے۔

چنانچہ درباری عالم عبدالجبار نے کہا کہ ہمارے سلطان آپ لوگوں سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کل کی جنگ میں ہمارے اور تمہارے آدمی بکثرت قتل ہوئے تو آپ لوگ یہ بتائیں کہ ہماری فوج کے مقتولین شہید ہوئے یا تمہاری فوج کے؟ یہ سوال سن کر تمام علماء

www.waseemziyai.com

گھبرا گئے۔ مگر علامہ ابن شحنہ جواب دینے کے لیے کھڑے ہو گئے اور فرمایا مجھے اس وقت ایک حدیث یاد آ گئی ہے۔

ایک اعرابی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ایک شخص مالِ غنیمت کے لالچ میں جنگ کرتا ہے اور ایک شخص شہرت اور ناموری کے لیے قتال کرتا ہے تو ان میں سے شہید کون ہے؟ تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے خدا کی راہ میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جنگ کی وہی شہید ہے لہٰذا اے بادشاہ! ہماری فوج کے مقتولین ہوں یا آپ کی فوج کے جنہوں نے خدا کی راہ میں کلمہ حق کی بلندی کی نیت سے جنگ کی ہوگی وہ شہید ہوں گے اور جو مالِ غنیمت یا ناموری کے لیے لڑتے ہوئے مارے گئے ہوں گے وہ شہید نہیں ہوں گے۔ علامہ ابن شحنہ کا یہ مسکت اور شافی جواب سن کر تیمور حیران رہ گیا اور بے اختیار تیمور کی زبان سے نکلا خوب خوب۔

درباری عالم عبدالجبار نے بھی یہی کہا کہ مَا اَحْسَنَ مَا قُلْتُ یعنی آپ نے کیا ہی اچھا جواب دیا۔ (روح البیان ج ۴ ص ۲۷۹)

نتیجہ: مذکورہ بالا پانچوں حکایات کو بغور پڑھئے تو ان سے صاف صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے اور سبق ملتا ہے کہ علماء سلف جن کا سینہ علوم اسلامیہ کا خزینہ تھا مقدس نفوس بننے اونچے کیریکٹر کے انسان تھے اور امراء و سلاطین کے مقابلہ میں بے خوف اور بے دھڑک کلمہ حق کہہ دینا ان کی مقدس زندگی کا شعار ان کے عمل و کردار کا بے مثال شاہکار تھا اور خداوند قدوس پر ان بزرگوں کے توکل و اعتماد کا یہ عالم تھا کہ غیر اللہ کے خوف و ہراس کے داغ دھبوں سے ان کا سینہ آئینہ کی طرح صاف و شفاف تھا اور بلا شبہ یہ اللہ والوں کا گروہ لَا یَخَافُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ کی عملی تفسیر کا آئینہ دار تھا۔ اسلام کی عظمت اور کلمہ حق کی سربلندی کے لیے اپنی جان کی بازی لگا کر اور موت کے منہ میں کود کر اعلان کر دینا بلکہ حق گوئی کے لیے اپنی جان کو قربان کر دینا۔ ان انبیاء کے وارثوں کا یہ وہ بے مثال اسلامی کارنامہ ہے جو یقیناً معراج انسانیت کی ایک بلند ترین منزل ہے۔ بڑے بڑے فرعون صفت، ہمالیہ جیسے سربلند امراء و سلاطین تخت نشین ہو کر ان بوریا نشین درویش صفت عالموں سے ٹکرائے مگر ان علماء

www.waseemziyai.com

حق کی اولوالعزمی ،خود داری ، بے نیازی اور حق گوئی کی ٹکر سے ان کے تخت و تاج کی عظمتیں پاش پاش ہوکر حقیر ذرات غبار کی طرح پامال خلائق بن گئیں کیوں نہ ہو کہ۔

غیر حق کے سامنے مسلم کا سر جھکتا نہیں
یہ وہ طوفاں ہے پہاڑوں سے بھی جو رکتا نہیں

ساتھ ہی ان نورانی واقعات میں ان مسلم نما ملحدوں اور گندی سیاست کے پرستاروں اور جاہل و مغرور مال داروں کے لیے بھی درس عبرت اور سامان بصیرت ہے جو اپنی بد مذہبی ، بداعمالی کو چھپانے اور اپنی دکان شہرت کو چمکانے کے لیے رات دن علماء حق پر طعن و تشنیع کر کے اور علماء حق کو بے عمل لالچی ،مفت خور، ضمیر فروش کہہ کر عوام کے دلوں سے ان اللہ والوں کی عظمت کا جنازہ نکالنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں۔ان کی آنکھیں کھلنی چاہئیں کہ علماء سلف نے عوام تو عوام امراء و سلاطین کے سامنے انجام سے بے نیاز ہوکر جس طرح تبلیغ حقانیت کا شاندار ریکارڈ قائم کر دیا ہے کہ یہ شاندار کارنامے دور حاضر کے خدمتِ اسلام کا نعرہ لگانے والے لیڈروں کو کبھی خواب و خیال میں بھی نظر نہیں آسکتے۔

افسوس! کرسیوں کے لیے وزیروں کے بنگلوں کا طواف کرنے والے اور چھوٹے چھوٹے عہدوں کے لیے ضمیر فروشی کرنے والے اور ملتِ اسلامیہ کو دن کی روشنی میں چوراہے پر کھڑے ہوئے کرسیوں اور عہدوں کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دینے والے آج ان پیغمبروں کے جانشینوں پر طعن و تشنیع کرتے پھرتے ہیں۔

جنھوں نے دنیا کے جاہ وحشم کے تخت و تاج پر ٹھوکر مار کر خشک روٹی اور چٹائیوں پر زندگی بسر کر دی مگر اپنی زندگی کے آخری سانس تک ملت اسلامیہ کے سفید دامن پر ایک داغ تک نہیں لگنے دیا اور جب امراء اور سلاطین کے غرور گھمنڈ نے ان کو للکارا تو اِن شیران حق نے یہ کہہ کر اپنے عمل سے ان کے غرور و تکبر کو پاش پاش کر کے رکھ دیا کہ۔

کیا تخت نے سمجھا ہے کیا تاج نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

www.waseemziyai.com

کلمۂ حق کی تاثیر

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ ایک سال حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں رات کو میرے سو جانے کے بعد اچانک خلیفہ ہارون رشید نے مجھ کو بیدار کیا اور فرمایا کہ تم مجھے ابھی کسی عالم ربانی کے پاس لے چلو کیونکہ میرے دل میں اس وقت ایک خیال کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے اور اس کو عالم ربانی کے سوا کوئی بھی میرے دل سے نہیں نکال سکتا۔ چنانچہ میں خلیفہ کو سفیان بن عیینہ محدث کے پاس لے گیا' میں نے دروازے پر دستک دی تو وہ باہر نکلے۔ امیر المؤمنین کو ناگہاں رات گئے اپنے دروازے پر کھڑے دیکھ کر حیران رہ گئے اور کہا: آپ نے ناحق تکلیف گوارا فرمائی۔ کاش! مجھے اطلاع دے دیتے تو میں خود حضور سلطانی میں حاضر ہو جاتا۔ خلیفہ نے تھوڑی دیر گفتگو کی پھر دریافت کیا کہ آپ مقروض بھی ہیں؟ سفیان نے جواب دیا' جی ہاں۔ خلیفہ نے حکم دیا: اے فضل! تم ان کا قرض ادا کرو۔ پھر ہم وہاں سے واپس آئے تو خلیفہ نے کہا کہ اے فضل! تم مجھے کسی دوسرے عالم کے پاس لے چلو یہاں میرا کام نہیں بنا۔ میں نے فوراً محدث عبدالرزاق کے مکان کا رُخ کیا' ان کا دروازہ کھٹکھٹایا' تو وہ بھی امیر المؤمنین کا نام سن کر گھبرائے ہوئے مکان سے نکل پڑے اور یہ کہا: امیر المؤمنین! آپ نے بڑی تکلیف فرمائی ہے مجھے یاد فرمالیا ہوتا تو میں خود حاضر ہو جاتا۔ پھر ان سے بھی خلیفہ نے تھوڑی دیر بات کی اور پوچھا کہ آپ پر کچھ قرض کا بار ہے؟ عبدالرزاق محدّث نے فرمایا کہ جی ہاں میں قرض دار ہوں۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اے فضل! تم ان کا قرض ادا کرو۔

پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔ خلیفہ نے کہا۔ یہاں بھی میرا مقصد پورا نہیں ہوا۔ اے فضل کسی دوسرے عالم کا دروازہ دیکھو۔ پھر ہم فضیل بن عیاض محدّث کے گھر پہنچے تو مکان کے اندر سے تلاوت قرآن مجید کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو انہوں نے نہایت ہی قہر و غضب بھری آواز میں فرمایا کہ تم کون ہو اور رات میں یہاں کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا! امیر المؤمنین آپ سے ملنے کے لیے دروازے پر کھڑے ہیں۔ انہوں نے اور

www.waseemziyai.com

بھی غصہ میں بھر کر زور سے چلا کر جواب دیا کہ مجھ کو امیر المؤمنین سے اور امیر المؤمنین کو مجھ سے کیا کام؟ میں نے کہا سبحان اللہ! کیا امیر المؤمنین کی اطاعت آپ پر لازم نہیں؟

یہ سن کر وہ اٹھے اور دروازہ کھول کر فوراً ہی چراغ بجھا دیا اور اوپر کی منزل میں جا کر کوٹھری کے ایک کونے میں دبک گئے۔ میں اور خلیفہ دونوں اندھیرے مکان میں داخل ہوئے۔ کوٹھری میں پہنچ کر ٹٹو لنے لگے تو خلیفہ کا ہاتھ فضیل کے بدن پر پڑا۔ فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا واہ واہ کتنا نرم و نازک ہاتھ ہے۔ کاش یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پا جاتا۔ پھر انہوں نے گفتگو شروع کی تو فرمایا:

اے امیر المؤمنین! تمہارے بڑے بڑے دوست جو دنیا میں ہیں اگر قیامت کے دن ان سے کہہ دیا جائے کہ وہ تمہارے گناہوں کا ایک ذرہ حصہ اپنے سر اٹھالیں تو وہ سر پر پیر رکھ کر بھاگیں گے اور ہرگز ہرگز وہ تمہارے کام نہیں آئیں گے۔

اے امیر المؤمنین! تمہیں معلوم نہیں، جس دن حضرت عمر بن العزیز خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے سالم بن عبداللہ، محمد بن کعب قرظی اور رجاہ بن حیوہ تینوں جلیل القدر عالموں کو بلایا اور یہ عرض کیا اے علماء امت! میں ایک بلا میں مبتلا کر دیا گیا ہوں لہٰذا آپ لوگ مجھے اس حکومت کے چلانے میں دینی مشورہ دیتے رہیں۔ اے امیر المؤمنین! تم نے غور کیا؟ عمر بن عبدالعزیز اس خلافت کو ایک بلا اور مصیبت سمجھتے تھے اور تم اس کو ایک نعمت جان کر اس سے چمٹے ہوئے ہو۔ پھر ان تینوں علماء نے عمر بن عبدالعزیز کو ایسی نصیحتیں کیں کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ حضرت سالم بن عبداللہ نے فرمایا: اے عمر بن عبدالعزیز! اگر تم اس بلا سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو دنیا سے روزہ رکھو اور موت سے افطار کرو۔ حضرت کعب نے فرمایا: اے عمر بن عبدالعزیز! نجات اسی میں ہے کہ تم اپنے بڑوں کو باپ، اپنے برابر والوں کو بھائی اور اپنے سے چھوٹوں کو بیٹا سمجھ کر باپ کے ساتھ نیک سلوک اور بھائیوں کے ساتھ رحم اور بیٹے کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرو اور حضرت رجاہ بن حیوہ نے ارشاد فرمایا: اے عمر بن عبدالعزیز! اگر تمہیں نجات کی طلب ہے تو اپنے لیے جس چیز کو پسند کرتے ہو وہی ساری مخلوق کے لیے پسند کرو اور اپنے لیے جس چیز کو برا سمجھتے ہو اس کو تمام

مخلوق کے لیے بھی برا سمجھو۔

پھر فضیل نے خلیفہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! سچ سچ بولو! کیا تمہارے اردگرد بھی ایسے حقانی علماء ہیں؟ جو تمہیں ایسی نصیحتیں کرتے رہتے ہیں۔

اے امیر المؤمنین! خدا کی قسم مجھے قیامت کے لیے تمہارے لیے بڑا خطرہ نظر آرہا ہے کہ تم کس طرح نجات پاؤ گے؟ فضیل جوش میں بھرے ہوئے یہ کلمۃ الحق ارشاد فرما رہے تھے اور خلیفہ کا یہ حال تھا کہ خوف الٰہی سے اس کے جسم کا رونگٹا رونگٹا اور بدن کا بال بال لرزہ براندام ہوا تھا۔ یہاں تک کہ خلیفہ چیخ مار کر رونے لگا اور روتے روتے بے ہوش ہو گیا۔ فضل بن ربیع کہتے ہیں میں نے گھبرا کر کہا:

اے فضیل! تم نے تو امیر المؤمنین کو قتل ہی کر ڈالا تو فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے غضب ناک ہو کر ڈانٹا اور تڑپ کر فرمایا کہ چپ۔ اے ربیع کے بیٹے! میں نے امیر المؤمنین کو قتل نہیں کیا بلکہ امیر المؤمنین کے قاتل تم اور تمہارے ساتھی ہیں۔

پھر جب خلیفہ کو ہوش آیا تو وہ سنبھل کر بیٹھا۔ عرض کیا کہ اے فضیل! کچھ اور زیادہ مجھے نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! سنو عمر بن عبد العزیز نے اپنے ایک گورنر کے نام یہ فرمان تحریر کیا تھا کہ اگر تو اپنی نجات چاہتا ہے تو راتوں کو جاگ اور جہنمیوں کی بیداری اور ان کی بے قراری کو یاد رکھ۔ یہ سن کر پھر خلیفہ کی چیخ نکل گئی اور وہ خوب رویا۔ جب کچھ سنبھلا تو پھر عرض کیا: اے فضیل بن عیاض! کچھ اور فرمائیے تو آپ نے ایک حدیث سنائی جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ اے چچا! امارت وحکومت قیامت کے دن حسرت وندامت کا سامان ہو گی خلیفہ پھر کچھ دیر روتا رہا اور پھر عرض کیا آپ کچھ اور ارشاد فرمائیے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اے خوب صورت چہرے والے! قیامت کے دن خداوند عالم تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پرسش فرمائے گا تو تم اس حسین وجمیل چہرے کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اور اس حالت میں صبح وشام کرو کہ اپنی رعیت میں کسی کی طرف سے کوئی بغض یا کینہ تمہارے دل میں نہ رہے۔

www.waseemziyai.com

خلیفہ پر پھر گریہ وزاری کی کیفیت طاری ہوگئی اور وہ بہت دیر تک چلا چلا کر روتا رہا۔ جب اس کو کچھ سکون ہوا تو آنسو پونچھتے ہوئے عرض کیا کہ اے فضیل! کیا آپ پر کچھ قرض بھی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! میرے اوپر میرے خالق کا بہت بڑا قرض ہے۔ کسی مخلوق کا مجھ پر کوئی قرض نہیں۔ چلتے وقت خلیفہ نے ایک ہزار دینار بطور نذرانہ پیش کیے تو آپ نے انتہائی برافروختہ ہوکر فرمایا کہ افسوس! میں نے تم کو ہدایت کا راستہ بتایا اور تم مجھے اس کا یہ بدلہ دیتے ہو۔ مجھے دنیا کے حرص و لالچ میں گرفتار کرتے ہو۔ یہ کہہ کر فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ بالکل خاموش ہوگئے اور ہم لوگوں نے بہت کوشش کی کہ وہ کچھ فرمائیں مگر پھر وہ ایک حرف بھی نہیں بولے۔ مجبوراً ہم لوگ ان کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے۔

راستے میں خلیفہ ہارون رشید نے فرمایا کہ اے فضل! اگر مجھے کسی عالم کے پاس لے چلا کرو تو ایسے ہی لوگوں کے پاس لے جایا کرو۔ میرے خیال میں یہ آج کل رتبہ سید السالکین پر ہے۔ (مستطرف ج ۱ ص ۸۰)

خلیفہ سلیمان رو پڑا

خلیفہ دمشق سلیمان بن عبدالملک اموی بڑے کروفر کا بادشاہ تھا۔ اس نے ایک مرتبہ مشہور محدّث امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کو دربار میں بلایا تو امام ممدوح نے فرمایا کہ امیر المؤمنین! آپ کو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ عذاب کس کو ہوگا؟ خلیفہ نے کہا۔ آپ ہی ارشاد فرمائیے تو آپ نے یہ حدیث پڑھ کر سنائی۔

"جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی سلطنت میں بادشاہی عطا فرمائی پھر اس نے ظلم کیا تو اس شخص کو قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب دیا جائے گا۔"

یہ سن کر خلیفہ لرز گیا اور چیخ مار کر رونے لگا۔ یہاں تک کہ روتے روتے تخت پر چت لیٹ گیا۔ اس کے تمام ہم نشین اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے

(مستطرف ج ۱ ص ۹۴)

نتیجہ: ان دونوں حکایات سے یہ نتیجہ نکلا کہ تقریر کی تاثیر اور وعظ کے اثر کے لیے

www.waseemziyai.com

جہاں سامعین کے قلبی رجوع اور دلی توجہ کی ضرورت ہے وہاں مقرر اور واعظ کے لیے بھی انتہائی ضروری ہے کہ وہ عالم باعمل اور اخلاص کا پیکر ہو اور ہر قسم کے حرص اور غرض سے اس کا وعظ پاک ہو۔ جہاں یہ دونوں چیزیں جمع ہوں گی وہاں وعظ اور تقریر کا اثر ہونا لازمی ہے اور اگر ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی مفقود ہوگئی تو وعظ کی تاثیر بھی ناپید ہو جائے گی۔

ہارون رشید پر جو حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا اور سلیمان بن عبدالملک پر جو امام طاؤس کی تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ پتھر سے زیادہ سخت دل موم سے بھی زیادہ نرم پڑ گئے۔ اس کا باعث یہی تھا کہ ان دونوں کو طلب صادق اور قلبی توجہ کی توفیق حاصل ہوگئی تھی اور حضرت فضیل اور امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہما پیکر علم وعمل اور مجسمہ اخلاص تھے۔ آج کل واعظوں اور تقریروں میں جو اثر نہیں رہا اس کا سبب یہی ہے کہ نہ سامعین میں طلب صادق رہی نہ واعظین میں اخلاص عمل۔ سامعین کا تو یہ حال ہے کہ

سجائی تو ہے بزم واعظ نے لیکن
دلوں کی کمی ہے نگاہیں بہت ہیں

اور واعظین ومقررین کا یہ عالم ہے کہ ان کے عمل وکردار اور صورت کو دیکھ کر بے اختیار زبان پر یہ شعر آجاتا ہے کہ

واعظ کا ہر اک ارشاد بجا
تقریر بہت دلچسپ بھی ہے
آنکھوں میں سرور عشق نہیں
چہرے پر یقیں کا نور نہیں

لہٰذا ضرورت ہے کہ سامعین رجوع الی اللہ کے جذبے کے ساتھ طلب صادق لے کر وعظ کی مجلسوں میں تشریف لائیں کیونکہ یہ انتہائی ضروری ہے کہ

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے

اور واعظین کے لیے بھی انتہائی ضروری ہے کہ جو کچھ کہیں جذبۂ اخلاص کے ساتھ ہر

www.waseemziyai.com

قسم کے شائبہ حرص وغرض سے مبرا ہوکر للّٰہیت کے ساتھ واعظ فرمائیں۔

فارسی کی مشہور کہاوت ہے کہ "از دل خیز بر دل ریزد" یعنی کہ۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

ساتھ ہی علماء سلف کی طرح عالم باعمل بن کر امت مسلمہ کو وعظ سنائیں۔ ورنہ واعظ و تقریر کی بے اثری کو دیکھ کر دنیا یہ کہنے پر مجبور ہوگی کہ۔

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی — برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں، روح بلالی نہ رہی — فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے

غضب سلطانی کا سامان

خلیفہ دمشق عبدالملک بن مروان ایک شخص پر انتہائی غضبناک ہوگیا اور یہ کہہ دیا کہ خدا کی قسم اگر مجھ کو اس شخص پر قابو مل گیا تو اس کو ہلاک و برباد کر ڈالوں گا۔ وہ غریب جب حضور سلطانی میں گرفتار ہو کر پیش ہوا تو خلیفہ اس کو دیکھتے ہی آگ بگولا ہوگیا اور سلطانی ہیبت سے تمام درباری لرزہ براندام ہو کر خاموش بیٹھ رہے مگر ایسی حالت میں مشہور محدث رجاء بن حیوہ نے خلیفہ کو متوجہ کر کے فرمایا اے امیر المؤمنین! اس کی گرفتاری جو آپ کو پسند تھی وہ تو خداوند تعالیٰ نے کردی کہ یہ شخص پابہ زنجیر آپ کے دربار میں حاضر ہے۔ اب آپ کو وہ کرنا چاہیے جو خداوند تعالیٰ کو پسند ہے یعنی مجرم کو معاف کر دینا۔ امام ممدوح کے کلمات سن کر خلیفہ کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور جوش پر ہوش غالب آ گیا۔ خلیفہ نے اس کا قصور معاف کر دیا اور شاہانہ عطیہ سے اس کو مالا مال بھی کر دیا۔ (مستطرف ج ۱ ص ۱۹۲)

نتیجہ: بنوامیہ اور بنوعباس کی حکومتیں اس دور کی آئینی حکومتیں نہیں تھیں کہ وزیراعظم اور صدر جمہوریہ تک کو ایک ادنیٰ آدمی جواب دہی کے لیے سپریم کورٹ میں حاضر کرا سکتا۔

www.waseemziyai.com

یہ شخصی حکومتیں تھیں اور جو کچھ بادشاہ کے منہ سے نکل جاتا تھا وہ ناقابل ترمیم قانون کا درجہ رکھتا تھا۔ ان حکومتوں میں ظلم و جبر اور آمریت کا دور دورہ تھا۔

علماء کے بادشاہوں سے تعلقات

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر دور میں کچھ ایسے علماء گزرے ہیں جو بادشاہوں کی ملازمت تو کجا؟ ملاقات تک کو پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ امراء سلاطین کی صحبت کو اپنے علم دین کی توہین اور اپنے دین وتقویٰ کے لیے سم قاتل وزہر ہلاہل سمجھتے تھے مگر ساتھ ہی کچھ نہ کچھ علماء کرام ہر دور میں ایسے موجود رہے جو بادشاہوں کی صحبت و ملازمت اس نیت سے اختیار فرما لیتے تھے تاکہ اسلام اور مسلمانوں کی نفع رسانی اور بادشاہوں کی صلاح وفلاح کے لیے اپنے علم و عمل کی عظیم طاقت کو کام میں لاسکیں چنانچہ بہت سے علماء کرام بادشاہوں کی وزارت اور سفارت کے منصب جلیل پر فائز ہوئے اور بہت سے علماء کرام شاہی ملازمتوں کے بڑے بڑے عہدوں کو قبول کر کے اپنی علمی اور عملی صلاحیتوں کی بدولت اسلام و مسلمین کے لیے سرمایہ رحمت بنے اور بادشاہوں اور حکومتوں کے لیے اصلاح و ہدایت کا سامان فراہم کیا۔

بعض علماء اپنے اثر و رسوخ سے بساط سیاست کو الٹ پلٹ کر حکومت میں دخیل بلکہ بادشاہ گر بن گئے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دو مرتبہ کوڑوں کی مار کھائی۔ قید و بند کی مصیبت جھگتی۔ مگر حکومت کے عہدۂ قضاء کو قبول نہیں فرمایا۔ مگر انہیں کے شاگرد رشید امام ابو یوسف تمام قاضیوں کے اعلیٰ افسر بنے اور ہارون رشید کی خلافت کو ہر قسم کی گمراہیوں سے بچایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان سب بزرگوں کے پیش نظر تھا کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

چنانچہ ایسے چند علماء کی بھی بعض حکایات سن لیجے تاکہ تاریخی حقائق کی نقاب کشائی بھی ہو جائے اور اس دور کے مسٹروں کی بھی آنکھیں کھل جائیں کہ علم دین پڑھنے والوں کو

www.waseemziyai.com

یہ لوگ ملا کہہ کر حقیر سمجھتے ہیں۔ ان ملا لوگوں میں بھی کیسے کیسے جوہر قابل ہوتے رہے ہیں اور عظیم الشان کارنامے سرانجام دیتے رہے ہیں۔

شاہی ملازمت

جن علماء سلف نے اپنی علمی شان کو باقی رکھتے ہوئے شاہی ملازمت کے اعلیٰ عہدوں کو سرفراز فرمایا۔ ان کی ایک مختصر فہرست ملاحظہ فرمائیے:

علامہ ابن حزم خلیفہ بغداد مستظہر باللہ کے وزیر اعظم رہے۔ علامہ کمال الدین فقیہ شافعی نے سلطان نور الدین والئ شام و مصر کا قلمدان وزارت سنبھالا۔ مولانا تاج الدین ابراہیم پاشا رئیس الوزراء نے سلطان بایزید یلدرم کی وزارت عظمیٰ کو عزت بخشی۔

(علمائے سلف ص ۱۱۱)

اسی طرح حافظ ابن ماکولا جو بہت ہی نامور محدث گزرے ہیں۔ یہ وزیر سعد الملک کے نام سے مشہور تھے۔ خلیفہ بغداد مقتدی باللہ نے ان کو طمغاں خاں والی سمرقند کے دربار میں سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۵)

امام المحاسن حافظ قریشی صرف ۳۰ برس کی عمر میں دربار بغداد کی طرف سے سلطان نور الدین زنگی کے دربار میں سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۵۴)

شیخ شہاب الدین سہروردی دربار بغداد کی جانب سے شاہ اربل کے دربار میں سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ (ابن خلکان جلد ا ص ۴۵۱)

امام ابو یعقوب شیرازی محدث بہت سے درباروں میں سفیر بن کر پہنچے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۵۰)

امام زہری خلیفہ عبد الملک اور خلیفہ ہشام کے مقربین میں داخل تھے۔

(ابن خلکان ج ا ص ۴۵۱)

خطیب بغدادی عز الدولہ کے مقربین میں داخل تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۳۴)

www.waseemziyai.com

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جب امیر المسلمین یوسف بن تاشفین کی تعریف سنی تو اس سے ملنے کے لیے افریقہ کو روانہ ہوئے مگر آپ ابھی منزل مقصود تک نہیں پہنچے تھے کہ امیر یوسف کا انتقال ہوگیا۔ یہ خبر امام غزالی نے اسکندریہ میں سنی تو وہیں سے واپس چلے آئے۔

(ابن خلکان ج ۲ص ۳۷۰)

بادشاہ گر عالم

جب سلیمان بن عبدالملک خلیفہ دمشق بہت سخت بیمار ہوگیا تو اس کو اپنے جانشین کی فکر ہوئی چنانچہ اس نے ایک دستاویز میں اپنے ولی عہد کا نام لکھ دیا مگر سلطنت کے اس انقلاب آفرین کام میں مشورہ کرنے کے لیے ایک مشہور عالم رجاء بن حیوہ محدّث شامی رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا۔ حضرت رجاء نے جو دستاویز پڑھی تو اس پر خلیفہ کے ایک نابالغ لڑکے کا نام درج تھا۔ آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین! اگر آپ اپنی قبر میں سکون اور آسودگی چاہتے ہیں تو کسی ایسے شخص کو اپنا جانشین بنائیے جو اس سلطنت کے حسن و خوبی کو چار چاند لگا دے۔ یہ نابالغ بچہ بھلا کیا حکومت سنبھالے گا؟ حضرت رجاء کا یہ کلمہ حق تاثیر کا تیر بن کر خلیفہ کے دل میں چبھ گیا اور اس نے فوراً ہی دستاویز کو پھاڑ کر پرزے پرزے کر ڈالا۔ پھر کہا کہ میرے بیٹے داؤد کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے۔

حضرت رجاء نے فرمایا کہ وہ اس وقت دارالخلافہ سے سینکڑوں میل دور قسطنطنیہ کے جہاد میں مصروف ہے اور یہ بھی پتا نہیں کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ پھر کس کو میں اپنا ولی عہد بناؤں؟ حضرت رجاء نے فرمایا کہ آپ کا بھتیجا عمر بن عبدالعزیز بہت ہی صالح، فاضل اور سلیم الطبع ہے۔ میرے خیال میں وہ آپ کی جانشینی کے لیے سب سے زیادہ بہتر ہے۔ خلیفہ نے فوراً ہی عمر بن عبدالعزیز کے لیے ولی عہدی کی دستاویز لکھ دی اور اس کو لفافہ میں بند کر کے کوتوال کو حکم دیا کہ خاندان خلافت کے کل ارکان دربار میں حاضر کیے جائیں۔ چنانچہ جب سب لوگ دربار میں آ گئے تو حضرت رجاء نے خلیفہ کے حکم سے اس سربمہری لفافہ پر سب سے بیعت لے کر سب کو رخصت کر دیا۔ اس دستاویز کی تکمیل

www.waseemziyai.com

کے چند ہی گھنٹے بعد خلیفہ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت رجاء نے دروازہ پر پہرہ بٹھا دیا کہ خبردار! کوئی اندر نہ جانے پائے۔ نہ اندر سے باہر نکلنے تاکہ خلیفہ کی موت کا کسی کو معلوم نہ ہو سکے۔ پھر کوتوال کو بھیج کر خلافت کے خاندان کے تمام ذمہ داروں کو بلایا اور دوبارہ اس مہر بند لفافہ پر سب سے بیعت لے کر خلیفہ کی موت کا اعلان فرما دیا اور لفافہ کھول کر سب کو عمر بن عبدالعزیز کا نام دکھا دیا۔ جب ہشام بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز کا نام سنا تو بگڑ کر کہا کہ خدا کی قسم ہم ہرگز کبھی بھی ان کو خلیفہ تسلیم نہیں کریں گے۔ حضرت رجاء نے ڈانٹ کر فرمایا کہ تم دو مرتبہ اس مہر بند لفافہ پر بیعت کر چکے ہو۔ اب خیریت اسی میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی بیعت کرلو ورنہ ابھی تلوار سے تمہارا سر اڑا دیا جائے گا۔ حضرت رجاء کا قہر آلود تیور دیکھ کر ہشام کانپ اٹھا اور فوراً بیعت کے بعد حضرت رجاء نے عمر بن عبدالعزیز کا ہاتھ پکڑ کر منبر خلافت پر بٹھا اور دیا اور ان کی خلافت کا عملی دور شروع ہوگیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۱۱)

نتیجہ: اس واقعہ سے ایک ملا یعنی حضرت رجاء بن حیوہ رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ سیاست قوت فیصلہ حسن تدبیر اور استقلال طبیعت کا ناظرین خود ہی اندازہ لگا لیں ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ قیصر کے دربار میں

خلیفہ دمشق عبدالملک بن مروان کو ایک مرتبہ قیصر بادشاہ روم کے دربار میں سفیر بھیجنے کی ضرورت پڑی تو اس نے پوری سلطنت کے دانش مندوں میں سے ملا یعنی مشہور امام حدیث حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو اس مہم کے لیے منتخب کیا چنانچہ امام شعبی نے قیصر کے دربار میں پہنچ کر اپنی مدبرانہ سیاسی گفتگو سے قیصر کے دل پر ایسا سکہ بٹھا دیا کہ وہ حیران رہ گیا بلکہ اس کو حسد ہونے لگا کہ اسلامی سلطنت کو ایسے ایسے ہوش مند اور دانا افراد مل گئے ہیں چنانچہ قیصر نے عبدالملک بن مروان خلیفہ کو جو خط تحریر کیا اس میں لکھ دیا کہ اے عبدالملک! مجھے تعجب ہے کہ امام شعبی جیسے سیاسی مدبر کے ہوتے ہوئے تجھ کو مسلمانوں نے کس طرح امیر

www.waseemziyai.com

المؤمنین بنالیا؟ عبدالملک بھی بڑا ہی ہوش منداور چالاک آدمی تھا۔اس نے جب قیصر کا خط پڑھا تو ہنستے ہوئے امام شعبی کو بلا کر فرمایا اے امام شعبی! کیا آپ کو پتا ہے کہ قیصر نے آپ کے بارے میں کیا لکھا ہے۔آپ نے جواب دیا کہ جی نہیں مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔

عبدالملک نے قیصر کا خط پڑھ کر سنایا تو امام شعبی سناٹے میں آ گئے سنبھل کر فرمایا اور کیا خوب فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! قیصر نے مجھے تو دیکھا مگر آپ کو نہیں دیکھا اس لیے ایسا لکھا ہے۔اگر وہ آپ کو دیکھ لیتا تو ہرگز کبھی ایسا نہیں کر سکتا تھا۔عبدالملک نے ہنستے ہوئے کہا کہ اے امام شعبی! آپ نے قیصر کا مطلب نہیں سمجھا اس نے مجھے اشتعال دلایا ہے کہ میں غصہ میں آ کر آپ جیسے باکمال انسان کو قتل کرادوں تا کہ اسلامی سلطنت کے تاج کا ایک نہایت ہی قیمتی اور چمک دار ہیرا برباد ہو جائے۔

چنانچہ جب قیصر کو معلوم ہوا کہ خلیفہ عبدالملک نے اس خط کا یہ مطلب سمجھا تو اس نے اقرار کرلیا کہ خدا کی قسم! جو کچھ خلیفہ عبدالملک نے سمجھا بالکل یہی میرے دل میں تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ص ۸۰)

نتیجہ: ایک علم دین پڑھنے والا ملا یعنی امام شعبی سیاست، حسن تدبیر حاضر جوابی، ہوشمندی، صلاحیت حکومت کے آسمان پر جس طرح آفتاب بن کر چمک رہا ہے اس حکایت سے اس کا اندازہ لگا لیجئے اور خدا کے لیے اس خیال سے توبہ کر لیجئے کہ ملا لوگ ہر زمانے میں مسجدوں کا لوٹا پھوڑنے اور زکوٰۃ خیرات کھانے کے سوا اور کسی کام کے نہیں رہے۔یاد رکھیے کہ اس طبقے میں ایسے ایسے باکمال ہو چکے اور اب بھی موجود ہیں جنہوں نے اقوام عالم کے مدبرین پر اس طرح اپنے سیاسی تدبر کا سکہ بٹھایا ہے کہ

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی

استغناء اور بے نیازی

استغناء و بے نیازی اور صبر و قناعت یہ کتاب اخلاقیات کے وہ روشن ابواب ہیں کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ "اخلاق علماء کی پوری عمارت انہی چاروں ستونوں پر قائم ہے تو یہ ایسی

www.waseemziyai.com

حقیقت کا اظہار ہوگا جس کو آفتاب کی طرح ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔" اخلاق علماء کے اس رخ کی بھی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بے نیازی

ایک مرتبہ ہارون رشید اپنے شہزادوں امین و مامون کو ساتھ لے کر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ میں حاضر ہوا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ کچھ احادیث سنائیں امام صاحب نے فرمایا! میں نے کچھ دنوں سے قرأت کا طریقہ چھوڑ دیا ہے لوگ مجھ کو احادیث سناتے ہیں اور میں سن لیتا ہوں۔ خلیفہ نے کہا کہ خیر میں پڑھتا ہوں آپ سن لیجئے مگر شرط یہ ہے کہ عام آدمیوں کو درس گاہ سے باہر نکال دیجئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا یہ غیر ممکن ہے میں عوام کو درس گاہ سے باہر نکال دوں اور صرف خواص کو اپنے حلقہ درس میں شامل رکھوں۔ ایسا کرنے سے خواص کو بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ علم نبوت ہے اس میں شاہ و گدا سب برابر کے حقدار ہیں۔ یہ فرمایا اور اپنے شاگرد ابن عیسیٰ کو فوراً سبق شروع کر دینے کا ارشاد فرمایا چنانچہ ابن عیسیٰ نے قرأت شروع کر دی۔

خلیفہ ہارون الرشید اور اس کے دونوں شہزادے حیرت سے امام مالک کا منہ تکتے رہ گئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۱۹۱)

نتیجہ: کیا دور حاضر کے علماء ایک بادشاہ کے مقابلے میں ایسی بے نیازی استغنا اور خودداری کی کوئی مثال پیش کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ استغناء اور بے نیازی علماء حق کے لیے بہترین ڈھال ہے جس پر کوئی تلوار اثر نہیں کر سکتی!

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی میں
زرہ اگر محفوظ رکھتی ہے تو "استغناء"

قناعت کا سلطان

ایک دن کوہستانی علاقہ کے بادشاہ امیر ابودلف کا شاہزادہ "دلف" اپنے خدم و حشم کے ساتھ قبیصہ بن عقبہ کے دروازے پر ملاقات کے لیے حاضر ہوا مگر قبیصہ نے مکان سے

نکلنے میں بہت دیر لگا دی تو خادموں نے انہیں پکارا اور یہ کہا کہ ملک الجبال کا شاہزادہ دروازے پر کھڑا ہوا ہے اور آپ ہیں کہ گھر سے نکلتے ہی نہیں۔ یہ سن کر قبیصہ اپنے مکان سے اس حال میں نکلے کہ خشک روٹی کے چند ٹکڑے ان کے تہ بند میں بندھے ہوئے تھے۔ ان ٹکڑوں کو دکھا کر فرمایا کہ جو شخص دنیا میں بس اتنے پر ہی قناعت کر کے راضی ہو چکا ہو اس کو ملک الجبال سے کیا کام؟ میں خدا کی قسم اس سے بات بھی نہ کروں گا یہ کہہ کر دروازہ بند کر لیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۰)

نتیجہ: حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ عز من قنع و ذل من طمع یعنی جس نے قناعت کی اس نے عزت پائی اور جس نے لالچ کیا وہ ذلیل ہوا۔ واقعی اس میں کوئی شک نہیں کہ ''قناعت'' ایک اعلیٰ درجہ کی بادشاہی ہے اور حرص نہایت ہی ذلیل قسم کی گداگری مگر افسوس کہ

نہ ایراں میں رہے باقی نہ توراں میں رہے باقی
وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاک قیصر و کسریٰ

خلیل کی خشک روٹی

نحو و ادب کے امام خلیل بصری کے پاس اہواز سے امیر سلیمان بن علی کا معتمد قاصد آیا اور پیغام لایا کہ امیر نے اپنے شاہزادوں کی تعلیم کے لیے آپ کو اپنے شاہی دربار میں بلایا ہے۔ خلیل بصری خشک روٹی کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لیے باہر نکلے اور قاصد کو روٹی کا ٹکڑا دکھا کر فرمایا کہ میرے پاس جب تک یہ خشک روٹی کا ٹکڑا موجود ہے مجھے امیر سلیمان کے دربار کی کوئی ضرورت نہیں۔ (علماء سلف ص ۲۷)

نتیجہ: اللہ اللہ! اس استغناء اور صبر و قناعت کا کیا کہنا؟ آج علماء کے سینوں کے صندوقوں اور ان کے دلوں کی تجوریوں میں یہی صبر و قناعت اور استغناء کی دولت نہیں رہی تو علماء سو کی حرص و ہوس کا کیا عالم ہے؟

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذر و دلقِ اویس و چادر زہرا

www.waseemziyai.com

ابو غالب کی صداقت

مشہور امام لغت ابو غالب نے جب فن لغت میں اپنی کتاب تصنیف کی تو امیر مجاہد نے ایک ہزار اشرفیاں ان کے پاس بھیجیں اور یہ فرمائش کی کہ اپنی کتاب کے دیباچہ میں صرف یہ الفاظ درج کردیں مما الفه ابو غالب لابی الجیش مجاهد یعنی اس کتاب کو ابو غالب نے ابوالجیش امیر مجاہد کے لیے تصنیف کیا ہے ابو غالب نے ان اشرفیوں کو ٹھکرا دیا اور فرمایا اے قاصد تم اپنے بادشاہ سے کہہ دینا کہ اگر تمام دنیا کی دولت بھی وہ مجھے دے دے۔ جب بھی اپنی کتاب میں ایک جھوٹی بات نہیں لکھوں گا۔ میں نے یہ کتاب عام خلائق کے فائدے کے لیے لکھی ہے۔ خاص امیر مجاہد کے نہیں لکھی ہے۔ (ابن خلکان ج اص ۹۷)

نتیجہ: اس واقعہ میں ابو غالب کی صداقت، بے طمعی اور قناعت کا جو جلوہ نظر آرہا ہے وہ دور حاضر کے علماء کے لیے سرمہ چشم بصیرت ہے۔

ان خشک روٹی اور ٹوٹی چٹائی پر قناعت کرنے والے علماء سلف کو کون ہے جو فقیر کہہ سکتا ہے! واللہ! یہ بادشاہ تھے۔ بخدا یہ شہنشاہ تھے۔ کیوں؟ اس لیے کہ

دارا و سکندر سے مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

قلم کا بادشاہ اور شاہی عطیہ

امام العلوم حافظ محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ جن کی تصنیفات الکتاب الکبیر کتاب التفسیر کتاب تہذیب الآثار وغیرہ کی تمام دنیا میں مثال نہیں ملتی۔ علوم وفنون کی سلطانی کے ساتھ ساتھ خداوند عالم نے ان کو ملک قناعت کی بادشاہی بھی عطا فرمائی تھی۔ خلیفہ بغداد مکتفی باللہ نے ان سے ایک کتاب یعنی کتاب الوقف لکھنے کی فرمائش کی چنانچہ آپ نے کتاب تصنیف فرمادی۔ خلیفہ کتاب پڑھ کر خوش ہوگیا اور ایک بہت ہی گراں قدر انعام پیش کیا مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ جب خلیفہ نے بہت زیادہ اصرار کیا کہ میں آپ کی کوئی نہ کوئی حاجت

www.waseemziyai.com

توضرور پوری کروں گا تو آپ نے فرمایا کہ میری ایک حاجت یہ ہے کہ آپ بھیک مانگنے والو ں کو جمعہ کے دن بھیک مانگنے سے شاہی فرمان کے ذریعے ممانعت کردیں۔

اسی طرح بادشاہ کے وزیر نے علم فقہ میں ایک کتاب تصنیف کرنے کی آپ سے فرمائش کی تو آپ نے کتاب لکھ دی۔ وزیر نے خوش ہوکر ایک ہزار اشرفی انعام پیش کیا تو آپ نے صاف انکار فرمادیا۔

محمد بن جریر طبری بہت زیادہ لکھتے تھے۔ چالیس برس تک روزانہ چالیس ورق لکھتے رہے۔ آپ کے شاگرد ابو محمد فرغانی کا بیان ہے کہ محمد بن جریر طبری کے وقت بلوغ سے ان کی وفات تک کی تصنیفات کا حساب لگایا گیا تو روزانہ چودہ ورق کا حساب پڑتا تھا شوال ۳۱۰ھ میں یہ فضل وکمال کا آفتاب غروب ہوگیا اور اپنے گھر کے اندر ہی دفن ہوئے۔ دفن کے بعد کئی ماہ تک آپ کی قبر پر خلق خدا نماز جنازہ پڑھتی رہی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۵۴)

نتیجہ: اللہ اکبر! علماء حق نے استغناء اور بے نیازی کے ایسے ایسے شاہکار پیش کردیئے ہیں کہ اس دور میں اس کی نظیر ملنی غیر ممکن ہے۔ کاش اہل دنیا علماء حق کے ان انمول شاہکاروں پر نظر ڈالتے اور ان خوبیوں کا اعتراف کرکے علماء حق کی مقدس جناب میں سوء عقیدت سے باز رہتے۔ کاش دور حاضر کے علماء کرام ان بزرگان سلف کے طرز عمل کی اقتداء کرکے دونوں جہان میں سر بلند ہوتے مگر افسوس! کہ آج تو اختلاف کے ظالم ہاتھوں نے علماء سلف کے ان شاہکاروں کے محلات کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ آنکھیں انتہائی بے قراری کے ساتھ علم کے ان بلند اور روشن مناروں کو تلاش کرتی ہیں مگر زمین کا ذرہ ذرہ زبان حال سے یہ مرثیہ پڑھتا ہوا نظر آتا ہے۔

مدارس وہ تعلیم دیں کے کہاں ہیں | مراحل وہ علم و یقیں کے کہاں ہیں
وہ ارکان شرع متیں کے کہاں ہیں | وہ وارث رسول امیں کے کہاں ہیں

رہا کوئی امت کا ملجا نہ ماویٰ
نہ قاضی نہ مفتی، نہ صوفی نہ ملا

بیت اللہ میں غیر اللہ سے سوال

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک بنو امیہ کے بادشاہوں میں بڑے کروفر اور جاہ وجلال کا بادشاہ گزرا ہے۔ یہ حج کے لیے گیا تو مکہ مکرمہ میں مدینہ منورہ کے مشہور عالم حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے خانہ کعبہ کے اندر ملاقات ہوگئی۔ خلیفہ ان کے نورانی چہرہ کو دیکھتے ہی بے پناہ معتقد ہو گیا اور عرض کرنے لگا کہ آپ کی جو حاجت ہو مجھ سے فرمادیجئے میں آپ کی ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں۔

حضرت سالم نے برجستہ جواب دیا کہ میں بیت اللہ میں غیر اللہ سے ہرگز ہرگز کوئی سوال نہیں کرسکتا۔ خلیفہ آپ کی اس بے نیازی اور شان استغناء کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور بڑی دیر تک آپ کا منہ تکتا رہا۔ (روح البیان ج ۶ ص ۶۶)

نتیجہ: سوال اور بھیک مانگنا انتہائی ذلت کا کام ہے۔ پھر کعبہ شریف میں جہاں اللہ قدوس کے جلال وعظمت کی تجلیاں ایک مومن کے قلب ونگاہ کو جہاں کی دولت سے مالا مال کررہی ہوں۔ وہاں بھلا غیر اللہ سے سوال کا کیا موقع ہے؟ حضرت سالم کے نورانی جواب کا کیا کہنا ہے۔ اس کو سوچ کر ایمانی بالیدگی اور روحانی سرور حاصل ہوتا ہے۔ بیت اللہ میں غیر اللہ سے سوال نہیں "سبحان اللہ! سچ ہے"

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

الٹی نذر کیسی؟

نواب حامد علی خاں والی رام پور اسٹیٹ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ کے علمی کمالات خصوصاً علم جفر کی مہارت دیکھ کر آپ کی ملاقات کا انتہائی مشتاق تھا اور برسوں بارہا اس نے کوشش کی کہ ایک مرتبہ ملاقات ہو جائے مگر اس کے رافضی ہونے کی وجہ سے آپ ہمیشہ انکار واجتناب فرماتے رہے۔

ایک مرتبہ نواب صاحب اپنی سپیشل ٹرین سے نینی تال جارہے تھے اور مارہرہ شریف

www.waseemziyai.com

کے پیرزادہ حضرت سید شاہ مہدی میاں صاحب بھی نواب کے ہم سفر تھے۔ جب سپیشل ٹرین بریلی پہنچی تو نواب نے پیرزادہ صاحب ممدوح سے کہا کہ آپ اعلیٰ حضرت کے پیرزادے ہیں۔ اگر آپ کوشش کریں تو مجھے ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے گا چنانچہ حضرت سید شاہ مہدی میاں صاحب نے ڈیڑھ ہزار روپے مدارالمہام کی معرفت سٹیشن سے بطور نذر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیج کر یہ استدعا فرمائی کہ آپ نواب رام پور کو چند منٹ کے لیے اپنی ملاقات سے مشرف فرمائیں۔

جب اعلیٰ حضرت کو مدارالمہام کے آنے کی خبر ہوئی تو مکان کے اندر سے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدارالمہام سے فرمایا کہ آپ حضرت سید مہدی میاں صاحب سے میرا اسلام عرض کیجئے اور یہ کہئے گا کہ یہ الٹی نذر کیسی؟ مجھے چاہئے کہ میں میاں کی خدمت میں نذر پیش کروں نہ کہ میاں مجھے نذر دیں۔ یہ ڈیڑھ ہزار ہوں یا جتنے بھی ان کو واپس لے جائیے۔ نہ فقیر کا مکان اس قابل ہے کہ کسی والیٔ ریاست کو بلا سکوں نہ ہی والیان ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جا سکوں۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ص ۱۹۲)

حدیث کا کوئی معاوضہ نہیں

خلیفہ ہارون رشید جب حج کے لیے روانہ ہوا اور کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے امام ابو یوسف سے کہا کہ آپ کوفہ کے تمام محدثین کو دربار میں بلائیے تاکہ وہ یہاں آ کر مجھے احادیث سنائیں چنانچہ کوفہ کے تمام محدثین احادیث سنانے کے لیے دربار میں تشریف فرما ہو گئے مگر عبداللہ بن ادریس اور عیسیٰ بن یونس یہ دونوں محدثین دربار شاہی میں نہیں گئے۔ خلیفہ نے اپنے دونوں شہزدوں امین و مامون کو ان دونوں محدثین کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ یہ دونوں پہلے عبداللہ بن ادریس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور محدث ممدوح نے ان دونوں کے سامنے ایک سو احادیث سنائیں۔ جب آپ خاموش ہو گئے تو مامون نے کہا کہ چچا جان اگر اجازت ہو تو یہ سو احادیث میں زبانی آپ کو سنا دوں چنانچہ اجازت پا کر مامون نے تمام احادیث کو زبانی سنا دیا۔

www.waseemziyai.com

عبداللہ بن ادریس مامون کی قوت حافظہ پر حیران رہ گئے۔ پھر یہ دونوں عیسیٰ بن یونس کی درس گاہ میں پہنچے تو انہوں نے بھی ایک سو احادیث شہزادوں کے سامنے بیان فرمائیں۔ مامون احادیث سن کر بے حد متاثر ہوا اور دس ہزار درہم کا نذرانہ پیش کیا۔ عیسیٰ بن یونس نے لینے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ حدیث سنانے کے بدلے میں تمہارا ایک گھونٹ پانی بھی قبول نہیں کر سکتا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱ص ۲۵۹)

نتیجہ: ان حکایات سے جہاں علماء سلف کی بے نیازی اور سیر چشمی کا پتا چلتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ کے امراء و سلاطین و شاہ زادگان علماء کی مالی خدمت کو اپنی بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ مگر افسوس کہ دور حاضر کے علماء میں اگر سیر چشمی کی کمی ہوگئی تو اس سے زیادہ مالدار عوام میں بخل آ گیا اور علماء کی خدمت کا جذبہ تو تقریباً فنا ہی ہو گیا۔ حد ہو گئی کہ شاعروں، قوالوں اور گویوں کو تو عوام خوب خوب انعام دیتے ہیں مگر علمائے کرام دو دو گھنٹہ وعظ بیان فرماتے ہیں اور اپنے سینوں کے علمی جواہر پارے قوم کے سامنے بکھیرتے رہتے ہیں مگر قوم یہی چاہتی ہے کہ ایک نیا پیسہ بھی مولانا صاحب کے ہاتھ میں نہ جانے پائے۔ غریب علماء کرام بڑی مصیبت میں مبتلا ہیں کہ اگر یہ اپنی معاش کے لیے دنیا کا کوئی کاروبار کرتے ہیں تو علمی خدمت کا کام ٹھپ ہو کر رہ جاتا ہے اور عوام کو کوئی حرام و حلال بتانے والا نہیں رہتا اور اگر یہ علمی مشاغل درس و تدریس، یا وعظ و تقریر میں مشغول ہوتے ہیں تو قوم کی بے توجہی سے فاقہ کشی کی نوبت آ جاتی ہے۔ آج کل بقول اکبر الہ آبادی علماء کرام کا یہ حال ہو گیا ہے۔

کچہریوں میں ہے پرسش گریجویٹوں کی
سڑک پہ مانگ ہے قلیوں کی اور میٹوں کی
نہیں ہے قدر تو کچھ علم دین و تقویٰ کی
خرابی ہے تو فقط شیخ جی کے بیٹوں کی

www.waseemziyai.com

تواضع

عالمانہ اخلاق کا ایک بہت ہی روشن پہلو تواضع بھی ہے۔ علماء سلف باوجود اپنے اعلیٰ کمال کے کس قدر انکسار و تواضع فرماتے تھے۔ اس بارے میں بھی چند حکایات سن لیجئے:

امام فخر الاسلام رو پڑے

امام فخر الاسلام جب بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں صدر مدرس مقرر کیے گئے تو پہلے ہی دن جب وہ مسند تدریس پر بیٹھے تو انہیں یہ خیال آ گیا کہ یہ وہی مسند ہے جس پر کبھی شیخ ابو اسحاق شیرازی اور حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہما جیسے اکابر امت بیٹھ کر درس دے چکے ہیں۔ یہ تصور آتے ہی ان کے قلب پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب اُمڈ پڑا۔ بڑی دیر تک عمامہ آنکھوں پر رکھ کر روتے رہے اور یہ شعر پڑھا!

خَلَتِ الدِّيَارُ فَسُدْتُ غَيْرَ مُسَوَّدِ
وَمِنَ الْعَنَاءِ تَفَرُّدِيْ بِالسُّؤْدَدِ

یعنی ملک باکمالوں سے خالی ہو گیا اور میں جو سرداری کے لائق نہیں تھا سردار بن گیا مجھ جیسے آدمی کا سردار بن جانا کس قدر تکلیف دہ بات ہے۔ (ابن خلکان ج ۱ ص ۲۶۵)

غلطی کا اعتراف

امام دارقطنی محدّث رحمۃ اللہ علیہ جب نوعمر طالب علم تھے تو ایک دن امام انباری کی درسگاہ میں حاضر ہوئے۔ حدیث لکھوانے میں امام انباری نے ایک راوی کے نام میں غلطی کی۔ دارقطنی کمال ادب سے امام انباری کو تو ٹوک نہیں سکے مگر ان کے مستملی کو جو ان کی آواز شاگردوں تک پہنچاتا تھا اس غلطی پر متنبہ کر دیا۔

جب دوسرے جمعہ کو دارقطنی پھر مجلس درس میں گئے تو امام انباری کا جوش حق پسندی اور بےنفسی کا عالم دیکھئے کہ انہوں نے بھری مجلس کے سامنے یہ اعلان فرمایا کہ اس روز فلاں

www.waseemziyai.com

نام میں مجھ سے غلطی ہو گئی تھی تو اس نوجوان طالب علم نے مجھ کو آگاہ کر دیا۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۶۱)

عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ کا انکسار

ایک شخص نے مشہور صوفی عثمان حیری محدّث کی دعوت کی۔ جب آپ اس کے مکان پر پہنچے تو اس نے کہا کہ حضرت! آپ کی دعوت نہیں ہے۔ آپ واپس جائیے چنانچہ آپ لوٹ گئے اور جب مکان پر پہنچے تو یہی شخص دوڑتا ہوا گیا اور کہا کہ حضرت معاف کیجئے مجھ سے غلطی ہوئی۔ آپ کی دعوت ہے۔ چلئے چنانچہ حضرت موصوف پھر اس کے ساتھ اس کے گھر پر تشریف لائے لیکن یہاں آکر اس نے پھر کہا کہ حضرت آپ کی دعوت نہیں ہے۔ آپ واپس چلے جائیے۔

اس طرح چار مرتبہ اس شخص نے بلایا۔ پھر واپس کر دیا اور ہر مرتبہ آپ آتے جاتے رہے مگر آپ کی پیشانی پر ذرا بل نہ آیا۔ آخری مرتبہ یہ شخص گڑگڑا کر معافی طلب کرنے لگا اور کہنے لگا کہ واللہ میں آپ کے حلم واخلاق کا امتحان لے رہا تھا۔ مگر خدا گواہ ہے کہ میں نے آپ کو حلم واخلاق اور تواضع وانکسار کا دریا پایا۔ جب بہت زیادہ اس نے آپ کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ میرے اس حلم واخلاق کی تم کیا اتنی تعریف کرتے ہو؟ یہ حلم واخلاق تو کتے میں بھی پایا جاتا ہے کہ جب اس کو بلایا جائے تو آجاتا ہے اور جب بھگایا جائے تو بھاگ جاتا ہے۔ (مستطرف ج ا ص ۱۱۸)

چھوٹا عمامہ

مولانا یوسف قاضی قسطنطنیہ نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے تو دیکھا کہ دروازے پر وزیر اعظم کا چوبدار کھڑا ہے جو انہیں بلانے کے لیے آیا تھا۔ اس وقت چھوٹا عمامہ باندھے بارگاہ وزارت میں جانا بے ادبی شمار کیا جاتا تھا مگر اس عالم ربانی کے دل نے یہ گوارا نہ کیا کہ دربار خداوندی کی حاضری تو چھوٹا عمامہ باندھ کر دی اور وزیر اعظم کی حاضری کے لیے بڑا عمامہ زیب سر کریں۔ اسی چھوٹے عمامہ کے ساتھ وزیر اعظم سے ملنے چلے گئے۔

www.waseemziyai.com

جب وہاں اعتراض ہوا تو صاف صاف کہہ دیا کہ ربّ العزت کے دربار کا ادب بندوں کے دربار سے زیادہ ہے۔ میں نے یہی عمامہ باندھ کر خدا کے دربار میں حاضری دی ہے۔ اس لیے میری ایمانی غیرت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ خدا کے دربار سے زیادہ بندوں کے دربار کا ادب کروں لہٰذا میں مسجد سے یہی عمامہ باندھے چلا آیا۔ وزیر اعظم مولانا کی صاف گوئی سے بہت خوش ہوا۔ یہاں تک کہ حضور سلطانی میں بھی اس نے مولانا کی اس ادا کو بیان کیا اور بادشاہ نے بھی اس کو پسند کیا۔ (شقائق نعمانیہ ج ص ۲۲۴)

ایک پادری اور شاہ عبدالعزیز صاحب

ایک عیسائی پادری نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کے سامنے یہ اعتراض کیا کہ آپ کے رسول تو خدا کے محبوب تھے جب آپ کے رسول کے نواسے کو یزیدی لوگ کربلا میں قتل کرنے لگے تو کیوں نہیں آپ کے رسول نے خدا سے کہا کہ میرے نواسے کو بچا لے۔ شاہ صاحب نے پادری کو الزامی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ پادری صاحب! ہمارے رسول نے خدا سے کہا تھا مگر اس نے فرمایا کہ اے محبوب! میرے بیٹے کو میرے سامنے یہودیوں نے سولی پر لٹکا دیا جبکہ میں اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکا تو تمہارے نواسہ کو کیسے بچا سکتا ہوں۔ یہ سن کر پادری مبہوت ہو کر لاجواب ہو گیا اور بڑی دیر تک حیرت سے حضرت شاہ صاحب کا منہ تکتا رہا۔

معاصرین کا اکرام

عربی کی ایک مثل ہے کہ اَلْمُعَاصَرَۃُ سَبَبُ الْمُنَافَرَۃِ یعنی ہم عصر ہونا نفرت کا باعث ہوا کرتا ہے چنانچہ یہ بات عام ہے کہ دو اہل کمال ایک ہی زمانے میں ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کے کمال کا کما حقہ اعتراف نہیں کرتے مگر علماء حق نے کبھی بھی اپنے معاصرین کے فضل و کمال کے اعتراف اور ان کے اعزاز و اکرام میں کوتاہی نہیں کی۔

حکایت ذیل دور حاضر کے ہم چشموں کے لیے سرمہ بصیرت ہے۔

www.waseemziyai.com

امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری رحمہما اللہ

نامور محدث ابوبکر بن عیاش کا بیان ہے کہ حضرت سفیان ثوری کے بھائی کا انتقال ہوگیا تو ہم لوگ ان کے لیے تعزیت کے لیے گئے۔ پوری مجلس علماء مشائخ سے بھری ہوئی تھی اسی حالت میں امام ابوحنیفہ بھی مع اپنے تلامذہ کے وہاں پہنچے۔ جب حضرت سفیان ثوری نے آپ کو دیکھا تو اپنی مسند چھوڑ کر کھڑے ہوگئے اور بڑی گرم جوشی کے ساتھ معانقہ کیا۔ پھر اپنی مسند پر آپ کو بٹھا کر خوب مودب ہوکر بیٹھ گئے۔ جب امام ابوحنیفہ چلے گئے تو میں نے حضرت سفیان ثوری سے عرض کیا کہ حضرت! آج آپ کا یہ طرز عمل مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو بے حد ناگوار گزرا کہ آپ نے امام ابوحنیفہ کی تعظیم میں بہت مبالغہ فرمایا۔ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ کیوں تمہیں ناپسند ہوا؟ امام ابوحنیفہ ایک جلیل القدر صاحب علم ہیں میں ان کی تعظیم کے لیے کیوں کھڑا نہ ہوتا؟ اگر ان کے علم کی تعظیم کے لیے نہ اٹھتا تو ان کی فقہ کی تعظیم کے لیے اٹھتا ان کی فقہ کی تعظیم کے لئے نہ اٹھتا تو ان کے تقوی کے لیے اٹھتا۔ اگر ان کے تقویٰ کے لیے نہ اٹھتا تو ان کے سن و سال کا خیال کر کے کھڑا ہوتا۔ ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری نے مجھے ایسا خاموش کردیا کہ میں بالکل ہی لاجواب ہوکر رہ گیا۔ (تبصرہ تاریخ بغداد ص ۴۸)

نتیجہ: اللہ اکبر! کتنا نورانی اور بابرکت زمانہ تھا کہ اس مقدس دور کے علماء حق اخلاص اور للہیت کا مجسمہ تھے۔ آج علماء کا باہمی تحاسد و تباغض دیکھ کر زندگی سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ کاش اپنی زندگی میں ہم بھی یہ رحمت والا دور دیکھتے۔ مگر افسوس کہ ہم ایسے زمانے میں پیدا ہوئے۔

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے، نہ یاروں میں وفا ہے

ابوحنیفہ غلطی نہیں کرسکتے

کسی روز وکیع بن الجراح محدث کی مجلس میں کسی نے یہ کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ نے

www.waseemziyai.com

فلاں مسئلے میں غلطی کی تو وکیع نے باوجودیکہ بعض مسائل میں ابوحنیفہ سے اختلاف رکھتے تھے۔ فوراً فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو؟ بھلا ابوحنیفہ میں کس طرح غلطی کر سکتے ہیں؟ جبکہ ابو یوسف اور زفر جیسے صاحب قیاس اور یحییٰ بن زائدہ وحفص بن غیاث وحبان ومندل جیسے حفاظ حدیث اور قاسم بن معن جیسا ماہر لغت وادیب اور داؤد طائی وفضیل بن عیاض جیسے زہد وتقویٰ لوگ ان کی مجلس درس میں حاضر رہتے ہیں۔ جس کے ہم نشین واہل مجلس ایسے ایسے باکمال ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتا اور اگر اتفاقاً اس سے کبھی کوئی غلطی ہو بھی جائے تو اس کے ہم نشین اس کی غلطی کی اصلاح کر دیں گے۔ (تبصرہ تاریخ بغداد ص ۵۲)

زبان کا بوسہ

مشہور صاحب علم وعمل بزرگ حضرت سہل بن عبداللہ تستری ایک مرتبہ سنن ابوداؤد کے مصنف امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے آئے۔ امام موصوف نے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ حضرت سہل کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ جب وہ اطمینان سے بیٹھ گئے تو امام ابوداؤد سے فرمایا کہ میں ایک درخواست لے کر آیا ہوں مگر جب تک آپ یہ وعدہ نہ فرمائیں گے کہ حتی الامکان میری درخواست ضرور شرف قبولیت سے باریاب ہوگی اس وقت تک میں اپنی عرضی نہیں پیش کروں گا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے جب منظوری دے دی تو حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی لجاجت کے ساتھ یہ عرض کیا کہ آپ اپنی زبان جس سے میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان فرماتے ہیں باہر نکالیے تاکہ میں اس کو چوم لوں۔ چنانچہ امام ابوداؤد نے اپنی زبان نکالی اور حضرت سہل نے نہایت گرم جوشی کے ساتھ امام ابوداؤد کی زبان کو چوم لیا۔

(ابن خلکان ج ۱ ص ۲۱۴)

چند پھول چند رنگ

ایک مرتبہ بادشاہ دہلی حضرت مولانا فخر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے دستور کے مطابق اس کی تعظیم فرمائی۔ اس کے بعد ادنیٰ اعلیٰ جو بھی آتا آپ سب

www.waseemziyai.com

کی تعظیم فرماتے رہے۔ پھر بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر حضرت خواجہ مظہر مرزا جان جاناں نقشبندی کی خانقاہ میں پہنچا تو آپ نے اس کی بالکل کوئی تعظیم نہیں فرمائی۔ پھر بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس کی تعظیم فرمائی لیکن بادشاہ کے بعد جب اس کا وزیر آیا تو آپ نے ذرا بھی اس کی تعظیم نہیں فرمائی۔ پھر جب شاہی چوب دار آیا تو آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ بادشاہ نے حیران ہو کر ہر جگہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا اور اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا کہ حضرت مولانا فخر الدین چشتی چونکہ توحید وجودی کے مقام میں ہیں اس لیے ہر ادنیٰ و اعلیٰ میں انہیں یار حقیقی کا جلوہ نظر آتا ہے لہٰذا وہ سب کی تعظیم کرتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب چونکہ توحید شہودی کی منزل پر فائز ہیں لہٰذا وہ عظمت الٰہی میں مستغرق ہونے کے سبب سے کسی کی بھی تعظیم روا نہیں رکھتے اور فقیر چونکہ پابند شرع عالم ہے اور آپ اولوالامر میں سے ہیں لہٰذا میں نے آپ کی تعظیم کی اور آپ کا وزیر چونکہ رافضی ہے اس لیے یہ میرے نزدیک بالکل ہی لائق تعظیم نہیں اور آپ کا چوبدار حافظ قرآن ہے اس لیے میں نے اس کی تعظیم کی۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۱۹۲)

نتیجہ: مذکورہ بالا واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علماء کرام کو اپنے معاصرین علماء کا اعزاز و اکرام کرنا یہی سلف صالحین کا مبارک طریقہ ہے۔ کوئی بدمذہب اگرچہ وہ کتنے ہی بڑے عہدہ پر فائز ہو علماء حق کے نزدیک ہرگز ہرگز وہ لائق تعظیم نہیں ہے چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کو ان کی وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ارحم الراحمین نے میری صرف ایک بات پر عتاب فرمایا اور تیس برس تک مجھ کو کھڑا رکھا اور وہ بات یہ تھی کہ میں نے ایک مرتبہ ایک بدمذہب بدعتی کو محبت و پیار کی نظر سے دیکھ لیا تھا تو میرے رب عزوجل نے اس سے مجھ پر عتاب فرمایا کہ تم نے میرے دشمن کو محبت و پیار کی نظر سے کیوں دیکھا؟ اور میرے دشمنوں سے دشمنی کیوں نہیں رکھی؟ (روح البیان ج ۳ ص ۱۲۶)

اسی طرح سے مروی ہے کہ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی

www.waseemziyai.com

خدمت میں سلام بھیجا تو آپ نے قاصد سے فرمایا کہ تم لوٹ کر اس سے میرا سلام مت کہنا کہ وہ بدمذہب ہو گیا ہے۔

الغرض کوئی بھی بدمذہب یا کوئی بھی کافر اگرچہ کتنے ہی بڑے عہدہ پر پہنچے ہوئے ہو ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے کہ اہل ایمان ان کی تعظیم کریں اور علماء حق کو تو اس سے بے حد اجتناب و پرہیز کرنا لازم ہے۔

دیکھ لیجئے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی نے بادشاہ کے سامنے اس کے وزیر اعظم کی کوئی تعظیم نہیں فرمائی اور بادشاہ کے منہ پر کہہ دیا کہ چونکہ یہ رافضی ہے لہٰذا لائق تعظیم نہیں ہے۔ آج کل پابند شرع عالموں پر جو سیاسی صلح کلی حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ بڑے تنگ نظر ہیں نہ لیڈروں کی تعظیم کرتے ہیں نہ منسٹروں کی۔ ان کے لیے سلف صالحین کا یہ طرز عمل تازیانہ عبرت ہے۔ کاش! خداوند کریم انہیں ہدایت دے اور ان کی ایمانی خودی اور عالمانہ خودداری میں بیداری پیدا ہو جائے اور وہ اس حقیقت کا مشاہدہ کرنے لگیں ۔

خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی
یہی مقام ہے مومن کی قوتوں کا معیار
اسی مقام سے آدم ہے ''ظل سبحانی''

صبر و ایثار

صبر و ایثار بھی عالمانہ اخلاق کا بہت اہم عنصر ہے۔ اس معیار پر بھی چند حکایات سنئے اور سر دھنئے:

تین دوست

مشہور امام تاریخ علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ ہم تین گہرے دوست تھے۔ ایک میں، دوسرا ہاشمی، تیسرا نبطی۔ میں ایک مرتبہ عید کے موقع پر انتہائی تنگ دستی میں مبتلا ہو گیا۔ گھر والی

www.waseemziyai.com

نے بچوں کے کپڑے اور عید کے سامان کا سخت تقاضا کیا۔ میں نے مجبور ہو کر اپنے دوست ہاشمی کو امداد کے لیے خط لکھا۔ اس نے فوراً ایک ہزار دینار کی تھیلی میرے پاس بھیج دی لیکن جیسے ہی یہ تھیلی مجھے ملی۔ فوراً میرے دوست نبطی کا خط ملا کہ میں ان دنوں افلاس کا شکار ہو گیا ہوں۔ میری مدد کرو۔ میں نے فوراً وہ تھیلی اپنے دوست نبطی کے یہاں بھیج دی۔

پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرا دوست ہاشمی وہی تھیلی لیے ہوئے میرے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے کہ یہ تھیلی جو میں نے تمہارے پاس بھیجی تھی۔ وہ نبطی کے پاس کیسے پہنچ گئی؟

میں نے کہا! دوست کیا عرض کروں۔ جیسے ہی تمہاری تھیلی میرے یہاں آئی نبطی دوست کا خط آیا کہ میں انتہائی تنگدستی میں ہوں تو میری غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ یہ تھیلی موجود ہوتے ہوئے ایسے وقت میں اپنے دوست کی مدد نہ کروں۔ اس لیے یہ تھیلی میں نے اس کے پاس بھجوا دی۔ یہ سن کر ہاشمی کہنے لگا کہ میرے پیارے دوست میں کیا بتاؤں؟ جب تمہارا خط آیا تو میرے پاس بس یہی ایک تھیلی رہ گئی تھی۔ میں نے تمہارے پاس بھیج دی چونکہ پھر میں بالکل تہی دست ہو گیا۔ میں نے نبطی دوست کے پاس امداد کے لیے قاصد بھیجا تو اس نے یہ تھیلی میرے پاس بھیج دی۔

اس طرح یہ تھیلی تمہارے اور نبطی کے پاس سے ہوتی ہوئی پھر میرے ہی پاس بھیج دی گئی۔ اچھا اب یہ بہتر ہے کہ اس میں سے ایک سو دینار تم اپنی بیوی کو عید کے اخراجات کے لیے دے دو۔ باقی نو سو دینار ہم تینوں دوست تقسیم کر لیں۔

چنانچہ تینوں دوستوں نے تین تین سو دینار بانٹ لیے۔

علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ اچانک ہم تینوں دوستوں کی خبر خلیفہ بغداد کو پہنچ گئی تو اس نے مجھے دربار میں طلب کیا اور خزانہ شاہی سے سات ہزار دینار یہ کہہ کر دیئے کہ ایک ہزار دینار تم اپنی بیوی کو خرچ کے لیے دے دو اور دو دو ہزار دینار تم تینوں دوست لے لو۔

(ثمرات الاوراق ج ا ص ۲۳۲)

www.waseemziyai.com

صوفیوں کی گرفتاری

شیخ ابوعلی دقاق نے فرمایا کہ خلیفہ بغداد کے پاس صوفیوں کے بارے میں کسی نے یہ تہمت لگائی کہ یہ لوگ ملحد و بے دین ہیں چنانچہ جنید بغدادی' ابوالحسن نوری وشحام وقاسم و رقام وغیرہ گرفتار کر کے حاضر دربار کیے گئے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تو مفتی ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیئے گئے۔ مگر باقی لوگوں کو قتل کرنے کے لیے چمڑا بچھایا گیا اور جلاد بلایا گیا۔

ابوالحسن نوری سب سے پہلے قتل ہونے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جلاد نے پوچھا آپ سب سے پہلے کیوں قتل ہونے کے لیے کھڑے ہوئے؟ آپ نے فرمایا تا کہ میرے ساتھیوں کو چند منٹ اور زندگی کا موقع مل جائے جب اس گفتگو کی خبر خلیفہ کو پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو قاضی کے سامنے پیش کر کے ان کے عقائد واعمال کے بارے میں پوری تحقیق و تفتیش کی جائے چنانچہ یہ لوگ قاضی کی کچہری میں لائے گئے اور قاضی نے ابوالحسن نوری سے چند فقہی مسائل پوچھے۔ آپ نے ہر ایک کا ٹھیک ٹھیک جواب دیا۔ پھر آپ نے قاضی کو چند نصیحت کے کلمات ارشاد فرمائے تو قاضی اس قدر متاثر ہوا کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور اس نے خلیفہ کے پاس یہ لکھا کہ اے امیر المومنین! اگر یہ لوگ ملحد و زندیق کہلائیں گے تو روئے زمین پر کون ہو گا جس کو مسلمان کہا جائے گا؟

خلیفہ نے قاضی کا خط پڑھ کر سب کو چھوڑ دیا۔ (روح البیان ج ۷ ص ۲۵۹)

کتوں کا طریقہ

مشہور صوفی حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیس بدل کر تشریف لے گئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ بلخ سے۔ فرمایا تم شفیق بلخی کو جانتے ہو؟ کہا جی ہاں! فرمایا کہ ان کے اصحاب کا کیا طریق ہے؟ کہا کہ انہیں کچھ نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں اور جب کچھ مل جاتا ہے تو شکر کرتے ہیں۔

یہ سن کر عبداللہ بن مبارک نے فرمایا یہ تو ہمارے یہاں کے کتوں کا بھی طریقہ ہے کہ

www.waseemziyai.com

انہیں ٹکڑا نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں اور کوئی انہیں روٹی کا ٹکڑا دے دے تو دم ہلا کر اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ حضرت شفیق نے فرمایا کہ پھر کون سا طریقہ ان لوگوں کو اختیار کرنا چاہئے۔ فرمایا جب کچھ نہ ملے تو شکر ادا کریں اور جب کچھ مل جائے تو دوسروں کو دے دیا کریں۔ (روح البیان ج ۴ ص ۳۶۵)

اسم اعظم سکھانے والا

ایک شخص ایک شیخ وقت کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت زیادہ خدمت گزاری کے بعد یہ درخواست پیش کی کہ آپ مجھے اسم اعظم سکھا دیجئے۔ شیخ نے جواب دیا کہ کیا تمہارے اندر اس کی اہلیت ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! شیخ نے فرمایا اچھا تم شہر کے پھاٹک پر جاؤ اور جو منظر دیکھو آکر مجھے اس کی خبر دو۔ یہ شخص شہر کے دروازے پر جا کر بیٹھا تو دیکھا کہ ایک لکڑ ہارا اپنے گدھے پر لکڑیاں لاد کر چلا آرہا تھا تو ایک سپاہی نے بلا قصور اس کو مار کر اس کی لکڑیوں کو چھین لیا اور وہ لکڑ ہارا خاموش ہو کر چلا گیا۔

شخص مذکور نے اپنا یہ چشم دید ماجرا آکر شیخ وقت سے عرض کیا تو شیخ نے اس سے پوچھا کہ اگر تم اسم اعظم جانتے ہوتے تو اس موقع پر تم کیا کرتے؟ اس نے کہا میں اس ظالم سپاہی کے حق میں ایسی بددعا کرتا کہ وہ ہلاک ہو جاتا۔

شیخ وقت نے کہا اسی لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ تم میں اسم اعظم سیکھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

تمہیں کیا معلوم؟ اسی لکڑ ہارے نے مجھے اسم اعظم سکھایا ہے، یاد رکھو!

اسم اعظم کی صلاحیت وہی شخص رکھتا ہے جو اتنا صابر اور مخلوق خدا پر اس قدر رحیم و شفیق ہو۔ (روح البیان ج ۲ ص ۲۲۲)

تقویٰ واتباع شریعت

تقویٰ و پرہیزگاری اور شریعت مطہرہ کی اتباع واطاعت یہ تمام معاملات مومن کی جان ہیں۔ علماء سلف کے تقویٰ و پرہیزگاری کی ہزاروں مثالیں ایسی ہیں کہ جن کی مثال ملنی

www.waseemziyai.com

غیر ممکن ہے۔ چند واقعات سن لیجئے:

فریب دینے والا محدّث

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک محدّث کے پاس علم حدیث پڑھنے کے لیے گئے تو یہ دیکھا کہ اس محدّث کا گھوڑا بھاگ گیا ہے اور وہ اپنی چادر اس گھوڑے کو دور سے دکھا رہا ہے۔ گویا گھوڑے کو چادر میں رکھا ہوا جو کھانے کو بلا رہا ہے۔ جب گھوڑا قریب آ گیا تو اس طرح فریب دے کر گھوڑے کو پکڑ گیا۔ حضرت امام بخاری نے پوچھا کہ واقعی آپ کی چادر میں جو تھے؟

انہوں نے کہا نہیں! میں نے گھوڑے کر فریب دے کر پکڑا ہے۔ یہ سن کر امام بخاری نے فرمایا:

لَا اٰخُذُ الْحَدِیْثَ عَمَّنْ یَکْذِبُ عَلَی الْبَهَائِمِ

''میں اس شخص سے علم حدیث نہیں حاصل کروں گا جو جانوروں کے سامنے جھوٹ بولتا ہے۔''

یہ کہہ کر آپ وہاں سے چل دیئے۔

اسی طرح منقول ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک نحوی کے پاس علم نحو پڑھنے کے لیے گئے تو اس نے فاعل و مفعول کی مثال دیتے ہوئے کہا ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًووًا یعنی زید نے عمرو کو مارا تو زید فاعل ہوا اور عمرو مفعول۔

حضرت ابوبکر شبلی نے پوچھا کیا واقعی زید نے عمرو کو مارا ہے؟ نحوی نے جواب دیا: نہیں یہ تو ایک مثال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس علم کو نہیں سیکھوں گا جس کی پہلی مثال ہی جھوٹی ہو۔ (نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۱۲۳)

محتسب الامتہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت خواجہ شیخ سیف الدین سرہندی کا زہد و تقویٰ اور اتباع شریعت دیکھ کر لوگ آپ کو محی السنہ کہا کرتے تھے اور آپ

www.waseemziyai.com

کے والد ماجد خواجہ محمد معصوم سرہندی نے آپ کو محتسب الامۃ کا لقب عطا فرمایا تھا۔

ایک مرتبہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے انتہائی عقیدت کے ساتھ دعوت دے کر آپ کو شاہی محل میں مدعو کیا۔ آپ نے اتباع سنت کے لیے دعوت تو قبول فرمالی مگر جب قلعہ کے پھاٹک پر پہنچے تو دیوار میں چند تصویریں پتھر میں تراشی ہوئی نظر آئیں۔ آپ دروازے پر ٹھہر گئے۔ فرمایا کہ جس مکان میں جاندار کی تصویریں ہوں میں ہرگز ہرگز اس مکان میں داخل نہیں ہوسکتا۔

عالمگیر نے فوراً ہی ان تصویروں کو توڑ دینے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ قلعہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے زہد و تقویٰ کی بڑی بڑی حیرت انگیز روایات ہیں۔

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۰۹۶ھ میں ۴۷ برس کی عمر پا کر وصال فرمایا۔ مزار سرہند شریف میں ہے (مشائخ نقشبندیہ)

نتیجہ: تقویٰ اور اتباع شریعت علماء حق کا خاص شعار رہا ہے اور بادشاہوں کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے میں جان کی پروانہ کرنا۔ یہ علماء حق کا ہر دور میں خاص الخاص نشان رہا ہے مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ اب اس دور میں اس کی مثالیں بالکل ہی کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔

پڑی ہیں سب اجڑی ہوئی خانقاہیں
وہ درویش و سلطان کی امید گاہیں
جہاں علم باطن کی کھلتی تھیں راہیں　　فرشتوں کی پڑتی تھیں جن پر نگاہیں
وہ جذب الٰہی کے پھندے کہاں ہیں
وہ اللہ کے پاک بندے کہاں ہیں

سخاوتِ نفس

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن مصر میں لوہاروں کے بازار سے گھوڑے پر سوار گزر رہے تھے کہ اچانک چابک گر پڑا۔ ایک شخص نے دوڑ کر امام موصوف کا چابک اٹھایا اور اسے صاف کر کے پیش کیا۔

www.waseemziyai.com

آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ اس وقت تمہاری جیب میں کتنی رقم ہے۔
اس نے عرض کیا دس دینار۔ آپ نے فرمایا اس شخص کو انعام کے طور پر دے دو۔ پھر آپ اس شخص سے معذرت فرماتے ہوئے تشریف لے گئے۔ (مستطرف ج ص ۱۹۲)

نتیجہ: سخاوت و مہمان نوازی انسانی اخلاق کا زیور اور شرافت نفس کا جوہر ہیں اسی لیے علماء سلف اور اولیاء امت سخاوت و مہمان نوازی میں امتیازی شان کے مالک رہے یہی وجہ ہے اکثر اکابر علماء مقروض رہا کرتے تھے چنانچہ ہم نے اپنی کتاب اولیاء رجال الحدیث میں سخاوت علماء کے ایسے ایسے تاریخی واقعات تحریر کیے ہیں جو دور حاضر کے علماء کے لیے مشعل راہ ہدایت ہیں مگر افسوس کہ اس دور میں کثیر تعداد تو ایسے علماء کی ہے جو خود ہی غلسی اور تنگدستی کے حملوں سے نان شبینہ کے محتاج ہیں۔ بھلا سخاوت اور مہمان نوازی کہاں سے کریں گے؟ اور بعض جو متمول ہیں انہیں اپنی ہی تن پروری سے فرصت نہیں کہ وہ اپنے ہم عصر غریب علماء کرام کی کچھ خبر گیری کریں اور خورد نوازی فرمائیں وہ اس بات کے خواہش مند اور متمنی تو رہتے ہیں کہ مفلس و نادار علماء خورد بن کر ان کی بزرگی کا ڈھنڈورا تو پیٹتے رہیں مگر اس بات کی انہیں کبھی توفیق ہی نہیں ہوتی کہ اپنے چھوٹوں کو اپنی نوازشوں سے نوازتے رہیں۔

ان حالات کو دیکھ کر بے اختیار زبان پر ڈاکٹر اقبال کا شعر آ جاتا ہے۔

فلک نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں کہ روشِ بندہ پروری کیا ہے؟

www.waseemziyai.com

کراماتِ علماء

کمالاتِ ولی مٹی میں بھی یوں جگمگاتے ہیں
کہ جیسے نور، ظلمت میں کبھی پنہاں نہیں ہوتا

فقیروں اور باباؤں کی ولایت و کرامت کا چرچا تو ہر خاص و عام کی زبانوں پر ہے مگر فقہاء محدثین جو در حقیقت عمارت ملت کا سنگ بنیاد اور جمہور امت کے نور ہدایت کے لیے روشنی کا منارہ ہیں ان اساطین اسلام کی ولایت و کرامت تو کجا؟ لوگ ان کے ناموں سے بھی آشنا نہیں حالانکہ اس طبقہ علماء حق میں ایسے ایسے صاحب ولایت و با کرامت ہزاروں با کمال اولیاء ہوئے ہیں جو گلستان ولایت میں پھولوں کی طرح مہکتے اور آسمان کرامت پر ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ علماء حق کے نورانی سلسلۃ الذہب میں کیسے کیسے درشہوار اور گوہر آبدار ہیں۔ اس نورانی منظر کی کچھ چمک و دمک دیکھنی ہو تو حکایات ذیل کو عشق و محبت اور عرفانی معرفت کی چشم بصیرت سے دیکھئے اور عبرت حاصل کیجئے۔

غیبی دستر خوان

ایک مرتبہ حضرت امام احمد بن حنبل و حضرت امام شافعی و حضرت امام ابو ثور و حضرت محمد بن الحکم رحمہم اللہ ان چاروں حدیث کے اماموں کا اجتماع ہو گیا۔ نماز عشاء تک یہ لوگ مسجد میں بیٹھے علمی مذاکرہ کرتے رہے اور نماز عشاء کے بعد یہ چاروں صاحبان امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر گئے۔ امام موصوف تینوں مہمانوں کو بٹھا کر مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ اندر سے خوش خوش مسکراتے ہوئے مہمانوں کے پاس آئے۔ حضرت امام شافعی نے دریافت فرمایا۔ آپ اس قدر خوش ہو کر مسکرا کیوں رہے ہیں۔

www.waseemziyai.com

www.waseemziyai.com

امام احمد نے فرمایا! کچھ نہ پوچھئے۔ آج میرے گھر میں عجیب ماجرا ہے۔ مجھے خوشی کے ساتھ ساتھ انتہائی حیرت بھی ہے اور وہ یہ کہ میں جب مکان سے نماز مغرب کے لیے نکلا تھا تو گھر میں کھانے کا لقمہ بھی نہیں تھا۔ اب مکان کے اندر گیا ہوں تو خدا کے فضل سے بہت کثیر مقدار میں قسم قسم کے کھانے موجود ہیں اور بیوی کا بیان ہے کہ آپ مغرب کے لیے مکان سے نکلے تو دروازے پر دستک ہوئی۔ بچوں کو باہر بھیجا تو انہوں نے کہا ایک خوش پوشاک اور حسین وجمیل آدمی ہے اور اس نے ایک ٹوکری اور کھانے کا طباق پیش کیا اور کہا تم لوگ اپنے رب کا رزق کھاؤ اور شکر ادا کرو۔

مرغ، شیر مال، مختلف سالن، مزعفر، چھلے ہوئے کیلے، ایک پیالی میں نمک۔ ایک شیشی میں سرکہ، شکر کا حلوہ، کچھ سبزیاں، یہ تمام کھانے طباق میں رکھے ہوئے تھے۔

چنانچہ امام احمد نے ان تمام کھانوں کو لاکر رکھ دیا اور چاروں اماموں نے خوب شکم سیر ہوکر کھایا اور کھانوں کی لذت سے بے حد محظوظ و متعجب ہوئے اور ایک ماہ تک ان لوگوں کو نہ بھوک لگی اور نہ ہی کھانے کی ضرورت پڑی۔

بچا ہوا کھانا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے گھر میں بھجوایا تو گھر کے تمام افراد نے شکم سیر ہوکر کھایا مگر پھر بھی کھانا بچ رہا۔ پھر ان چاروں اماموں کا متفقہ فیصلہ رہا کہ کھانا منجانب اللہ آیا تھا۔ قاصد کوئی فرشتہ تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے صالح بن احمد کا بیان ہے کہ جب تک یہ ٹوکری ہمارے گھر میں موجود رہی کبھی ہم کو رزق میں تنگی نہیں ہوئی اور ہمیشہ غیب سے ہم لوگوں کے لیے اسی طرح کھانے پینے کا سامان ہوجاتا رہا۔

ہم لوگوں کو اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ بلاشبہ یہ ان اماموں کی کرامت تھی۔

(ثمرات الاوراق ج ۲ ص ۱۷۱)

چار یار اور پچاس پچاس دینار

ابوالعباس بکری ناقل ہیں کہ محمد بن جریر طبری اور محمد بن خزیمہ اور محمد بن نصر اور محمد بن ہارون رویانی، یہ چاروں محمد نام کے محدثین اپنی طالب علمی کے زمانے میں مصر کے اندر مجتمع

ہوئے اور چاروں مفلسی اور فاقہ کشی سے مجبور اور لاچار ہو گئے۔ ایک دن ان چاروں نے یہ طے کیا کہ قرعہ نکالو جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ خدا سے دعا مانگے چنانچہ جیسے ہی انہوں نے دعا مانگی۔ ایک غلام موم بتی لیے ہوئے دروازے پر کھڑا نظر آیا۔

اس نے کہا: محمد بن نصر کون ہیں؟ لوگوں نے ان کی طرف اشارہ کیا تو اس نے ان کو پچاس دینار کی تھیلی دی۔ پھر باقی تینوں کو بھی ان کا نام پوچھ پوچھ کر پچاس پچاس دینار کی تھیلی دی اور کہا کہ امیر مصر سو رہا تھا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ چار محمد نام کے طالب علم بھوکے ہیں تو اس نے آپ لوگوں کے خرچ کے واسطے یہ تھیلیاں بھیجی ہیں۔

میں آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ جب یہ رقم خرچ ہو جائے تو آپ لوگ ضرور ضرور مجھے مطلع فرمائیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۸۲)

کنکری سونا ہوگئی

خالد بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ حافظ الحدیث حیوہ بن شریح بہت ہی مفلوک الحال اور تنگدست تھے اور خوف خداوندی سے دن رات رویا کرتے تھے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ عالم تنہائی میں انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگ رہے ہیں:

مجھے ان کی غریبی پر بڑا ترس آیا تو میں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں آپ خداوند عالم سے دعا مانگتے کہ وہ آپ کو اتنی دولت عطا فرمائے کی آپ کی تنگ دستی دور ہو جائے۔ یہ سنتے ہی حضرت حیوہ بن شریح نے دائیں بائیں مڑ کر دیکھا اور زمین پر سے کچھ کنکریاں سونا بن گئیں اور انہوں نے ان کو میری طرف پھینک کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میں ان سونے کے ٹکڑوں کو کیا کروں؟ تو فرمایا کہ تم ان کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کر ڈالو۔

خالد بن عبدالعزیز کا بیان ہے میں اس حال اور ان کے جلال سے اس قدر خائف ہو گیا کہ مارے ڈر کے ان کے فرمان کو ٹال نہیں سکا اور میں ان سونے کے ٹکڑوں کو ساتھ لے کر اپنے گھر چلا آیا (مستطرف ج ۲ ص ۴۸)

www.waseemziyai.com

نتیجہ: ان تاریخی حقائق اور مستند واقعات سے ان منکرین کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو اہل اللہ کے خداداد تصرفات و کرامات کے انکار اور بزرگان دین کی توہین و تنقیص کو توحید کی بنیاد ٹھہرائے ہوئے ہیں۔ ان کو کیا خبر کہ بحر توحید کے بڑے بڑے غواصوں اور میدان تصوف کے عدیم المثال شہہ سواروں نے اکابر ملت و اولیاء امت کے خداداد تصرفات کو دیکھ کر اپنی خالی جھولیاں پھیلائے ہوئے یہ صدا لگا کر ان سلاطین کرامات کے آستانوں پر فیض کی بھیک مانگی ہے کہ ۔

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

یعنی وہ لوگ جو اپنی ایک نظر ڈال کر مٹی کو سونا بنا دیتے ہیں۔ کاش ایسا ہوتا کہ کبھی وہ لوگ اپنی انکھیوں سے ایک مرتبہ ہماری طرف بھی دیکھ لیتے تو ہمارے وجود کی خاک بھی عالم پاک کی کیمیا بن جاتی۔

سبحان اللہ! اللہ والوں کے خداداد تصرفات کی قوت اور ان کی روحانی طاقت کا کیا کہنا؟ شاعر مشرق نے کیا خوب کہا ہے:

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حقیقت تو یہ ہے کہ ان باخدا بزرگوں کی کرامات اور ان کے خداداد تصرفات کے حالات پڑھ کر یہ شعر حرف تمنا بن کر زبان پر آ جاتا ہے کہ ۔

ہیں زیر خاک بھی افتاب جن کے زیر اثر
وہ کاش آئیں مرے دل میں حکمراں بن کر

جذام کا علاج

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فتوحات کے وصایا میں تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے یہاں ایک شخص جذام کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ تمام اطباء نے بالاتفاق یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ لا علاج مرض ہے۔ اتفاق سے اس زمانے کے ایک قوی الایمان محدث نے

www.waseemziyai.com

جن کا نام سعد السعو د تھا۔ اس جذامی کو دیکھ کر فرمایا کہ تم اپنے اس مرض کا علاج کیوں نہیں کرتے؟ غریب جذامی نے آبدیدہ ہو کر کہا کہ حضور میرے اس مرض کو تمام طبیبوں نے لاعلاج قرار دے دیا ہے۔ اس لیے اب میں مایوس ہو چکا ہوں۔

یہ سن کر سعد السعو د محدّث نے فرمایا یہ تمام اطباء جھوٹے ہیں اور میرا ایمان ہے کہ سارے عالم میں سب سے بڑھ کر حاذق طبیب میرے رسول محمد ﷺ ہیں اور کلونجی کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے کہ وہ موت کے سوا تمام بیماریوں کی دوا ہے اور جذام بھی ایک مرض ہے اس لیے یقیناً کلونجی اس کی بھی دوا ہے چنانچہ انہوں نے فوراً ہی کلونجی منگا کر پیسی اور اس کو شہد ملا کر جذامی کے پورے بدن پر مل دیا اور کچھ تھوڑی مقدار میں اس کو چٹا دی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اسے غسل کرایا تو اس کی پرانی کھال اتر گئی اور نئی کھال فوراً ہی نمودار ہو گئی اور اس کے سر کے گرے ہوئے بالوں کی جگہ دوسرے بال اگ آئے اور وہ بالکل شفایاب ہو کر پہلے کی طرح تندرست ہو کر توانا ہو گیا۔

حضرت محی الدین ابن العربی کا بیان ہے کہ سعد السعو د محدّث کا اس حدیث پر اتنا قوی ایمان تھا کہ وہ ہر مرض میں کلونجی بطور دوا استعمال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں کبھی آشوب چشم ہو جاتا تو وہ کلونجی کو پیس بطور سرمہ لگاتے تھے اور فوراً شفایاب ہو جاتے تھے۔

(روح البیان ج ۳ ص ۳۱۹)

نتیجہ: اس واقعہ کو ایک کامل الایمان عالم باعمل کی کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ مگر اس کرامت کے ظہور کے لیے یہ شرط ہے کہ فرمان رسول پر سعد السعو د جیسا یقین محکم اور کامل ایمان ہونا ضروری ہے

مصیبت میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں نہ شمشیریں
مگر ایمان کامل ہو تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ کا قارورہ

مشہور عالم حدیث حضرت بشر حافی علیہ الرحمہ جب مرض الموت میں بیمار ہوئے تو لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ کا قارورہ کسی طبیب کو دکھلا کر علاج کرایا جائے۔ آپ نے انکار

www.waseemziyai.com

کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے طبیب کے سامنے حاضر ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے اس کی جو مرضی ہوگی وہ کرے لیکن جب لوگوں نے انتہائی اصرار کیا تو آپ کی ہمشیرہ نے آپ کا قارورہ لوگوں کو دے دیا۔ جب قارورہ لے کر لوگ پڑوس کے ایک نصرانی طبیب کے یہاں گئے تو وہ قارورہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ یہ قارورہ اگر کسی نصرانی کا ہے تو وہ یقیناً بہت بڑا راہب ہوگا کیونکہ اس قارورہ والے کا جگر خوف الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو چکا ہے اور اگر یہ قارورہ کسی مسلمان کا ہے تو یقیناً یہ بشر حافی کا ہے۔ جب لوگوں نے بتایا کہ بشر حافی کا قارورہ ہے تو نصرانی طبیب بے اختیار کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

لوگ جب طبیب کے پاس سے لوٹے تو حضرت بشر نے فرمایا تم لوگوں کا طبیب تو مسلمان ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضور! آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا۔ فرمایا جب تم لوگ قارورہ لے کر مکان سے نکلے تو اسی وقت میں نے ایک غیبی آواز سنی کہ اے بشر! تمہارے قارورہ کو دیکھ کر نصرانی طبیب مسلمان ہو گیا۔ ۲۲۷ھ میں حضرت بشر حافی کا انتقال ہوا۔

(مستطرف ج ۱ ص ۱۴۴)

نتیجہ: جن کے قارورہ کو دیکھ کر ایک نصرانی طبیب مسلمان ہو گیا ان کی نورانی صورت اور مقدس سیرت نے کتنے کفار کے اندھیرے دلوں میں نور ایمان سے چراغاں کیا ہوگا کیوں نہ ہو کہ ان ہی علماء حق کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

علمآء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل

یعنی میری امت کے علماء ہدایت کے وہ کارنامے انجام دیں گے جو بنی اسرائیل کے انبیاء انجام دیا کرتے تھے۔

بلاشبہ ایسے ہی مقدس علماء حق کے بارے میں حافظ شیرازی نے کیا خوب ہی فرمایا ہے۔

گر درست ہوائے وصال است حافظ
باید کے خاک درگہہ اہل نظر شوی

www.waseemziyai.com

مریض طبیب بن گیا

مشہور بزرگ عالم دین حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے۔ لوگوں نے بغرض علاج شفا خانہ میں داخل کرا دیا۔ وزیر سلطنت علی بن عیسیٰ آپ کا بیحد معتقد تھا۔ اس نے خلیفہ بغداد سے درخواست کی کہ دربار شاہی کے رئیس الاطباء کو ان کے لیے بھیج دیا جائے چنانچہ خلیفہ نے رئیس الاطبا کو بھیج دیا جو نصرانی تھا اس نے بڑی دماغ سوزی اور توجہ سے آپ کا علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

ایک دن رئیس الاطباء نے کہا اے شبلی! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میرے بدن کے کسی ٹکڑے میں آپ کا علاج ہے تو مجھے آپ کے لیے اپنا عضو کاٹ دینے میں بھی کوئی تردد نہیں ہوگا۔

حضرت شبلی نے فرمایا کہ میرا علاج آپ کے ایک عضو کاٹنے سے کہیں زیادہ آسان اور معمولی چیز ہے۔ اس نے پوچھا وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنا زنار کاٹ ڈالو اور اسلام قبول کر لو۔ مارے خوشی کے میرا مرض جاتا رہے گا۔ طبیب نے فوراً زنار توڑ کر کلمہ پڑھ لیا اور اسی وقت حضرت شبلی تندرست ہو کر بستر بیماری سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

خلیفہ بغداد کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے حیران ہو کر تعجب سے یہ کہا کہ میں نے تو طبیب کو مریض کے پاس بھیجا تھا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ میں مریض کو طبیب کے پاس بھیج رہا ہوں۔ (روح البیان ج ۲ ص ۴۶۱)

نتیجہ: اللہ اکبر! علماء حق خلق خدا کی ہدایت اور اشاعت اسلام کے کتنے شیدائی تھے کہ ایک غیر مسلم کے اسلام قبول کر لینے سے انہیں اتنی عظیم مسرت قلبی حاصل ہوئی تھی۔ جذبہ شادمانی سے روحانی طور پر ان کی خطرناک بیماریاں دور ہو جاتی تھیں مگر افسوس کہ آج وہ منحوس دن آ گئے کہ بہت سے مولوی کہلانے والے کیمونزم اور سوشلزم کی دربدر تبلیغ کرتے پھرتے ہیں مگر تبلیغ دین و اشاعت اسلام کا کبھی بھول کر بھی انہیں خیال نہیں آتا۔ زمانہ حال کی گندی سیاست کی نحوست نے ان کے دل و دماغ سے تبلیغ اسلام کے جذبے ہی کو فنا کر دیا ہے۔ ایسے ملت فروش علماء کی جمعیت کے بارے میں شفیق جونپوری نے کیا خوب کہا ہے

www.waseemziyai.com

عجب حال ہے امت کے ناخداؤں کا ‏ ‏ خیال ہے وطنیت کے دیوتاؤں کا
بناؤ جس پہ ہے ہاشمی عباؤں کا ‏ ‏ دماغ پر ہے اثر مغربی ہواؤں کا
کبھی وطن، کبھی مزدور یا کسان کا غم
نہ فکر شام و فلسطین ہے نہ یادِ حرم

ان ہی سیاسی مولویوں کی حرکتوں کا مرثیہ پڑھتے ہوئے میرے محترم اور کرم فرما بزرگ حضرت واصف اڑکائی مدظلہ العالی نے بھی بہت خوب فرمایا ہے ؎

رازی و بوعلی کی حکمت سنانے والے ‏ ‏ مداح بن رہے ہیں کارل کے اور لینن کے
فرعون کے مصاحب موسیٰ بنے ہوئے ہیں ‏ ‏ بزمِ یزید والے وارث ہیں پنجتن کے

ایک نوجوان صالح

بغداد میں ایک نوجوان صالح عالم دین تھے جو لوگوں کو علی الاعلان گناہوں سے روکتے تھے۔ یہاں تک کہ خلیفہ بغداد ہارون رشید کو بھی اس کے خلاف شرع افعال پر ٹوک دیا کرتے تھے۔ خلیفہ نے غصہ میں آکر اس نوجوان عالم کو گرفتار کر کے ایک تنگ کوٹھری میں بند کر دیا اور اس کے تمام سوراخوں کو بھی بند کرا دیا تاکہ یہ بھوکے پیاسے گھٹ کر مرجائیں مگر چند دنوں کے بعد خلیفہ نے دیکھا کہ وہی نوجوان ایک باغ میں ٹہل رہا ہے۔ خلیفہ نے گرفتار کر کے دربار شاہی میں بلایا اور پوچھا کہ تم کو کوٹھری میں سے کس نے نکالا؟ نوجوان نے کہا جس نے مجھے قید کیا تھا۔ خلیفہ نے کہا تم کو بند کس نے کیا تھا۔ نوجوان نے کہا جس نے مجھے نکالا۔

یہ جواب سن کر خلیفہ تعجب سے حیران رہ گیا اور حق کی ہیبت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے حکم دے دیا کہ اس نوجوان اور صالح عالم دین کو گھوڑے پر سوار کرا کے سارے شہر میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ یہ وہ شخص ہے جس کو خدا نے عزت دی ہے مگر اس کو خلیفہ ذلیل کرنا چاہتا تھا مگر جس کو خدا عزت دے اس کو کوئی ذلیل نہیں کرسکتا۔

(روح البیان ج ۵ ص ۳۹۱)

www.waseemziyai.com

نمازی اور شیر کا سامنا

ایک زاہد عالم دین نے خلیفہ دمشق مروان کے گانے بجانے کے آلات توڑ پھوڑ دیئے۔ خلیفہ نے برہم ہو کر حکم دیا کہ ان کو شیر کے سامنے ڈال دیا جائے تا کہ وہ انہیں چیر پھاڑ کر کھا ڈالے چنانچہ یہ عالم ربانی جب شیر کے سامنے لائے گئے تو انہوں نے نماز شروع کر دی۔ شیر ان کو دیکھ کر دم ہلاتے ہوئے آگے بڑھا اور ان کے پاؤں کو چاٹنے لگا اور یہ برابر نماز میں مشغول رہے۔ ساری رات اس حالت میں بسر ہو گئی۔ خلیفہ نے صبح کو حال دریافت کیا کہ دیکھو شیر نے عالم دین کو کھا ڈالا یا نہیں؟ جب لوگ دیکھنے کے لیے گئے تو یہ منظر دیکھا کہ عالم دین نماز پڑھ رہے اور شیر ان کا پاؤں چاٹ رہا ہے۔ لوگوں نے عالم دین کو شیر کے پنجرے سے نکال کر دربار میں حاضر کیا۔ مروان نے پوچھا کہ تمہیں شیر کا کوئی خوف نہیں تھا جو اتنے اطمینان سے تم نماز پڑھ رہے تھے؟ عالم دین نے جواب دیا کہ میں تو رات بھر اسی فکر میں رہا کہ شیر نے میرا پاؤں چاٹ لیا ہے اور شیر کا جھوٹا نجس ہے تو میری نماز کس طرح ہوئی ہوگی؟ مجھے اس فکر سے فرصت ہی نہیں ملی کہ میں شیر کا خوف کرتا۔ مروان عالم دین کے اس جواب سے حیران رہ گیا اور حق کی ہیبت سے لرزہ براندام ہو کر اس نے اس عالم دین کو رہا کر دیا۔

نتیجہ: ان واقعات کو پڑھ کر جہاں علماء حق کی کرامتوں کا اعتراف کرنا پڑتا ہے وہاں یہ حقیقت بھی بے نقاب ہو کر نگاہوں کے سامنے آ جاتی ہے کہ حق گو حقانی اور حق کا اعلان کرنے والے علماء حق کی خداوند عالم دشمنوں کے مقابلہ میں کس طرح نصرت و اعانت فرماتا ہے۔ کسی حق پرست عالم کا یہ نعرہ حق کتنی سچی حقیقت کا اظہار ہے کہ ؎

ہزار دشمن اگر می کنند قصد ہلاک
گرم تو دوستی از دشمنان ندارم باک

یعنی ایک ہزار دشمن اگر مجھے ہلاک کرنے کا قصد کر لیں لیکن اے میرے اللہ! اگر تو میرا دوست ہے تو میں ان دشمنوں کا کبھی کوئی خوف نہیں رکھتا ہوں۔

www.waseemziyai.com

محمد بن نصر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

شیخ الاسلام محمد بن نصر فقیہ مروزی سرخ و سفید رنگ، لمبی داڑھی والے نہایت ہی وجیہہ اور خوب صورت شیخ وقت تھے۔ بہت ہی جلیل القدر محدّث ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی زاہد و عابد بھی تھے۔ عبادت میں ان کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ نماز کی حالت میں ان کی پیشانی پر ایک بھڑ نے اس زور سے ڈنگ مارا کہ پیشانی پر خون بہ نکلا مگر انہوں نے حرکت بھی نہیں کی۔ ان کی مشہور کرامت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ اپنی باندی کو ساتھ لے کر مصر سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے تو ان کی کشتی طوفان کے تھپیڑوں میں ٹوٹ پھوٹ کر غرق ہوگئی اور سامان کے ساتھ دو ہزار جزو کی تصنیفات بھی دریا برد ہوگئیں اور یہ ایک تختے پر سمندر کی موجوں میں بہتے ہوئے ایک غیر آباد جزیرے میں پہنچ گئے اور ان پر پیاس کا انتہائی غلبہ ہوا چنانچہ یہ اپنی باندی کی گود میں سر رکھ کر موت کے انتظار میں لیٹ گئے۔ اتنے میں اچانک ایک شخص کوزہ بھر کر پانی لایا اور ان کو ان کی باندی کو پانی پلا کر سیراب کر دیا پھر وہ آدمی چلا گیا اور کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں سے آیا تھا اور کہاں چلا گیا؟

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۰۳)

کنویں میں دودھ اور شہد

امام احمد بن حنبل کے استاذ شیخ الاسلام ابوبکر بن عیاش علیہ الرحمۃ بڑی جلالت شان والے محدّث اور باعمل عالم تھے۔ چالیس برس تک زمین سے پیٹھ نہیں لگائی۔ بڑے عبادت گزار اور زاہد شب زندہ دار تھے اپنے مکان کے صرف ایک کونے میں صرف اٹھارہ ہزار ختم قرآن شریف کیا۔ ان کی مشہور کرامت یہ ہے کہ انہوں نے زمزم شریف کے کنویں میں ایک مرتبہ ڈول ڈال کر ایک ڈول بھر کر نکالا اور دوسری مرتبہ ڈھول بھر کر شہد نکالا۔ خلیفہ ہارون رشید کو آپ نصیحت فرماتے رہتے تھے۔ وہ آپ کا بہت زیادہ معتقد تھا چنانچہ ایک مرتبہ اس نے چھ ہزار دینار آپ کی خدمت میں نذرانہ بھی پیش کیا تھا۔ ۱۹۳ھ میں ۹۲ برس کی عمر پا کر وصال فرمایا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ص ۲۴۵)

www.waseemziyai.com

جنتی محل خریدا

شیخ الاسلام ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم تمیمی بہت ہی عظیم الشان محدّث ہیں اپنے زمانہ طالب علمی میں بڑی محنت اورعرق ریزی سے علم حدیث پڑھا تھا۔ یہ بہت ہی عابد وزاہد اور باکرامت بزرگ تھے اورلوگ عام پران کو طبقہ اولیاء اللہ کی جماعت کا ایک فرد سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ ان کے وطن میں قحط پڑ گیا۔ اسی دوران میں ان کے ایک دوست نے اصفہان سے ایک گھوڑا ان کے پاس بھیجا اور لکھا کہ آپ اس کو فروخت کر کے اپنے شہر میں میرے لیے ایک مکان خرید لیجئے۔ آپ نے گھوڑے کو بیس ہزار درہم میں بیچ کر ساری رقم شہر کے قحط زدہ محتاجوں پر خیرات کر دی اور اپنے دوست کو لکھا کہ میں نے تمہارے لیے جنت میں ایک محل خرید لیا ہے۔ دوست نے جواب دیا کہ اگر آپ اس کے ضامن بن جائیں تو مجھے جنتی محل کی خریداری منظور ہے۔ آپ نے فوراً ہی اپنی ضمانت کی ایک دستاویز لکھ کر اپنے دوست کے پاس بھیج دی۔ اسی رات میں آپ نے یہ خواب دیکھا کہ باری تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ کہہ رہا ہے کہ اے ابن ابی حاتم! تم نے جس جنتی محل کی ضمانت لے لی ہے ہم نے تمہاری ضمانت قبول فرمالی ہے مگر آئندہ کسی کے لیے ایسا مت کرنا۔ محرم ۳۲۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (رحمۃ اللہ علیہ) (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۴۸)

انگلی گر پڑی

محدّث ابوبکر بن الخاضیہ بڑے باکمال محدثوں میں سے ہیں۔ شیخ ابوبکر محدّث ان کے بارے میں علانیہ فرماتے تھے کہ تمام دنیا میں ان سے بہتر کوئی حدیث کی قرأت کرنیوالا نہیں۔ اگر یہ دنوں تک مسلسل حدیث پڑھتے رہیں جب بھی کوئی سننے والا اکتا نہیں سکتا۔ انہوں نے سات مرتبہ مسلم شریف کو اجرت لے کر لکھا اور اسی رقم سے اہل وعیال کی پرورش کرتے رہے ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ بغداد میں ایک رئیس زادے کے ہاتھ میں چھٹی انگلی نکل پڑی اور اس کے درد سے وہ رئیس زادہ بلبلا اٹھا۔ گھر والے حضرت ابوبکر بن الخاضیہ کو بلا لائے۔ آپ نے اس انگلی پر اپنا ہاتھ پھیر دیا اور فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں تم لوگ

www.waseemziyai.com

اس کی فکر نہ کرو۔ یہ فرما کر جیسے ہی آپ مکان سے باہر نکلے۔ اچانک خود بخود وہ انگلی گر پڑی اور تکلیف جاتی رہی۔ ۴۸۹ھ میں آپ نے وفات پائی، آپ کے جنازہ اجتماع عظیم ہوا۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۲۴)

ایک عجیب خواب

ایک شخص نے یہ خواب دیکھا کہ میں زیتون کے درخت کی جڑ میں زیتون کا تیل ڈال رہا ہوں۔ اس شخص نے اپنا یہ خواب مشہور محدث امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی باندی ہے جس سے تم صحبت کرتے ہو؟ تو اس نے عرض کیا کہ جی ہاں! آپ نے فرمایا کہ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لونڈی تمہاری ماں ہے اس کی تحقیق کرو۔

چنانچہ جب اس شخص نے اس کی چھان بین کی تو یہ پتا چلا کہ واقعی وہ لونڈی اس کی ماں نکلی۔ (مستطرف ج ۲ ص ۸۸)

نتیجہ: یہ واقعہ کھلی ہوئی دلیل ہے کہ امام محمد بن سیرین یقیناً صاحب کشف تھے۔ آپ کو خوابوں کی تعبیر میں اتنا بڑا کمال حاصل تھا کہ آپ جس خواب کی جو تعبیر بیان فرما دیا کرتے تھے وہ سو فیصد صحیح ہوا کرتی تھی چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہ نے جب اپنی نوجوانی میں یہ خواب دیکھا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھود کر جسم مبارک کو اپنے سینے سے لگایا تو آپ یہ خواب دیکھ کر پریشان حال ہو گئے اور گھبرائے ہوئے امام محمد بن سیرین کے پاس تعبیر کے لیے گئے تو آپ نے فرمایا کہ ابو حنیفہ! تم بڑے خوش نصیب ہو۔ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو تمام عالم میں پھیلاؤ گے چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ و علم حدیث نے تمام عالم کو علم کے نور سے پر نور کر دیا۔ (مستطرف ج ۲ ص ۸۹)

سبحان اللہ! کیا خوب کہا ہے کسی اہل دل نے ؎

جو جذب کے عالم میں نکلے لب مومن سے
وہ بات حقیقت میں تقدیر الٰہی ہے

دعاء الکرب

خلیفہ دمشق ولید بن عبدالملک نے حضرت امام حسن بن علی کے فرزند حسن مثنیٰ کو مدینہ منورہ کے جیل خانہ میں قید کر رکھا تھا پھر اچانک ولید نے مدینہ منورہ کے گورنر صالح بن عبداللہ کے پاس فرمان بھیجا کہ حسن مثنیٰ کو مسجد نبوی میں پانچ سو کوڑے لگائے جائیں چنانچہ گورنر آپ کو جیل خانے سے کوڑے مارنے کے لیے مسجد نبوی میں لایا اور خود منبر پر چڑھ کر ولید کا فرمان پڑھنے لگا۔ اتنے میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ مجمع آپ کو دیکھ کر پھٹ گیا اور آپ آ کر حسن مثنیٰ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ بھائی جان! آپ اس وقت دعاء الکرب پڑھ کر دعا کیوں نہیں مانگتے۔ آپ یہ دعا پڑھیئے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ ط لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

حسن مثنیٰ نے چند ہی بار اس دعا کا ورد کیا تھا کہ صالح بن عبداللہ گورنر کا دل بدل گیا اور اس نے منبر سے اتر کر کہا میرا خیال ہے حسن مثنیٰ بلا قصور قید کیے گئے ہیں لہٰذا میں بھی کوڑے کی سزا کو ملتوی کرتا ہوں اور امیر المؤمنین ولید سے ان کے بارے میں مراسلت کرتا ہوں چنانچہ چند ہی دنوں کے بعد دمشق سے ولید کا فرمان آ گیا کہ حسن مثنیٰ بے قصور ہیں لہٰذا انہیں جیل سے رہا کر دیا جائے۔ (مستطرف ج ۲ ص ۷۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دعا

عبداللہ بن ابان ثقفی کا بیان ہے کہ مجھ کو حجاج بن یوسف نے حضرت انس صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لیے بھیجا چنانچہ جب میں پیادہ و سوار فوج کا دستہ لے کر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ اپنے صحن میں نہایت اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے جب کہا کہ گورنر آپ کو دربار میں بلا رہے ہیں تو انہوں نے تڑپ کر فرمایا کہ کون گورنر؟ میں نے کہا۔ حجاج بن یوسف۔ تو انہوں نے نہایت غضب ناک ہو کر فرمایا۔ خدا اس کو ذلیل

www.waseemziyai.com

کرے وہ باغی و سرکش ہے وہ کتاب اللہ اور سنت رسول کا مخالف ہے۔ پھر ایک دم چل پڑے اور حجاج بن یوسف کے روبرو حاضر ہو گئے اور دونوں کے درمیان حسب ذیل مکالمہ شروع ہوا۔

حجاج: کیا آپ کا نام انس بن مالک ہے؟

حضرت انس: ہاں میرا نام انس بن مالک ہے۔

حجاج: آپ ہم کو برا بھلا کہتے ہیں اور ہمارے لیے بددعا کرتے رہتے ہیں۔

حضرت انس: ہاں۔ بے شک تم اسی قابل ہو۔

حجاج: آخر کیوں؟

حضرت انس: اس لیے کہ تم اپنے ربّ کے نافرمان اور اپنے نبی کے مخالف ہو، تم خدا کے دشمنوں کو عزت سے سرفراز کرتے ہو اور خدا کے دوستوں کو ذلیل کرتے ہو۔

حجاج: آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کس لیے آپ کو بلایا ہے؟

حضرت انس: نہیں، میں کچھ نہیں جانتا۔

حجاج: میں نے اس لیے بلایا ہے کہ نہایت بدترین طریقے سے آپ کو قتل کر دوں گا۔

حضرت انس: اگر مجھے یہ یقین آجاتا کہ موت و حیات تیرے قبضے میں ہے جب تو میں تجھے قابل عبادت سمجھنے لگتا۔ مگر میرا ایمان تو یہ ہے کہ بغیر میرے ربّ کے حکم کے تو میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔

حجاج: کیوں؟ کیا میں آپ کو قتل نہیں کر سکتا۔

حضرت انس: ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک ایسی دعا فرمائی ہے جو شخص صبح کو یہ دعا پڑھ لے دن بھر کوئی ظالم اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور آج صبح کو میں نے یہ دعا پڑھ لی ہے۔

حجاج: للہ! آپ یہ دعا مجھے بھی تعلیم فرما دیں۔

حضرت انس: معاذ اللہ! جب تک تو زندہ ہے میں کسی کو بھی یہ دعا نہیں بتا سکتا۔

حجاج: اے دربانو! ان کو چھوڑ دو اور محل سے باہر نکال دو۔

www.waseemziyai.com

دربان: اے امیر! بڑی جانفشانی سے تو ہم ان کو گرفتار کر کے یہاں تک لائے تھے اور آپ نے ان کو یونہی چھوڑ دیا۔

حجاج: میں کیا کروں؟ واللہ! میں نے یہ دیکھا کہ ان کے دونوں کندھوں پر دو شیر منہ پھاڑے ہوئے بیٹھے ہیں جو میری طرف لپک رہے ہیں اس لیے گھبرا کر میں نے انہیں دربار سے نکلوا دیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ جب مرض الموت میں بیمار ہوئے تو آپ نے اپنے بھائیوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی اور دعا مبارکہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِىْ وَ دِيْنِىْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَهْلِىْ وَمَا لِىْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ اَعْطَانِيْهِ رَبِّىَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ـ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِمَّآ اَخَافُ وَاَحْذَرُ اللّٰهَ رَبِّىْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ وَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ وَّمِنْ شَرِّ قَضَاءِ السُّوْءِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَا صِيَتِهَا اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ـ (مستطرف ج ٢ ص ٢٥٥)

نتیجہ: حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے دعاء الکرب کا ورد کرنے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دعاء نبوی کے ورد کرنے سے جن حیرت ناک کرامتوں کا ظہور ہوا ہے اس سے یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مصیبتوں کی گھڑیوں میں دعا مومن کے لیے تلوار اور ڈھال کا کام کرتی ہے۔ اسی لیے میں ہر مسلمان مرد و عورت کو تاکید تحریر کرتا ہوں کہ وہ ان دونوں دعاؤں کو یاد کر لیں اور صبح شام ایک ایک مرتبہ ان دعاؤں کو پڑھ لیا کریں تا کہ ظالم حکام کے مظالم اور کفار و مشرکین کے شر سے محفوظ رہیں۔

www.waseemziyai.com

ہر مسلمان کو اس کا یقین رکھنا چاہئے کہ صدق دل اور اخلاص قلب سے مانگی ہوئی دعاؤں میں بڑی طاقت ہے۔ خداوند قدوس کا وعدہ ہے کہ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنی اے بندو! تم لوگ مجھ سے دعائیں مانگو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ اللہ عزوجل کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول فرمائے گا۔ ہاں مگر شرط یہ ہے کہ ؎

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

برادرانِ ملت

ہزاروں دروازوں پر رونے گڑگڑانے اور فریاد کرنے سے کہیں زیادہ بہتر یہ ہے کہ مسلمان اپنے ربّ کے حضور میں سربسجود ہو کر روئیں گڑگڑائیں اور دعائیں مانگیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اخلاص قلب سے مانگی ہوئی دعائیں ضرور مقبول ہونگی۔ حدیث شریف کا مضمون ہے کہ جب بندہ مومن ہاتھ اٹھا کر خدا سے دعائیں مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بڑی شرم آتی ہے کہ وہ اپنے بندے کو ہاتھ سے خالی اور اپنے در سے واپس لوٹا دے۔ اس لیے نمازوں کے بعد، روزہ افطار کرتے وقت، تلاوت کے بعد، میلاد شریف اور وعظ کے جلسوں کے بعد ہر مسلمان کو چاہئے کہ خوب رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دین و دنیا کے لیے دعائیں مانگتے رہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اے مسلمان ہر گھڑی پیش نظر
آیہ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد رکھ
یہ لسان العصر کا پیغام ہے
اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ یاد رکھ

www.waseemziyai.com

مزاراتِ علماء کی کرامتیں

دُعا کی مقبولیت

حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا مزار شریف جس کو آج کل کاظمین کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں مشہور محدّث ابوعلی خلال کا قول ہے کہ

مَا هَمَّنِيْ اَمْرٌ فَقَصَدْتُّ قَبْرَ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرٍ فَتَوَسَّلْتُ بِهٖ اِلَّا سَهَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيَّ مَا اُحِبُّ

جب بھی مجھ کو کوئی مشکل پیش آتی اور میں حضرت موسیٰ کاظم کی قبر پر حاضر ہو کر ان کے توسّل سے دعا کرتا تو اللہ تعالیٰ میری مراد بر لاتا۔

اسی طرح حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے بارے میں حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قَبْرٌ مُجَرَّبٌ لِقَضَاءِ الْحَوَائِجِ یعنی حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار حاجتیں پوری کرنے کے لیے مجرب ہے چنانچہ ایک سو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر جو دعا بھی ان کی قبر کے پاس مانگی جائے وہ ضرور مقبول ہوتی ہے۔

اسی طرح امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار کے بارے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ:

اِنِّیْ اَتَبَرَّكُ بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَجِیْئُ اِلٰی قَبْرِهٖ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ زَائِرًا فَاِذَا عَرَضَتْ لِیْ حَاجَةٌ صَلَّیْتُ رَكْعَتَیْنِ وَجِئْتُ اِلٰی قَبْرِهٖ وَسَأَلْتُ اللّٰهَ تَعَالٰی الْحَاجَةَ عِنْدَهٗ فَمَا تَبْعُدُ عَنِّیْ حَتّٰی تُقْضٰی (تاریخ بغداد للخطیب)

بلاشبہ میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور روزانہ ان کی قبر کی زیارت کے لیے جاتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھ کر ان

www.waseemziyai.com

کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے حاجت کی دعا کرتا ہوں تو میری مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

نتیجہ: محدّث ابوعلی خلال، خطیب بغدادی، حضرت امام شافعی ان بزرگانِ اُمت اور اساطین ملت کے اقوال و معمولات سے آفتاب عالمتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے کہ بزرگان دین کی قبروں کی زیارت سے حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ ان کے آستانوں پر دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ مرادیں ملتی ہیں اور دین و دنیا کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اب ناظرین بہ نظر انصاف یہ فیصلہ کریں کہ علماء اہل سنت جو مزارات پر حاضری دیتے ہیں اور فاتحہ خوانی و ایصال ثواب کرتے ہیں اور بزرگوں کے مزارات کو وسیلہ بنا کر خداوند عالم سے دعائیں مانگتے ہیں یہ بلاشبہ علماء سلف کے طریقے کے بالکل مطابق ہے یا نہیں؟ اب دیوبندی مکتب خیال کے مولوی صاحبان جو علماء اہل سنت کو قبر پرست اور بدعتی کہہ کر لعن وطعن کرتے پھرتے ہیں اور اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ ''کسی نبی یا ولی کی قبر پر دور دور سے قصد کر کے جانا شرک ہے۔'' یہ کہاں تک سلف صالحین کے طریق عمل کے مطابق ہے؟ للہ! انصاف کیجئے کہ ان علماء دیوبند نے محدّث ابوعلی خلال، خطیب بغدادی، امام شافعی جیسے لاکھوں بزرگانِ ملت کو قبر پرست اور مشرک کہہ کر ہمالیہ سے بھی بڑا ظلم عظیم کیا یا نہیں۔

افسوس! صد ہزار افسوس آہ

یہ کیسا زہر میں تم نے ڈبو کر تیر پھینکا ہے
قیامت تک لہو ٹپکا گیا میری رگ جاں سے

کفن سالم بدن سلامت

حافظ حدیث امام حمیدی جو ابوبکر خطیب وغیرہ محدّثین کے شاگرد ہیں بہت باکمال محدّث تھے۔ تقویٰ اور پاک دامنی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی وفات کے وقت امیر مظفر بن رئیس والروسا کو وصیت فرمائی تھی کہ تم مجھے بشر حافی کے پہلو میں دفن کرنا مگر اس نے وصیت کے خلاف آپ کو باب النہر کے مقبرہ میں دفن کر دیا۔ آپ نے خواب میں امیر مظفر پر عتاب فرما کر اپنی وصیت یاد دلائی اس لیے دو سال کے بعد امیر مظفر

www.waseemziyai.com

نے آپ کی نعش مبارک کو قبر سے نکال کر حضرت بشر حافی کے پہلو میں دفن کیا مگر امام حمیدی کی یہ کرامت ہے کہ دو برس سے زائد گزر جانے کے باوجود آپ کا کفن صحیح وسالم اور بدن سلامت اور تروتازہ تھا۔ ۲۱۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ص ۱۹)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بدن اور کفن

اسی طرح امام ابوالحسن بن زاغونی سے منقول ہے کہ امام احمد بن حنبل کی وفات کے دو سو تیس برس کے بعد آپ کی قبر کے پہلو میں جب ابوجعفر بن ابوموسیٰ کے لیے قبر کھودی گئی تو اتفاق سے آپ کی قبر کھل گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ دو سو تیس سال کی مدت گزر جانے کے باوجود امام احمد کا کفن صحیح وسالم اور آپ کا بدن سلامت اور بالکل تازہ ہے۔

(طبقات امام شعرانی وغیرہ)

امام جزولی رحمۃ اللہ علیہ قبر سے نکالنے کے بعد

دلائل الخیرات شریف کے مصنف حضرت محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ شاذلیہ کے شیخ تھے اور چھ لاکھ بارہ ہزار پینسٹھ مریدین آپ سے فیض یاب ہوئے۔ کسی بدنصیب شقی القلب نے آپ کو زہر کھلا دیا اور نماز فجر کی پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں یا دوسری رکعت کے پہلے سجدے میں آپ نے وفات پائی اور اسی دن آپ شہر سوس کی مسجد میں دفن کردیئے گئے۔ پھر ۷۷ برس کے بعد لوگ انہیں قبر سے نکال کر مراکش لائے تو آپ کا کفن سالم اور بدن زندوں کی طرح تروتازہ اور نرم تھا اور لوگوں نے آپ کے رخسار پر انگلی رکھ کر دبایا تو زندہ آدمیوں کی طرح بدن میں خون کی روانی کی سرخی ظاہر ہوگئی اور آپ کے سر اور چہرے پر اس خط بنوانے کا نشان بھی باقی اور ظاہر تھا جو وفات سے قبل آپ نے خط بنوایا تھا۔

۱۶ ربیع الاول ۸۷۰ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔ مزار مبارک مراکش میں ہے۔ آج تک بھی آپ کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔ لوگ بکثرت آپ کی قبر کے پاس دلائل الخیرات پڑھتے رہتے ہیں۔ (مطالع المسرات ص ۳)

نتیجہ: مذکورہ بالا تینوں حکایات سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بعض علماء حق کو

www.waseemziyai.com

خداوند عالم نے یہ کرامت بھی عطا فرمائی ہے کہ قبر میں ان کا بدن ہی نہیں بلکہ ان کا کفن بھی گلنے سڑنے سے محفوظ رہتا ہے۔ قبر میں مدت دراز گزر جانے کے باوجود اس طرح جسم کا تروتازہ اور نرم رہنا کہ رُخسار پر انگلی رکھنے سے بدن میں خون کی روانی کی سرخی نمودار ہو جائے۔ کیا یہ ساری باتیں جسمانی حیات کے خواص ولوازم نہیں ہیں؟ بلاشبہ اس سوال کا ایک ہی جواب ہوسکتا ہے کہ یقیناً یہ سب چیزیں جسمانی زندگی کے خواص ولوازم میں سے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ کہ بعض علماء اولیاء اور تمام شہداء کرام کو اللہ تعالیٰ ان کی قبروں میں جسمانی حیات کی کرامت سے سرفراز فرماتا ہے۔ آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے اور جب اولیاو علماء وشہدائے کرام کی جسمانی حیات کا یہ عالم ہے کہ ان کے بدن، ان کے بدن تو بدن ان کے کفن کو بھی مٹی نہیں کھا سکتی تو پھر انبیاء کرام علیہم السلام جو اپنے مراتب و درجات کے اعتبار سے شہداء کرام پر بے شمار درجہ فضیلت رکھتے ہیں بھلا ان کے روح سے بھی زیادہ لطیف و مقدس جسموں کو قبروں میں حیات جسمانی کیونکہ نہ حاصل ہوگی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَأْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمایا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھا سکے۔ چنانچہ یہی وہ سچا عقیدہ ہے جس کو اعلیٰ حضرت علامہ بریلوی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا ہے۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
بعد ایک لحظہ کے پھر ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے

پھر جب تمام انبیاء علیہم السلام کے لیے ان کے مزاراتِ طیبہ میں جسمانی حیات کا ثبوت ہے تو پھر حضور سید الانبیاء محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس حیات میں کوئی شک وشبہ کرنا آفتاب عالم آشکار کا انکار کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حلف اٹھا کر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ کا اعلان کیا اور فرمایا۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

www.waseemziyai.com

قبر میں نماز

حضرت جبیر محدّث رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کھا کر بیان فرمایا کہ میں اور حمید طویل محدّث نے جب شیخ الحدیث ثابت اسلم بنانی کو قبر میں اتارا اور ان کی لحد پر لوگ کچی اینٹیں جمانے لگے تو ناگہاں ایک اینٹ ٹوٹ کر گر پڑی اور قبر کھل گئی تو ہم دونوں نے یہ دیکھا کہ ثابت بن اسلم بنانی قبر کے اندر نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ پچاس برس تک نماز تہجد قضا نہیں ہوئی تھی اور ہر صبح کو رو رو کر صرف یہی ایک دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی! اگر تو اپنے کسی بندے کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرمائے تو مجھ کو ضرور قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرمانا۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا مقبول ہوگئی۔ (شرح الصدور ص ۷۸)

قبروں میں تلاوت

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الریاحین میں ایک عالم بزرگ کا حال لکھا ہے کہ میں ان کو قبر میں لٹا کر ان کی لحد پر کچی اینٹیں جما رہا تھا کہ اس قبر کے برابر میں ایک دوسری قبر کی اینٹیں ٹوٹ کر گر پڑیں اور قبر کھل گئی تو میں نے دیکھا کہ ایک سفید ریش بزرگ قبر میں بیٹھے تلاوت کر رہے ہیں اور ان کے ہاتھ میں قرآن مجید ہے جو سنہرے کاغذ پر سونے کے حرفوں سے لکھا ہوا تھا۔ انہوں نے میری طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ تم پر خدا رحم کرے کیا قیامت قائم ہوگئی؟ میں نے عرض کیا کہ جی نہیں! تو انہوں نے فرمایا کہ میری قبر کی گری ہوئی اینٹوں کو دوبارہ چن کر جما دو چنانچہ میں نے جلدی جلدی ان کی قبر کی گرئی ہوئی اینٹیں جما کر قبر کو بند کر دیا۔

قبر میں امداد کا وعدہ

شیخ ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک درویش کو قبر میں اتارا اور اس کے سر سے کفن ہٹا کر اس کا سر اس خیال سے زمین پر رکھ دیا کہ ارحم الراحمین اس کی غربت پر رحم فرما کر اس کو بخش دے لیکن جیسے ہی میں نے اس کا سر زمین پر رکھا اس نے آنکھیں

www.waseemziyai.com

کھول دیں اور کہا کہ اے ابوعلی! تم مجھے ان دنیادار لوگوں کے سامنے ذلیل مت کرو جو لوگ دنیا میں مجھے ذلیل سمجھا کرتے تھے۔

ابوعلی رودباری فرماتے ہیں کہ میں نے حیران ہو کر عرض کیا کہ اے میرے آقا! کیا آپ مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں؟ تو اس درویش نے فرمایا کہ بے شک میں زندہ ہوں اور صرف میں ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے اور میں اپنی خداداد صلاحیت کے سبب سے آئندہ ضرور تمہاری مدد کروں گا۔ (شرح الصدور ص۸۶۰)

نتیجہ: یہ واقعات جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر تنبیہ کرتے ہیں کہ خبردار! اس حقیقت سے غافل مت رہنا کہ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ وَلٰكِنْ يَّنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰى دَارٍ یعنی اللہ تعالیٰ کے اولیاء مرتے نہیں ہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ قبر میں نماز، قبر میں تلاوت، قبر میں امداد کا وعدہ یہ اولیاء امت و علماء ملت کی وہ روشن کرامتیں ہیں جو زبان حال سے یہ اعلان کرتی ہیں کہ ؂

کمالات ولی مٹی میں بھی یوں جگمگاتے ہیں
کہ جیسے نور ظلمت میں کبھی پنہاں نہیں ہوتا

قبر سے آواز

با کرامت محدث حضرت صالح مری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن سخت گرمی کے موسم میں قبرستان کے اندر داخل ہوا تو میں نے ٹوٹی پھوٹی قبروں کو دیکھ کر کہا کہ سبحان اللہ اے قبر والو! کون تمہاری روحوں اور جسموں کو دوبارہ جمع کرے گا؟ جبکہ تمہارے جسم گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو کر بکھر چکے ہیں۔ صالح مری فرماتے ہیں کہ میری زبان سے ان جملوں کا نکلنا تھا کہ ایک شکستہ قبر سے آواز آئی کہ اے صالح! کیا تمہیں قرآن مجید کی یہ آیت یاد نہیں؟ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝ (روم: ۲۵) یعنی خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان زمین اس کے حکم سے قائم ہیں اور جب تم لوگوں کو پکارے گا تو اچانک تم لوگ زمین

www.waseemziyai.com

سے نکل پڑو گے۔

صالح مری کا بیان ہے کہ ٹوٹی ہوئی قبر میں سے یہ آواز سن کر مجھ پر ایسا خوف طاری ہوا کہ میں وحشت سے کانپتے ہوئے منہ کے بل گر پڑا۔ (شرح الصدور ص ۹۰)

قبر سے غائب

محدث ابونعیم نے مسلم جندی سے روایت کی ہے کہ حافظ حدیث امام طاؤس نے اپنے صاحبزادے کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ بیٹا! تم مجھے قبر میں دفن کرنے کے بعد میری قبر میں سوراخ کرکے دیکھنا۔ اگر تم مجھے قبر میں نہ پاؤ تو حمد الٰہی کرنا اور خدا کا شکر بجالانا اور اگر میرے بدن کو قبر میں موجود پاؤ تو پھر افسوس کے ساتھ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھ دینا چنانچہ امام طاؤس کو دفن کرنے کے بعد ان کے صاحبزادے نے وصیت پر عمل کیا تو نہایت خوش ہوکر لوگوں سے بیان کیا کہ قبر میں ان کے والد کا بدن موجود نہیں ہے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

(شرح الصدور ص ۸۲)

نتیجہ: قبر کے اندر سے زندوں کے سوال کا بلند آواز سے جواب دینا اور قبر سے کسی دوسری جگہ منتقل ہوکر چلا جانا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ خداوند عالم نے اہل اللہ کو ان کی قبروں میں حیات جسمانی کی کرامت سے سرفراز فرمایا ہے اور تصرفات کی طاقت بھی عطا فرمائی ہے۔

کاش علماء دیوبند اس حقیقت سے آشنا ہو جاتے کہ

تصرفات ولایت وہ چاند تارے ہیں
کہ آفتاب پہ غالب ہے روشنی ان کی

قبر سے مشک کی خوشبو

امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے استاذ حدیث عبداللہ بن غالب حدانی ۸۳۰ھ میں شہید کردیئے گئے۔ دفن کے بعد ان کی قبر شریف کی مٹی سے مشک کی خوشبو آتی تھی ان کے ایک بھائی کو خواب میں ان کا دیدار ہوا تو پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ جنتی قرار دیا گیا

www.waseemziyai.com

ہوں۔ میں نے پوچھا کہ کون سے عمل کے باعث؟ تو فرمایا کہ ایمان کامل، تہجد اور گرمیوں کے روزے کے سبب سے، پھر پوچھا کہ آپ کی قبر سے مشک کی خوشبو کیوں آ رہی ہے؟ تو جواب دیا کہ یہ میری تلاوت اور روزوں میں پیاس کی خوشبو ہے۔ (شرح الصدور ص ۶۵)

اسی طرح حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کی قبر کی مٹی سے بھی مشک کی خوشبو آتی تھی۔ بار بار قبر پر مٹی ڈالی جاتی تھی مگر لوگ خوشبو کی وجہ سے مٹی اُٹھا لے جاتے تھے۔ (رجال الحدیث)

قبر میں پھول

محدّث ابن ابی الدنیا نے کتاب الرقتہ والبکاء میں تحریر فرمایا کہ دراد عجلی محدّث کی وفات کے بعد جب لوگوں نے ان کو قبر میں اتارا تو دیکھا کہ پوری قبر میں بالکل تر و تازہ پھول بچھے ہوئے ہیں۔ کچھ لوگوں نے چند پھولوں کو اٹھا لیا تو ستر دنوں تک وہ پھول بدستور تر و تازہ رہے اور بالکل نہیں مرجھائے۔

چنانچہ جب اس کا چرچا ہو گیا تو اطراف و جوانب سے انسانوں کا ہجوم شہر میں ان پھولوں کی زیارت کے لیے آنے لگا۔ امیر شہر نے اس انسانی ہجوم سے خوف کھا کر ان پھولوں کو حکومت کے قبضے میں لے لیا مگر گورنمنٹ ہاؤس میں پہنچتے ہی وہ پھول ایک دم غائب ہو گئے اور کسی کو یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کب؟ کیسے اور کہاں غائب ہو گئے۔

(شرح الصدور ص ۸۲)

ہنسنے والے مردے

ربیع بن خراش اور ربعی بن خراش یہ دونوں بھائی بہت ہی نامور تابعی محدّث ہیں۔ ان دونوں بھائیوں نے یہ قسم کھائی تھی کہ خدا کی قسم ہم اس وقت تک نہیں ہنسیں گے جب تک ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ہم جنتی ہیں چنانچہ یہ دونوں بھائی زندگی بھر کبھی نہیں ہنسے مگر جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا تو ان کے غسل دینے والوں کا بیان ہے کہ جب تک ہم لوگ ان دونوں کو غسل دیتے رہے برابر دونوں مسکرا مسکرا کر ہنستے رہے۔

(تہذیب التہذیب و شرح الصدور ص ۳۰)

www.waseemziyai.com

اسی طرح محدث ابن عساکر راوی ہیں کہ ابو عبداللہ جلاء کے والد کا جب انتقال ہو گیا اور انہیں غسل دینے کے لیے تخت پر لٹایا گیا تو وہ ہنسنے لگے چنانچہ جب لوگوں کو یہ شبہ ہو گیا کہ شاید یہ زندہ ہیں تو ایک طبیب حاذق کو بلایا گیا اور اس نے اچھی طرح معائنہ کر کے یہ کہہ دیا کہ ان کی وفات ہو چکی ہے لیکن جب کوئی انسان ان کو غسل دینے کے لیے جاتا تو یہ ہنسنے لگتے اور وہ انسان ڈر کر بھاگ جاتا چنانچہ جب سب غسالوں نے غسل دینے سے انکار کر دیا تو مشہور باکرامت ولی حضرت فضل بن حسین نے غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھا کر دفن کر دیا۔ (رحمۃ اللہ علیہ) (شرح الصدور)

موت کے بعد

حضرت ربعی بن خراش کا بیان ہے کہ جب میرے بھائی ربیع بن خراش محدّث کا انتقال ہوا تو ہم سب گھر والے ان کی میت کے پاس حاضر تھے۔ اتنے میں ایک دم انہوں نے اپنے سر سے کپڑا ہٹا دیا اور ہم لوگوں کو سلام کیا، ہم لوگوں نے ان کے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہ آپ مر جانے کے بعد بھی بول رہے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں! میں مر چکا اور موت کے بعد اپنے ربّ کے حضور میں حاضر بھی ہو چکا اور اس نے مجھے جنت کی راحت بخشی، بہشتی خوشبو اور استبرق کا لباس عطا فرمایا ہے اور اب تم لوگ میرا جنازہ اٹھانے میں دیر مت کرو کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے جنازہ پر نماز پڑھنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اتنا کہا اور پھر بالکل بے جان ہو گئے۔

لوگوں نے جب اس واقعہ کو ام المؤمنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت میں ایک ایسا شخص بھی ہوگا کہ جو مرنے کے بعد گفتگو کرے گا۔

محدّث ابو نعیم نے اس روایت کو حدیث مشہور بتایا اور امام بیہقی نے اس واقعہ کو دلائل النبوۃ میں نقل کر کے فرمایا کہ اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔ (رحمہم اللہ و رضی اللہ عنہم)

(شرح الصدور، ۱۳۰)

www.waseemziyai.com

موت کے بعد ہاتھ اٹھایا

قاضی بہاء الدین شرف الدین غاثری ناقل ہیں کہ شیخ امین الدین جبریل محدّث کا سفر میں انتقال ہوگیا۔ ہم لوگ ان کی نعش مبارک کو چارپائی پر اٹھا کر قاہرہ شہر میں لانے لگے۔ شہر میں باہر سے کسی میت کو لانے کی بادشاہ کی طرف سے سخت ممانعت تھی۔ جب شہر میں پھاٹک پر ہم لوگ پہنچے تو شیخ نے چارپائی پر لیٹے ہوئے اپنا ہاتھ اٹھا کر ایک انگلی کو بلند فرما دیا۔ یہ دیکھ کر پہرہ داروں نے یہ سمجھا کہ مریض ہیں وہ مردہ نہیں لہٰذا انہوں نے ہم لوگوں کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ (شرح الصدور ص ۸۶)

موت کے بعد سر اٹھا کر جواب دیا

جب شہر منصورہ پر یورپ کے فرنگیوں نے حملہ کیا تو فقیہہ عبدالرحمٰن نویری قرآن کریم کی آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتًا (آل عمران:۱۶۹) پڑھ پڑھ کر مجاہدین میں جوش جہاد کا جذبہ پیدا کر رہے تھے۔ نیرنگی تقدیر سے مسلمانوں کو اس محاذ پر شکست ہوگئی اور فقیہہ عبدالرحمٰن نویری شہید ہوگئے۔ ایک فرنگی آپ کی لاش پر نیزہ مار کر بولا: کیوں؟ اے مسلمانوں کے خطیب! تم تو کہا کرتے تھے کہ شہید زندہ ہیں۔ تمہارا یہ اعلان کہاں گیا؟ فرنگی کے منہ سے یہ جملہ نکلا ہی تھا کہ ایک دم فقیہہ عبدالرحمٰن نویری نے اپنا سر اٹھا کر دو مرتبہ بلند آواز سے فرمایا کہ ہاں، ہاں کعبہ کے ربّ کی قسم ہم لوگ زندہ ہیں۔ فرنگی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس نے آپ کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور آپ کی مقدس لاش کو اٹھا کر شہر لے گیا اور وہاں آپ کا مزار بنایا۔ (شرح الصدور ص ۸۶)

موت کے بعد انگلی ہلتی رہی

مشہور محدّث خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ تلاوت قرآن مجید کے علاوہ روزانہ تسبیح کے دانوں پر گن کر چالیس ہزار مرتبہ سبحان اللہ پڑھا کرتے تھے۔ وفات کے بعد جب ان کو غسل کے تختے پر لٹایا گیا تو برابر ان کی وہ انگلی ہلتی رہی جس سے وہ تسبیح کے دانوں کو پھراتے تھے۔ (شرح الصدور ص ۹۱)

www.waseemziyai.com

سولی پر تلاوت کرنے والا سر

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ احمد بن نصر خزاعی ان محدثین میں سے ہیں جن کو امام احمد بن حنبل کی طرح خلق قرآن کے مسئلہ میں کوڑوں کی مار اور جیل کی مصیبت اٹھانی پڑی۔ یہاں تک کہ خلیفہ بغداد واثق باللہ نے آپ کو شہید کرایا اور آپ کا سر کاٹ کر سولی پر لٹکا دیا اور نگرانی کے لیے ایک پہرہ دار بٹھا دیا۔ اس پہرہ دار کا بیان ہے کہ رات میں خود بخود آپ کا سر قبلہ رخ ہو جاتا تھا اور نہایت خوش الحانی کے ساتھ سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتا تھا۔ جب اس واقعہ کا بغداد میں چرچا ہو گیا تو احمد بن نصر کے بھانجے ابراہیم بن اسماعیل کا بیان ہے کہ میں نے جب سنا کہ میرے ماموں کا سر سولی پر رات کو تلاوت کرتا ہے تو میں خود اس سولی کے پاس رات بھر رہا چنانچہ خود میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ سر نے الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ (عنکبوت:۲) کی آیت تلاوت کی جس کو سن کر میرے جسم کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا۔ (رحمۃ اللہ علیہ) (شرح الصدور ص ۸۸)

شہنشاہ دو عالم کے پہلو میں

امام ابو اسحاق فزاری کا شمار ان حدیث کے اماموں میں ہے جو درس حدیث فتاویٰ اور عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ مصیصہ کی سرحد پر کفار سے جہاد بھی فرمایا کرتے تھے۔ بادشاہوں اور بد مذہبوں کی صحبت سے انتہائی نفرت فرماتے تھے چنانچہ جب دمشق میں تشریف لائے تو ہزاروں انسان ان کے حلقہ درس میں حاضر ہو گئے مگر آپ نے حدیث بیان کرنے سے پہلے ایک شاگرد ابو مسہر کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ جتنے قدر یہ مذہب والے اور بادشاہوں کے دربار میں جانے والے ہیں سب میری درسگاہ سے نکل جائیں چنانچہ جب یہ سب لوگ درسگاہ سے نکل گئے تو آپ نے حدیث کا درس شروع فرمایا۔ خلیفہ بغداد ہارون رشید کے دل میں بھی ان کی بے حد عظمت تھی چنانچہ ہارون رشید نے جب ایک زندیق کو گرفتار کر کے قتل کرنا چاہا تو اس بددین نے کہا کہ آپ مجھے قتل تو کر

www.waseemziyai.com

رہے ہیں مگر ایک ہزار جھوٹی حدیثیں جو میں نے گھڑ کر مسلمانوں میں پھیلا دی ہیں آپ ان کا کیا کریں گے؟ اس وقت ہارون رشید نے کہا کہ بدنصیب! مجھے اس کی کیا فکر ہوگی، ابن اسحاق فزاری اور ابن مبارک تو موجود ہی ہیں۔ یہ دونوں محدثین چھلنی میں چھان کر تیری موضوع حدیثوں کا ایک ایک لفظ نکال پھینکیں گے۔ مشہور بزرگ حضرت فضیل بن عیاض نے خواب میں دیکھا کہ دربار رسالت میں حاضر ہوا ہوں اور شہنشاہ دو عالم کے پہلو میں ایک آدمی کی جگہ خالی ہے تو میں نے وہاں بیٹھنے کا ارادہ کیا مگر ارشاد ہوا کہ خبردار! ابواسحاق فزاری کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ آپ کا وصال ۱۸۶ھ میں ہوا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۵۲)

نتیجہ: ایسا مقبول محدث جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پہلو میں بیٹھنے کی جگہ عطا فرمائی ان کا طرز عمل یہ تھا کہ دنیا داروں اور بد مذہبوں کو اپنی درسگاہ سے نکال کر حدیث کا درس شروع فرماتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء سلف کا یہی مقدس طریقہ رہا ہے کہ اللہ و رسول کے دوستوں سے دوستی اور اللہ و رسول کے دشمنوں یعنی گمراہوں اور بد مذہبوں سے دشمنی رکھی جائے جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ کسی کلمہ گو سے نفرت نہیں کرنی چاہیے چاہے وہ کسی عقیدہ کا ہو انہیں امام ابواسحاق فزاری کے اس مبارک طرز عمل سے عبرت و نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔

خداوند کریم سب مسلمانوں کو ان سلف صالحین کے طریقوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ درحقیقت ان بزرگوں کا طریقہ ہی سَبِیْلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور صراط مستقیم ہے۔

کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ہزار دشمنوں کا زوال ممکن ہے مگر عداوت دینی، وہ نہیں جاتی
ہزار دوستیوں کا زوال ممکن ہے مگر محبت دینی کہ وہ نہیں جاتی

بدن پر کلمہ

ابونصر فتح بن شخرف نہایت ہی زاہد اور پارسا محدث تھے۔ تیس برس تک روٹی نہیں کھائی۔ چند پھل پھول کھاتے رہے اور تیس برس تک کبھی سر اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں

www.waseemziyai.com

دیکھا۔ایک دن بے اختیار آسمان کی طرف سر اٹھ گیا تو ایک دم منہ سے یہ دعا نکل پڑی کہ الٰہی! اب تیرا اشتیاق میرے لیے نا قابل برداشت ہو چکا لہٰذا تو جلد مجھے اپنے دربار میں بلا لے۔اس کے بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا۔محمد بن جعفر کا بیان ہے کہ جب ہم لوگوں نے انہیں غسل دینے کے لیے ان کے کپڑوں کو اتارا تو ان کے بدن پر لا الــہ الا اللہ لکھا ہوا تھا۔ہم لوگوں نے سمجھا کہ کسی نے قلم سے لکھ دیا ہوگا مگر جب غور سے دیکھا گیا تو وہ حروف سیاہ رنگ کی رگیں تھیں جو ان کے گوشت کے اندر پیوست تھیں۔بغداد کے اندر ان کی وفات ہوئی تو اہل بغداد کا فرط عقیدت سے ان کے جنازہ پر اتنا ہجوم ہوا کہ ۳۳ مرتبہ لوگوں نے ان کے جنازہ پر نماز پڑھی اور سب سے چھوٹی جماعت جس نے ان کے جنازہ پر نماز پڑھی اس کی تعداد ۲۵ سے ۳۰ ہزار تھی۔ (رحمۃ اللہ علیہا) (مستطرف جلد ا ص ۱۳۸)

چغل خور اندھا ہو گیا

عبداللہ بن وہب محدث رحمۃ اللہ علیہ ایک لاکھ احادیث کے حافظ تھے اور فقہ و عبادت میں بھی بہت ہی با کمال تھے۔خوف الٰہی کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ قیامت کا ذکر سن کر بے ہوش ہو گئے اور پھر کچھ نہیں بولے اور چند دنوں میں وفات پا گئے۔مصر کے امیر عباد بن محمد نے انہیں قاضی بنانا چاہا تو غائب ہو کر روپوش ہو گئے۔ایک چغل خور صباحی نے امیر مصر کے پاس چغلی کھائی کہ عبداللہ بن وہب نے قاضی بننے کی طمع مجھ سے ظاہر کی مگر جب آپ نے ان کو قاضی بننے کا حکم دیا تو انہوں نے صرف آپ کے فرمان کی خلاف ورزی کرنے کے لیے روپوشی اختیار کر لی۔امیر نے غصہ میں آ کر آپ کے مکان کو مسمار کر دیا۔آخر آپ کو بھی جلال آ گیا تو آپ نے صباحی کے لیے اندھا ہو جانے کی دعا فرما دی چنانچہ آٹھویں دن صباحی اندھا ہو گیا۔ ۱۹۷ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۸۱)

سمندر میں یاقوت کا پیالہ

شیخ ابوعنوان واسطی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سمندری سفر میں میری کشتی طوفان کی موجوں سے ٹوٹ پھوٹ گئی اور میں اور میری بیوی ایک تختہ پر چند دنوں

www.waseemziyai.com

تک سمندر میں چکر لگاتے رہے۔اسی حالت میں میری بیوی کے ایک بچی بھی پیدا ہوئی۔ ایک دن بیوی نے بے چین ہوکر کہا کہ اب مجھے یہ پیاس مارڈالے گی۔میں نے بیوی کی یہ بات سن کرآسمان کی طرف سر اٹھایا تو میں نے یہ دیکھا کہ ایک شخص ہوا میں معلق بیٹھا ہے اور اس کے ہاتھ میں سونے کی زنجیر اور یاقوت کا پیالہ ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ لوتم دونوں پانی پی لو چنانچہ ہم دونوں میاں بیوی نے خوب پانی پیا جو مشک سے زیادہ خوشبودار اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ پھر میں نے اس شخص سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو اس نے کہا کہ میں خدا کا ایک نیک بندہ ہوں۔ پھر میں نے کہا کہ آپ اس مرتبہ پر کس طرح فائز ہوئے؟ انہوں نے جواب دیا۔میں نے خدا کی رضا کے لیے اپنی تمام خواہشات کو چھوڑ دیا ہے۔اس کے بعد انہوں نے ہم دونوں میاں بیوی کو ہوا پر بٹھا کر خشکی میں اتار دیا اور خود نظروں سے غائب ہوگئے۔ (روح البیان ج۲ص۳۰)

آسمان کی مسجد کا امام

حفص بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے امام المحدثین ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ پہلے آسمان میں فرشتوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ اے ابوزرعہ! کون سی عبادت کے صلہ میں آپ کو یہ اعزاز واکرام ملا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ احادیث لکھیں ہیں اور ہر حدیث میں عن النبی کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے اور تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو مسلمان ایک مرتبہ مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ یہ درود شریف کی برکت ہے کہ خداوند عالم نے مجھے فرشتوں کا نماز میں امام بنا دیا ہے۔ (شرح الصدور ص۲۳)

نتیجہ: اس واقعہ سے جہاں امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ ساتھ ہی یہ مسئلہ بھی سامنے آیا کہ جس طرح زبان سے درود شریف پڑھنے کا بے شمار اجرو ثواب ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف لکھنے کا بھی اتنا ہی اجروثواب ہے جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ پورا درود شریف نہیں

www.waseemziyai.com

لکھتے بلکہ صرف ؐ یا صلعم لکھتے ہیں اور وہ نہ صرف اس اجر سے محروم رہتے ہیں بلکہ گناہگار بھی ہوتے ہیں۔ خداوند کریم اس عادت بد سے بچائے۔ آمین۔

نماز جنازہ میں تین لاکھ آدمی

قدوۃ المحدثین ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور طالب علمی میں اتنے مفلس تھے کہ جب یہ کوفہ پہنچے تو ان کے پاس صرف ایک درہم تھا۔ انہوں نے ایک درہم کا باقلا خریدا اور تھوڑا تھوڑا کھاتے رہے اور حدیثیں لکھتے رہے۔ یہاں تک کہ تیس ہزار احادیث لکھتے لکھتے باقلا ختم ہوگیا اور مجبوراً انہیں شیخ کی درس گاہ چھوڑ کر آنا پڑا مگر یہ اس پائے کے محدّث ہوئے کہ امام اہل عراق کا لقب پایا اور بادشاہ وقت نے ان کے لیے ایک منبر تیار کرایا تھا جس پر بیٹھ کر یہ احادیث بیان فرماتے تھے اور ان کی درس گاہ میں خلق خدا کا کثیر ہجوم جمع ہوتا تھا۔ بہت ہی زاہد و عابد بھی تھے ان کی یہ کرامت ہے کہ ان کے جنازہ میں تین لاکھ آدمیوں نے نماز پڑھی اور اسی مرتبہ ان کی نماز جنازہ ہوئی۔ ذی الحجہ ۳۱۶ھ میں دنیا سے رخصت فرمائی بوقت وفات ۸۷ برس کی عمر شریف تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۳۰۲)

نتیجہ: اس حکایت سے جہاں امام ممدوح کی کرامت سمجھ میں آرہی ہے وہاں یہ بھی پتا چلتا ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو اپنے علماء سے کتنی بے پناہ والہانہ عقیدت تھی۔ کاش اس دور کے مسلمان بھی اپنے علماء کی قدر کریں۔

مکڑی کا کارنامہ

ہشام بن عبدالملک اموی بادشاہ کا عراقی گورنر یوسف بن عمر ثقفی بڑا ظالم تھا۔ اس نے ۱۲۶ھ میں حضرت امام زین العابدین کے فرزند حضرت زید کو بغاوت کا الزام لگا کر بالکل ننگے بدن سولی پر لٹکا دیا مگر فوراً ہی ایک مکڑی نے آپ کی شرمگاہ پر اتنا کثیر جالا تن دیا کہ کسی نے بھی آپ کی شرمگاہ کو نہیں دیکھا۔ آپ اسی طرح چار روز تک سولی پر لٹکے رہے۔ آپ کو سولی پر چڑھاتے وقت آپ کا چہرہ روبقبلہ ہوگیا تو ظالم گورنر نے جل بھن کر آپ کی لاش مبارک اور سولی کی لکڑی کو جلا دیا۔ (روح البیان ج ۳ ص ۲۳۳)

www.waseemziyai.com

نتیجہ: مکڑی ایک حقیر جانور ہے مگر اس کے شاندار کارناموں میں سے یہ ہے کہ اس نے حضرت داؤد علیہ السلام پر اس وقت جالا تن کر چھپا لیا تھا جبکہ جالوت بادشاہ آپ کو قتل کرنے کے لیے تلاش کر رہا تھا۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کے وقت غار ثور میں تشریف لے گئے تو غار ثور کے منہ پر مکڑی نے جالا تن کر آپ کو کفار مکہ کی نظروں سے بچا لیا۔

رزاق کی سنوں یا بندۂ رزاق کی

مشہور عالم ربانی شیخ ابوبکر کتانی کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت خضر علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ میں صنعاء کی مسجد میں تھا اور وہاں محدث عبدالرزاق احادیث بیان فرما رہے تھے اور ہزار ہا سامعین ان کی احادیث سن رہے تھے مگر ایک نوجوان مسجد کے ایک کونے میں بیٹھا مراقبہ کیے ہوئے تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ سب لوگ تو عبدالرزاق محدث کا درس سن رہے ہیں اور تم یہاں منہ چھپائے الگ کیوں بیٹھے ہو؟ تم بھی جا کر درس حدیث سنو۔ نوجوان نے بگڑ کر کہا میں رزاق کا کلام سن رہا ہوں اور تم مجھے بندۂ رزاق کے درس میں بھیج رہے ہو۔ حضرت خضر نے فرمایا کہ میں نے بطور امتحان اسے کہا کہ تم سچے ہو تو بتا دو کہ میں کون ہوں؟

اس نے برجستہ جواب دیا۔ آپ حضرت خضر (علیہ السلام) ہیں۔ (روح البیان ج ۴ ص ۲۶۲)

نتیجہ: سبحان اللہ! اللہ والوں کی باطنی نگاہ بصیرت کی روشنی کا کیا کہنا؟ اسی لیے کسی اہل دل نے کیا خوب کہا ہے ؎

دل بینا بھی کر خدا سے طلب — آنکھ کا نور دل کا نور نہیں
ارنی میں بھی کہہ رہا ہوں مگر — یہ حدیث حدیث طور نہیں

www.waseemziyai.com

تفریحات

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

تفریحات

ایسا مزاح لطیف جس میں نہ کذب ہو، نہ فحش کلامی، نہ کسی کی ایذا رسانی شریعت میں جائز و محمود ہے بلکہ سنت بھی ہے۔ ایسا مزاح جس کا مقصد محض تفریح قلب اور خوش طبعی ہو اکابر امت سے بکثرت منقول ہے کہ بلکہ حضرات صحابہ کرام اور حضور نبی اکرم ﷺ سے بھی مروی ہے چنانچہ احادیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے سواری کے لیے ایک اونٹ عنایت فرمائیے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تم کو ایک اونٹنی کے بچے پر سوار کراؤں گا۔ صحابی نے حیران ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں اونٹنی کے بچے پر کس طرح سوار ہوں گا؟ تو حضور اکرم ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آخر اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک بوڑھی عورت نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر جنت کے بارے میں سوال کیا تو حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کوئی بڑھیا جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ یہ سن کر وہ بڑھیا فکرمند ہوگئی تو حضور انور ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی بندی! دنیا کی کوئی بوڑھی عورت ہو یا جوان جب وہ جنت میں داخل ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کو جوان بنا دے گا۔ کوئی عورت بوڑھی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی۔ یہ سن کر بڑھیا کی فکر دور ہوگئی اور وہ خوش ہوگئی۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محض تفریح اور خوش طبعی کے طور پر ایک مرتبہ یا ذلا ذنین اے دو کانوں والے کہہ کر پکارا۔ غرض اس قسم کے بہت سے لطیف

www.waseemziyai.com

مزاح حضور اقدس ﷺ سے منقول و مروی ہے۔ اس کتاب میں محض اس نظریہ سے کہ مزاح لطیف کے ساتھ تفریح اور خوش طبعی کر لینا یہ علماء کی شان کے خلاف نہیں ہے بلکہ اگر ادائے سنت کی نیت سے ہو تو باعث اجر بھی ہے۔ ہم یہاں علمائے سلف کی چند تفریحات کا ذکر کرتے ہیں تاکہ اس تاریخی حقیقت کی نقاب کشائی بھی ہو جائے کہ دور اول کے علماء حق کتنے خوش طبع تھے؟ اور دور حاضر کے ان ابجد ہوز قسم کے گھم جھر و مولویوں کے لیے تازیانۂ عبرت بھی ہو جائے جو عام مسلمانوں پر اپنے تقدس کی دھونس جمانے کے لیے ہر وقت منہ سکوڑے پیشانی پر بل ڈالے بیٹھے رہتے ہیں اور اپنی اس عبوساً قمطریرا کی ہیئت پر اپنے آپ کو تقویٰ و تقدس کا قطب مینار سمجھتے ہیں اور خوش طبع علماء کو بہ نظر حقارت دیکھتے ہیں۔

ریت کا دھاگہ

امام عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ بڑے جلیل القدر تابعی امام الحدیث ہیں۔ پانچ سو صحابہ سے ملاقات کی۔ ہزاروں باکمال محدثین یہاں تک کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں مگر اس جلالت شان کے باوجود بہت ہی زندہ دل، نہایت ہی خوش مزاج اور بے حد باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے۔ ایک مرتبہ محدثین کی ایک جماعت آپ کی درس گاہ میں حاضر ہوئی جس میں ایک ضعیف العمر بوڑھے آدمی بھی تھے آپ نے ان بڑے میاں سے پوچھا کہ کیوں بڑے میاں! آپ کا پیشہ کیا ہے۔ بڑے میاں نے عرض کیا: میں رفوگر ہوں۔ پھٹے کپڑوں کو رفو کیا کرتا ہوں۔ امام شعبی نے فرمایا کہ میرے یہاں کوئی پھٹا کپڑا تو نہیں ہے مگر ایک ٹوٹا ہوا مٹکا ہے۔ کیا آپ اس مٹکے کو بھی رفو کر سکتے ہیں؟ بوڑھا بھی بڑا دلچسپ اور حاضر جواب تھا۔ برجستہ کہا کہ ہاں! ہاں آپ ریت کا دھاگہ منگا دیجئے میں آپ کے ٹوٹے ہوئے مٹکے کو ضرور رفو کر دوں گا۔ بوڑھے کا یہ جواب سن کر امام شعبی کو اس زور سے ہنسی آئی کہ وہ ہنستے ہنستے اپنی مسند پر لیٹ گئے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۸۱)

www.waseemziyai.com

آدھی رات کا سورج

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ میں ایک بڑے میاں حاضر رہتے تھے۔ روزانہ پورے درس میں شریک ہو کر مسائل سنا کرتے تھے مگر کبھی کچھ بولتے نہیں تھے ایک مرتبہ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ آپ کبھی سوال نہیں کرتے۔ ہمیشہ خاموش ہی کیوں رہتے ہیں؟

یہ سن کران بزرگ نے سوال کیا کہ اچھا بتایئے۔ روزہ کب افطار کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ جب سورج غروب ہو جائے۔ یہ بزرگ بولے کہ اگر آدھی رات تک سورج غروب نہ ہو؟ بڑے میاں کا یہ سوال سن کر امام ابو یوسف ہنس پڑے اور فرمایا کہ آپ کا خاموش رہنا ہی بہتر تھا۔ میں نے آپ کی زبان کھلوا کر غلطی کی۔ (تبصرہ تاریخ بغداد ص۹۱)

آپ کو کون سی حدیث پسند آئی

ایک اعرابی حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ میں برسوں درس حدیث میں حاضر ہوتا رہا۔ ایک دن امام ممدوح نے پوچھا کہ تم نے مجھ سے ہزاروں حدیثیں سنی ہیں یہ تو بتاؤ کہ تمہیں کون کون سی حدیث زیادہ پسند آئی۔

اعرابی نے جواب دیا صرف تین حدیثیں۔ ایک تو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یحب الحلوی والعسل یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم حلوا اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔ دوسری حدیث اذا وضع العشاء و حضرت الصلوٰۃ فابدؤا بالعشاء یعنی جب رات کو کھانا دستر خوان پر آ جائے تو پہلے کھانا کھا لینا چاہیے۔ تیسری حدیث لیس من البر الصیام فی السفر یعنی سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔ اعرابی کا جواب سن کر امام ممدوح اور حاضرین درسگاہ ہنس پڑے۔ (مستطرف ج۲ ص۲۲۶)

چندھی آنکھ، پتلی پنڈلی

امام الحدیث حضرت اعمش کی بیوی ہمیشہ امام موصوف سے کشیدہ اور برگشتہ رہتی تھیں۔ ایک دن اعمش نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ تم میری بیوی کے پاس جا

www.waseemziyai.com

کر میرے علمی کمالات کو اس طرح بیان کرو کہ نفرت دور ہو جائے اور وہ میری طرف راغب ہو جائے۔

شاگرد صاحب بہت ہی تفریح پسند اور پورے مسخرے تھے۔ بیگم صاحبہ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگے کہ مادر مہربان! ہمارے شیخ امام اعمش بہت ہی بزرگ اور باکمال محدث ہیں لہٰذا آپ ان کی چندھی آنکھ، پتلی پنڈلی، کمزور گھٹنے، بغل کی بدبو، منہ کی گندہ دہنی، کھردری ہتھیلیوں کو دیکھ کر ان سے بے رغبتی نہ رکھئے۔ امام اعمش چھپ کر شاگرد کی تقریر سن رہے تھے۔ غصے میں بھرے ہوئے بولے اٹھ خدا تیرا برا کرے تو نے میری بیوی پر میرے وہ عیوب بھی ظاہر کر دیئے جن کو وہ نہیں جانتی تھی۔ (مستطرف ج ۲ ص ۲۳۸)

نامِ عمر کا اثر

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک رافضی رہتا تھا۔ اس نے دو گدھے پال رکھے تھے۔ ایک کا نام ابوبکر اور دوسرے کا نام عمر رکھا تھا۔ ایک دن گدھے نے غضب ناک ہو کر اس قدر رافضی کو لاتیں ماریں اور دانت سے کاٹا کہ وہ مر گیا۔ جب حضرت امام اعظم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ شاید یہ کارنامہ اسی گدھے کا ہوگا جس کا نام اس خبیث نے عمر رکھا تو لوگوں نے بتایا کہ جی ہاں۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۱۹۶)

ناک میں دم کر دیا

خلیفہ بغداد منصور عباسی بنو امیہ کے دور حکومت میں سلطنت کا معتوب تھا اور گرفتاری کے خوف سے ادھر ادھر بھاگتا اور چھپتا تھا۔ انہیں ایام میں وہ بصرہ گیا تو ازہر سمان محدث کی درس گاہ میں چند دنوں حاضر ہوتا رہتا جب قسمت کی خوبی سے منصور خلیفہ بن گیا تو ازہر سمان دربار شاہی میں خلیفہ منصور کی ملاقات کے لیے گئے۔ منصور نے استاذ کی بڑی آؤ بھگت کی اور پوچھا میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیے۔ ازہر سمان نے فرمایا میرا مکان گر گیا اور میرے لڑکے محمد کی شادی ہے اور میں چار ہزار درہم کا مقروض ہوں۔ منصور نے فوراً بارہ ہزار درہم نذر کر دیئے اور کہا کہ آئندہ آپ کبھی سائل بن کر میرے پاس نہ آیئے گا

www.waseemziyai.com

مگر ایک سال کے بعد یہ پھر دربار میں دھمک پڑے۔ منصور نے دریافت کیا کیسے تشریف لائے تو بولے یونہی سلام کے لیے آ گیا تھا۔ منصور نے کہا کہ نہیں واللہ! سلام کے لیے نہیں بلکہ آپ پھر سائل بن کر آئے ہیں۔ اچھا بارہ ہزار پھر لیجئے۔ مگر آئندہ نہ سوال کے لیے آیئے گا نہ سلام کے لیے مگر یہ بزرگ پھر نازل ہو گئے اور فرمایا بیمار پرسی کے لیے آ گیا تھا۔ منصور نے بارہ ہزار پھر دیئے اور کہا کہ آئندہ نہ سوال کے لیے نہ سلام کے لیے نہ بیمار پرسی کے ہے کسی مقصد کے لیے بھی نہ آیئے گا۔ مگر یہ حضرت پھر بھی پہنچ گئے۔ منصور نے دریافت کیا اب آپ کیسے تشریف لائے؟ تو پھر فرمایا میں نے تم کو ایک دعا پڑھتے ہوئے سنا تھا میں اسی لیے آیا ہوں تا کہ اس دعا کو لکھ لوں۔ منصور یہ سن کر ہنس پڑا اور کہا لیکن وہ دعا تو بہت مقبول نہیں ہے کیونکہ میں نے اس کو پڑھ کر یہ دعا مانگی تھی میں آپ کو دربار میں نہ دیکھوں۔ مگر وہ دعا مقبول نہیں ہوئی۔ اچھا خیر، یہ بارہ ہزار پھر لیجئے اور اب جب اور جتنی مرتبہ آپ کا مزاج چاہے دربار میں آتے رہیے۔ آپ کے حیلوں نے تو میرا ناک میں دم کر دیا۔ (ثمرات الاوراق ص ۱۲۶)

پانی کی قیمت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ کسی میدان میں سخت پیاس لگی۔ ایک بدوی مشک بھر کر پانی لیے جا رہا تھا۔ امام صاحب نے اس سے پانی مانگا تو اس نے کہا میں پانچ درہم میں پوری مشک کا پانی دوں گا۔ امام صاحب کو اس کی بے رحمی پر بہت غصہ آیا۔ مگر آپ نے خوشی خوشی پانچ درہم میں پوری مشک کا پانی اس سے خرید لیا پھر آپ نے اس کو روغن زیتون ملا ہوا ستو عنایت فرمایا۔ وہ خوش ہو کر کھانے لگا اور خوب کھایا مگر ایک تو ستو پھر روغن زیتون ملا کھاتے ہی بدوی پر پیاس کا غلبہ ہوا اور اس نے امام صاحب سے پانی مانگا تو آپ نے فرمایا کہ میں پانچ درہم میں ایک گلاس پانی دوں گا۔ لینا ہو تو لو ورنہ اپنا راستہ پکڑو۔ بدوی جب مارے پیاس کے پیچ بیچ کرنے لگا تو مجبوراً پانچ درہم میں ایک گلاس لیا۔

اس طرح امام صاحب کی دانائی کی بدولت پانی کے ساتھ ساتھ ان کے پانچوں درہم بھی واپس مل گئے اور بے رحم بدوی کو عبرت آموز سبق بھی مل گیا۔ (ثمرات الاوراق ج ۱ص ۱۴۸)

دیوان، زم زم کے کنویں میں

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ کو کون نہیں جانتا کہ کمال علم وعمل کے ساتھ ساتھ میدان شاعری کے بھی بہت بڑے مشہور شہسوار تھے۔ ایک دن ایک اناڑی شاعر اپنا دیوان لے کر آپ کو اپنا کلام سنانے لگا۔ بڑی دیر تک وہ اپنی تک بندی کے اشعار سنا سنا کر آپ کی سمع خراشی کرتا رہا اور آپ ناگواری کے باوجود اس کی دل جوئی کے لئے خاموش بیٹھے رہے۔ پھر وہ کہنے لگا۔ حضور میں اس دیوان کو سفر حج میں بھی لے گیا تھا اور اس کو غلاف کعبہ میں کچھ دیر رکھنے کے بعد حجر اسود سے بھی اس کو مس کر کے لایا ہوں۔ یہ سن کر حضرت جامی کا پیمانہ صبر چھلک پڑا۔

آپ نے نہایت سنجیدگی سے فرمایا کہ ایک کسر رہ گئی۔ کاش تم نے اس کو زمزم شریف کے کنویں میں بھی غوطہ دے لیا ہوتا تو بڑا ہی اچھا ہوتا کہ یہ دھل دھلا کر بالکل صاف ہو جاتا۔ اناڑی شاعر مولانا جامی کا یہ تلخ جملہ اور زہریلا طنز سن کر بہت سبک ہوا اور منہ لٹکائے ہوئے وہاں سے رفو چکر ہو گیا۔ (مقدمہ یوسف زلیخا)

جبلہ کا قاضی

قاضی یحییٰ بن اکثم نے ایک شخص کو جبلہ شہر کا قاضی بنا کر بھیجا۔ جب قاضی کو خبر ملی کہ امیر المؤمنین ہارون رشید جبلہ تشریف لانے والے ہیں تو اس نے وہاں عوام وخواص کو بلا کر سمجھایا کہ جب امیر المؤمنین کا جلوس نکلے تو تم لوگ خوب چلا چلا کر کہنا کہ جبلہ کا قاضی بہت اچھا ہے۔

جب امیر المؤمنین کا جلوس نکلا تو کوئی بھی نہیں گیا۔ یہ دیکھ کر قاضی صاحب خوب بڑا عمامہ باندھ کر اور داڑھی میں تیل کنگھی کر کے خود راستے پر جا کر کھڑے ہو گئے اور جب امیر المؤمنین اور قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی سواری گزری تو آپ زور سے چلا چلا کر اعلان کرنے لگے کہ جبلہ کا قاضی بہت اچھا ہے۔ امام ابو یوسف اسے پہچان کر ہنسنے لگے۔ امیر المؤمنین نے ہنسی کا سبب دریافت کیا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جبلہ کے قاضی کی

www.waseemziyai.com

تعریف کرنے والے خود ہی جبلہ کے قاضی ہیں۔ یہ سن کر امیر المؤمنین کو اس قدر ہنسی آئی کہ گھوڑے کی رکاب میں سے پاؤں الگ ہو گیا اور پھر امیر المؤمنین نے اس احمق قاضی کو معزول کر دیا۔ (مستطرف ج ۲ ص ۳۳۹)

خلیفہ مہدی اور ایک بدوی

خلیفہ بغداد مہدی ایک مرتبہ شکار میں اپنے مصاحبوں سے بچھڑ کر بہت دور نکل گیا۔ جب بھوک پیاس سے پریشان ہوا تو ایک بدوی کی جھونپڑی میں گیا۔ مہمان نواز بدوی نے جو کی روٹی اور دودھ پیش کیا۔ جب مہدی کھا چکا تو بدوی نے کھجور کا شربت پلایا۔ ایک گلاس پی کر مہدی نے کہا کہ تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ بدوی نے کہا نہیں خلیفہ نے کہا میں امیر المؤمنین کا خادم ہوں۔ بدوی نے کہا جی ہاں آپ امیر المؤمنین کے خادم ہیں۔ مہدی نے کہا جی نہیں، میں خود ہی امیر المؤمنین ہوں۔ یہ سن کر بدوی نے مشک کا منہ باندھ دیا اور ڈانٹ کر کہا اٹھ کر نکل یہاں سے تیرا یہی حال ہے تو چوتھا گلاس پی کر تو کہنے لگے گا کہ میں رسول اللہ ہوں۔

یہ سن کر مہدی اس قدر ہنسا کہ اس پر غشی طاری ہو گئی۔ اتنے میں مہدی کا لشکر تلاش کرتے ہوئے آن پہنچا۔ بدوی خدم وحشم کا جاہ وجلال دیکھ کر مارے خوف کے کانپ اٹھا۔ مہدی نے اس کو تسلی دی اور انعام واکرام سے اس کو مالا مال کر دیا۔ (مستطرف ج ۲ ص ۲۳۲)

ایک قاری اور بدوی

ایک قاری صاحب دیہاتیوں کے مجمع میں تلاوت کے لیے بیٹھے تو یہ آیت پڑھ دی کہ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا (توبہ:۹۷) یعنی بدوی لوگ بڑے سخت کافر اور منافق ہیں۔ یہ سن کر ایک بدوی کو بڑا غصہ آیا اور اس نے کہا کہ واللہ اس قاری نے تو ہماری ہجو کر دی۔ اتنے میں قاری صاحب اس آیت پر پہنچ گئے وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (توبہ:۹۹) یعنی کچھ بدوی لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ بدوی غضبناک ہو کر بولا کہ خیر کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر اس نے ہماری ہجو کی تو ہماری مدح بھی کی۔ جیسا کہ ہمارے شاعر نے کہا ہے ؎

www.waseemziyai.com

هجوت زهيرا ثم انی مدحته
وما ذالت الاشراف تهجٰی و تمدح

یعنی میں نے پہلے زہیر کی ہجو کی پھر میں نے ہی اس کی مدح کی اور شریفوں کا یہی حال رہتا ہے کہ کبھی ان کی ہجو کی جاتی ہے اور کبھی مدح کی جاتی ہے۔

جادوگر امام

ایک بدوی چور جس کا نام موسیٰ تھا کسی کی درہم بھری ہوئی تھیلی چرا کر مسجد میں گیا اور تھیلی ہاتھ میں لے کر آستین سے چھپائے ہوئے جماعت میں شامل ہو گیا۔ اتفاق سے امام صاحب نے الحمد کے بعد یہ آیت پڑھی وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسٰى تھیلی پھینک کر مسجد سے بھاگا اور کہا! اکہ اے امام! خدا کی قسم تو یقیناً بہت بڑا جادوگر ہے۔

فالودہ اچھا یا لوزینہ

خلیفہ ہارون رشید اور اس کی بیگم زبیدہ میں اختلاف ہو گیا کہ فالودہ اور لوزینہ ان دونوں کھانوں میں سے کون اچھا ہوتا ہے۔ دونوں قاضی القضاۃ امام ابو یوسف کے فیصلے پر راضی ہو گئے۔ امام بو یوسف نے فرمایا کہ بغیر مدعی اور مدعا علیہ کے حاضر ہوئے بھلا میں کس طرح کوئی فیصلہ کر سکتا ہوں لہٰذا فالودہ اور لوزینہ دونوں کھانے میرے سامنے پیش کیے جائیں چنانچہ فوراً ہی دونوں کھانے حاضر کیے گئے اور امام ابو یوسف نے ایک مرتبہ فالودہ اور ایک مرتبہ لوزینہ کھانا شروع کیا یہاں تک کہ جب آدھا آدھا دونوں میں سے کھا چکے تو فرمایا کہ میں نے آج تک ایسے دلیل پیش کرنے والے مدعی اور مدعا علیہ نہیں دیکھے۔

میں جب چاہتا ہوں کہ ایک کو ڈگری دوں تو دوسرا اپنی دلیل پیش کر دیتا ہے اس لیے میں اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ ہارون رشید اور زبیدہ امام ابو یوسف کی گفتگو سن کر مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ (مستطرف ج ۲ ص ۲۳۹)

شیطان کا نمونہ

جاحظ فن لغت اور ادب کے امام تھے اور لطیفہ گوئی و حاضر جوابی میں تو اپنی مثال نہیں

www.waseemziyai.com

رکھتے تھے لیکن شکل وصورت کے لحاظ سے بہت کریہہ المنظر اور بدشکل تھے۔ ان کا بیان ہے کہ زندگی بھر مجھے کسی سے اتنی شرمندگی نہیں ہوئی تھی جتنی ایک عورت کی وجہ سے ہوئی۔ ایک دن اچانک ایک عورت میرے پاس آئی اور کہا کہ ذرا دیر کے لیے میرے ساتھ چلیئے میں اس کے ساتھ چل پڑا تو وہ مجھے ایک سنار کی دکان پر لے گئی اور کہا کہ ''بالکل ایسا ہی'' یہ کہہ کر وہ عورت روانہ ہوگئی۔ میں بڑا حیران رہ گیا۔ میں نے سنار سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔

سنار نے بتایا کہ اس عورت نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ تم میرے لیے شیطان کی ایک مورتی بنادو تو میں نے اس سے کہا کہ میں نے شیطان کی صورت نہیں دیکھی لہٰذا تم مجھے کوئی نمونہ دکھا دو تو یہ آپ کو میرے پاس شیطان کی صورت کا نمونہ دکھانے کے لیے لائی تھی۔ (مستطرف ج ٢ ص ٢٥)

منہ میں تھوک

ایک مہمل گو شاعر نے حضرت مولانا جامی علیہ الرحمہ کے پاس آکر پہلے اپنی مہمل اور بے تکی شاعری سے علامہ ممدوح کا دماغ چاٹ ڈالا اور آپ اخلاقاً صبر کے ساتھ اس کے اشعار سنتے رہے پھر اس نے فخریہ لہجے میں کہا کہ رات خواب میں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور انہوں نے میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہیں غلط فہمی ہوئی وہ تمہارے منہ پر تھوکنے کے لیے آئے تھے تم نے منہ کھول دیا اور تھوک منہ میں جا پڑا۔ (علمی لطائف ص ١٠٥)

جنت میں آگ

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز حقہ سے شوق فرماتے تھے اور حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی پیلی بھیتی کو چائے نوشی کی عادت تھی۔ ایک دن محدث سورتی علیہ الرحمہ نے تفریحاً اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ حضرت مولانا جنت میں آگ کہاں سے ملے گی جو آپ کا حقہ بھرا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ آپ کی چائے کے سماور میں سے آگ منگا لیا کروں گا۔

www.waseemziyai.com

چوں سُرمۂ رازی را از دیدہ فروشستم
تقدیرِ اُمم دیدم پنہاں بہ "کتاب" اندر

حصہ دوم

رُوحانی حکایات

مولف

حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

الاعظمیہ پبلی کیشنز
P-35 توحید نگر، لاہور

www.waseemziyai.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اعتراف واعتذار

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

ناظرین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

لیجئے! آپ کی زحمت انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں کہ آپ کی محبوب کتاب ''روحانی حکایات'' کا دوسرا حصہ بھی طبع ہو کر باصرہ افروز نظر نواز ہو رہا ہے، میرا عزم تو یہی تھا کہ اس کتاب کے دونوں حصوں کو ایک ساتھ طبع کرا کر نذر ناظرین کرنے کی مسرت حاصل کرتا لیکن افسوس کہ میرا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا۔ جلد اول تو بحمدہ تعالیٰ چھپ کر قدر دانوں کے زیر مطالعہ آ گئی مگر جلد دوم کا مسودہ بھی مکمل نہیں ہو سکا جس کا سبب میری قابل رحم مصروفیات کے سوا کچھ بھی نہیں۔ روزانہ چھ گھنٹہ تدریس کا اہم اور دماغ سوز مشغلہ، پھر پورے ملک کے محبین کے خطوط و مسائل کے تحریری جواب کی ذمہ داریاں، نیز تقریری پروگراموں اور مذہبی جلسوں میں حاضری کی پابندیاں، مزید برآں روزانہ احباب و معتقدین سے ملاقاتوں کی پریشانیاں، یہ وہ آہنی موانع ہیں جو مجھے اتنا موقع ہی نہیں دیتے کہ سکون قلب کے ساتھ تصنیف و تالیف کے لیے قلم اٹھا سکوں مگر کثرت کار اور ہجوم افکار کے اسی محشرستان میں قدر دانوں کی زحمت انتظار اور احباب کے پرخلوص تقاضوں کا احساس و احترام کرتے ہوئے انتہائی عجلت میں قلم برداشتہ یہ مجموعہ اس طرح مرتب کر رہا ہوں کہ کبھی بھی ایک نشست میں اس کتاب کا پورا صفحہ لکھنا نصیب نہیں ہوا بلکہ ایک ایک صفحہ بعض مرتبہ کئی کئی دنوں کی کئی کئی نشستوں میں پورا ہو سکا۔ حد ہو گئی کہ مسودہ میں اصلاح و ترمیم کی بھی فرصت نہیں مل سکی اور

www.waseemziyai.com

اصل مسودہ ہی جو قلم برداشتہ لکھا ہوا تھا کاتب کے پاس بھیج دینا پڑا۔ اس لیے میں عنوانوں کے انتخاب اور مضامین کی ترتیب میں جیسا کہ میری تمنا تھی فنکارانہ قلم کاری کی جدت و ندرت کا کوئی اچھا نمونہ پیش نہیں کر سکا۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ مختلف قسم کے گلہائے رنگا رنگ کی ایک ڈالی ہے جو بغیر کسی صناعی کے نہایت ہی سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ پیش خدمت کر رہا ہوں جو مندرجہ ذیل پانچ اہم عنوانوں پر مشتمل ہے

۱-عجائبات

۲-مجاہدات

۳-عبادات

۴-کرامات

۵-مفرحات

بحمدہ تعالیٰ اکثر حکایات پر اپنا تبصرہ بھی تحریر کر دیا ہے جو امید ہے کہ انشاء المولیٰ تعالیٰ ناظرین کے لیے باعث مسرت و سامان بصیرت ثابت ہوگا۔ میں اپنے کرم فرما ناظرین سے امیدوار ہوں کہ وہ میری دوسری تالیفات کی طرح اس مجموعہ کو بھی اپنے دامنِ قبول میں جگہ عطا فرما کر اپنی ذرہ نوازیوں سے مجھے سرفراز فرمائیں گے اور اپنی مخلصانہ و مستجاب دعاؤں سے مشکلات دارین میں میری امداد و اعانت فرمائیں گے۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ مولا تعالیٰ اس مجموعہ کو قبول فرما کہ مقبول خلق و نافع الخلائق بنائے اور میرے لیے ذریعہ مغفرت و زادِ آخرت بنائے۔ (آمین)

نوشتہ بماند سیہ بر سفید
نولیسند را نیست فرد اُمید

خاکپائے اولیاء
عبدالمصطفیٰ اعظمی عفی عنہ
مانڈہ ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۹۱ھ

www.waseemziyai.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عجائبات

قبرانور میں نقب

سلطان عادل نورالدین زنگی نے ۵۵۷ھ میں نماز تہجد کے بعد ایک رات میں تین مرتبہ یہ خواب دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ دو شخصوں کو دکھلا کر یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ:

''اے نورالدین! تم ان دونوں کو مجھ سے جدا کرو تم ان دونوں سے مجھ کو بہت جلد بچاؤ''

سلطان یہ خواب دیکھ کر گھبرا گیا اور اپنے دین دار صالح وزیر جمال الدین موصلی سے اپنے اس خواب کا تذکرہ کیا۔ تو وزیر موصوف نے بے چین ہو کر انتہائی اضطراب میں یہ عرض کیا کہ اے سلطان عادل! اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ضرور مدینہ منورہ میں کوئی بہت بڑا حادثہ نمودار ہو گیا لہٰذا اب ایک لمحہ کے لئے بھی ہمارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے اور انتہائی ضروری ہے کہ ہم دونوں نہایت خاموشی کے ساتھ بالکل ہی پراسرار طریقہ سے فوراً مدینہ منورہ حاضر ہو جائیں چنانچہ صرف تیس آدمیوں کے ہمراہ کثیر دولت لے کر تیز رفتار سواریوں پر سفر کر کے صرف سولہ روز میں سلطان مع وزیر کے ملک شام سے ناگہاں مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ سلطان نے مسجد نبوی میں دوگانہ ادا کر کے صلوٰۃ وسلام عرض کیا اور صحن میں بیٹھ گئے اور وزیر نے یہ اعلان کیا کہ سلطان اس وقت قبر انور کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور اہل مدینہ کو نذرانہ عقیدت کے طور پر ایک کثیر رقم ہر ہر فرد کو مرحمت فرمانے کا ارادہ رکھتے ہیں لہٰذا مدینہ منورہ کا ہر باشندہ سلطان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنا نذرانہ لے جائے چنانچہ تمام اہل مدینہ حضور سلطانی میں آ کر نذرانہ وصول کرتے رہے مگر جن دو شخصوں کو حضور ﷺ نے خواب میں دکھلایا تھا وہ دونوں نظر نہیں آئے۔ یہاں تک کہ جب لوگوں

www.waseemziyai.com

کی آمد کا سلسلہ ختم ہو گیا تو سلطان نے دریافت فرمایا کہ کیا کوئی ایسا شخص باقی رہ گیا ہے جو ابھی تک نذرانہ لینے نہیں آیا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ باشندگان مدینہ میں سے تو کوئی شخص بھی باقی نہیں رہ گیا مگر روم کے رہنے والے دو انتہائی عابد و زاہد آدمی ایسے ہیں جو کبھی کسی کا عطیہ قبول نہیں کرتے بلکہ خود بے شمار مال و دولت مدینہ منورہ کے فقراء و مساکین پر تصدق کرتے رہتے ہیں۔ صرف یہی دونوں ابھی تک بارگاہ سلطانی میں حاضر نہیں ہوئے ہیں سلطان نے فوراً ہی ان کو حاضر کرنے کا حکم دیا چنانچہ دونوں سلطان کے سامنے آئے تو حیرت واستعجاب سے سلطان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ یہی وہ دونوں شخص تھے جن کو خواب میں دکھلا کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

''اے نورالدین! تم ان دونوں کو مجھ سے جدا کرو۔''

سلطان نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم لوگ کہاں کے رہنے والے ہو؟ دونوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ بلادِ مغرب کے رہنے والے ہیں۔ امسال ہم حج کے لئے آئے تھے اور اب ایک سال تک کے لئے ہم نے یہاں روضہ منورہ کے مجاور بن کر رہنے کا عزم کر لیا ہے۔ سلطان نے غضب سے تیوری چڑھا کر کئی بار فرمایا کہ تم لوگ سچ سچ بولو۔ مگر وہ دونوں ہر بار نہایت جرأت کے ساتھ یہی کہتے رہے۔ بالآخر سلطان نے ان دونوں کی قیام گاہ کا پتا دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ دونوں روضہ منورہ کے بالکل قریب ایک رباط کے اندر مقیم ہیں۔ سلطان نے ان کی گرفتاری کا حکم دیا اور خود ان کے کمرہ میں داخل ہو گیا۔ دیکھا کہ کمرہ میں بیشمار درہم و دینار کا انبار لگا ہوا ہے۔ طاقوں پر چند کتابیں رکھی ہوئی ہیں اور دو مہریں پڑی ہیں۔ کمرے میں اس کے سوا دوسرا کوئی نظر نہ آیا۔ سلطان نے جب اہل مدینہ کے عمائد و اشراف سے دونوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو سب نے کہا کہ یہ دونوں نہایت مرد صالح ہمیشہ کے روزہ دار، زاہد شب زندہ دار، تہجد گزار ہیں۔ دن رات روضہ انور پر حاضر رہتے ہیں۔ روزانہ صبح کو جنۃ البقیع اور ہر سنیچر کو مسجد قبا کی زیارت کو جاتے ہیں اور کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتے اور امسال کی قحط سالی میں مدینہ منورہ کے باشندوں کی بے انتہا مالی مدد کی ہے۔ سلطان ان دونوں کی زاہدانہ صورتوں کو دیکھ کر اہل مدینہ کی مدح

www.waseemziyai.com

سرائی سن سن کر محو حیرت تھا اور پیکر تعجب بن کر کمرے میں بار بار چکر لگاتا اور اوپر نیچے دیکھتا رہا یہاں تک کہ سلطان نے کمرے کے فرش اور چٹائی اٹھانے کا حکم دیا۔ جب چٹائی اٹھائی گئی تو ناگہاں یہ نظر آیا کہ زمین میں اتنی گہری سرنگ کھودی ہوئی ہے جو قبر انور تک پہنچ چکی ہے۔ سلطان اور اہل مدینہ یہ ہوشربا منظر دیکھ کر ایک دم سناٹے میں آ گئے اور ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ سلطان نے غصہ میں سرخ انگارہ بن کر تڑپتے ہوئے پوچھا کہ تم سچ بول دو کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ کچھ دیر تو دونوں خاموش رہے مگر جب ان دونوں پر کوڑوں کی مار پڑنے لگی تو دونوں کہنے لگے کہ اے سلطان! ہم دونوں نصرانی ہیں ہم کو روم کے نصرانیوں نے مغربی حجاج کے ساتھ بے شمار مال و دولت دے کر اس مقصد کے لئے یہاں بھیجا ہے کہ ہم قبر انور کھود کر پیغمبر اسلام کے جسم انور کو لے جائیں چنانچہ ہم لوگ ساری رات نقب کھودتے ہیں اور مٹی کو ایک تھیلے میں جمع کر کے روزانہ صبح کو جنۃ البقیع کے قبرستان میں پھینک دیتے ہیں۔ یہ نقب بالکل قبر شریف تک پہنچ چکی ہے اور کل ہی رات ہم جسم مبارک نکالنے والے تھے مگر ناگہاں اس میں شدید بارش اور برق و باد کا طوفان آ جانے سے ہم یہ کام نہ کر سکے آج صبح کو اچانک سلطان تشریف لائے ہم گرفتار ہو گئے۔ سلطان نور الدین ان ناپاک ظالموں اور خوفناک مجرموں کا لرزہ خیز اور دل ہلا دینے والا بیان سن کر لرزہ براندام ہو گیا اور جوشِ غضب میں روضہ انور کی دیوار پکڑ پکڑ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ پھر غیظ و غضب میں بے خود ہو کر اپنی تلوار سے ان دونوں ملعونوں کا سر اڑا دیا اور ان کی لاشوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں جلا کر راکھ بنا دیا اور اپنی خوش نصیبی پر ناز کر کے خداوند کا لاکھ لاکھ شکر یہ ادا کرنے لگا اور کہنے لگا کہ حضور کا مجھ پر کتنا بڑا اکرم ہے کہ تمام جہان والوں میں سے اس خدمت کے لئے مجھ کمترین غلام کو منتخب فرمایا اور تین تین مرتبہ خواب میں مجھے اپنے دیدار پُر انور سے مشرف فرما کر اس خدمت کے لئے مامور فرمایا۔ سلطان بار بار یہی کہتے تھے اور ان کی اشک بار آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات گوہر آبدار بن کر ان کے چمکتے ہوئے رخسار پر نثار ہو رہے تھے۔ اس خوشی میں سلطان نے بے شمار دولت لٹا کر غریبوں کو مالا مال اور مسکینوں کو نہال کر دیا۔ پھر روضہ انور کے ارد گرد چاروں طرف نہایت

www.waseemziyai.com

گہری نیو کھدوا کر سیسہ پگھلا کر اس نیو میں بھروا دیا تا کہ قبر انور کے گرد سیسہ کی دیوار میں کوئی نقب نہ لگا سکے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۶۴۸)

ملعون منصوبہ ناکام

جب مصر کے عبیدی خاندان کے بادشاہ کا حجاز پر بھی تسلط ہو گیا تو بعض زندیقوں نے بادشاہ کو یہ ناپاک مشورہ دیا کہ اگر روضہ منورہ کو کھود کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم انور اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مبارک جسموں کو مدینہ منورہ سے منتقل کر کے مصر میں دفن کرا دیا جائے تو مصر کی عزت و عظمت میں چار چاند لگ جائیں گے کہ تمام دنیائے اسلام کے زائرین بجائے مدینہ منورہ کے مصر آنے لگیں گے۔ احمق و بے دین بادشاہ مصر کو یہ مشورہ پسند آ گیا اس نے اپنے ایک بہت ہی معتمد درباری کو اس مہم کے لئے مدینہ بھیج دیا جس کا نام ابوالفتوح تھا۔ اہل مدینہ کو اس ناپاک منصوبہ کی خبر ہو گئی تھی جیسے ہی ابوالفتوح کا قافلہ اس منحوس عزم کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوا مدینہ کے ایک قاری نے مجمع عام میں یہ آیت تلاوت کر دی:

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (توبہ:۱۳)

''کیا تم لوگ اس قوم سے جنگ نہ کرو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کو نکالنے کا عزم کر لیا حالانکہ انہیں کی طرف سے پہل ہوئی ہے کیا ان سے ڈرتے ہو؟ اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔ (توبہ)

قاری نے ایسے پُر درد لہجے میں آیت کو پڑھا کہ اہل مدینہ کے قلوب میں محبت رسول کے جوش و خروش کا ایک آتش فشاں پھٹ پڑا اور لوگ غیظ و غضب میں بھر کر اتنے جوش اور طیش میں آ گئے کہ ابوالفتوح اور اس کے ہمراہیوں کی بوٹی بوٹی کاٹ ڈالنے کا عزم بالجزم

www.waseemziyai.com

کرلیا اور اس رات میں اچانک ایسی خوفناک آندھی آئی کہ اونٹ مع پالان کے اور گھوڑے مع زین اور سوار کے گیند کی طرح زمین پر لڑھکتے ہوئے نظر آنے لگے۔ یہ قدرتی مناظر دیکھ کر ابوالفتح کے دل میں ایسا خوف و ہراس طاری ہوا کہ وہ مارے دہشت کے بید کی طرح لرزنے اور کانپنے لگا اور قسم کھا کھا کر یہ اعلان کرنے لگا کہ بادشاہ مصر میرا سر بھی کاٹ لے پھر بھی اس ملعون منصوبہ پر ہرگز ہرگز کبھی عمل نہیں کروں گا۔ یہ سن کر اہل مدینہ کا جوش ٹھنڈا ہوا اور اپنی جان بچا کر ابوالفتح مصر چلا گیا اور بادشاہ کو اتنا خوف دلایا کہ اس کے ہوش اڑ گئے اور وہ اس منصوبے سے تائب ہو گیا۔ (جذب القلوب ص ۱۲۶)

چالیس حلبی زندہ درگور

''محبّ طبری'' نے اپنی کتاب ''الریاض النضرہ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حلب کے کچھ رافضیوں نے لاکھوں اشرفیوں کی رقم اور بے شمار تحفہ امیر مدینہ کی خدمت میں رشوت کے طور پر اس مقصد کے لئے پیش کیا کہ وہ انہیں مسجد نبوی میں رات بھر رہنے اور روضہ مبارک میں نقب لگا کر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مبارک جسموں کو قبر انور سے نکال کر لے جانے کی اجازت دے۔ رشوت خور بدکار امیر لالچ کا شکار ہو گیا اور ان خونخوار درندوں کو مسجد نبوی میں رات بھر رہنے اور اپنا منصوبہ پورا کر لینے کی اجازت دے دی اور مسجد نبوی کے شیخ الخدام ''شمس الدین صواب'' کو حکم دے دیا کہ جس وقت رات میں ان روافض کا گروہ مسجد نبوی میں داخل ہونا چاہے ان کے لئے دروازے کھول دینا۔ شمس الدین صواب کا بیان ہے کہ آدھی رات کو چالیس آدمیوں کا گروہ کدال پھاوڑے اور دوسرے کھدائی کے آلات و سامان سے مسلح ہو کر مسجد نبوی میں داخل ہوا اور میں مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر رونے لگا مگر اپنے مولیٰ کی شان کے قربان کہ جیسے ہی یہ مردود لوگ منبر شریف کے قریب پہنچے ایک دم سب کے سب زمین میں دھنسنے لگے یہاں تک کہ سب زندہ درگور ہو گئے۔ دو تہائی رات گزرنے کے بعد امیر مدینہ نے مجھے طلب کر کے ان لوگوں کا حال پوچھا تو میں نے آنکھوں دیکھا ماجرا عرض کر دیا کہ وہ سب

www.waseemziyai.com

لوگ زمین میں دھنس گئے۔ امیر مدینہ نے مجھے ڈانٹ کر کہا کہ تم بالکل پاگل دیوانے ہو گئے ہو بھلا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ پتھر کے فرش میں چالیس آدمی زمین کے اندر دھنس جائیں؟ میں نے عرض کیا کہ امیر خود چل کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ابھی تک ان لوگوں کے زمین میں دھنس جانے کا نشان باقی ہے اور ابھی تک ان کے کچھ لباس وغیرہ زمین میں دھنسے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ یہ سن کر امیر مدینہ سناٹے میں آگیا اور کہنے لگا کہ خبردار! ہرگز ہرگز تم اس راز کو کسی پر ظاہر نہ کرنا ورنہ میں تلوار سے تمہارا سر اڑا دوں گا۔

(جذب القلوب ص ۱۲۷)

تبصرہ: برادران ملت! مذکورہ بالا تینوں حکایات کو پڑھ کر اندازہ لگایئے کہ زمانہ ماضی میں دشمنان اسلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور ایذا رسانی کے لئے کیسی کیسی خوفناک سازشیں کیں اور کیسے کیسے گندے اور گھناؤنے منصوبہ بنائے مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ کتنا حق اور سچا ہے کہ

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

یعنی ''اے محبوب! اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔''

کفار مکہ بڑی بڑی کوششیں اور انتہائی جدوجہد کرتے رہے کہ پیغمبر اسلام کا خاتمہ کر کے اسلام کا نام ونشان مٹا دیں۔ کبھی رات میں کاشانہ نبوت کا محاصرہ کر کے رسول برحق کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ کبھی دوران سفر میں رات کے اندھیرے میں اچانک قتل کر دینے کا پلان تیار کیا۔ کبھی میدان جنگ میں حملہ کر کے شہید کر دینے کا عزم کیا۔ کبھی جادو کر کے کبھی زہر کھلا کر مار ڈالنے کا پروگرام بنایا۔ غرض پیغمبر اسلام کے نام ونشان کو مٹا دینے کے لئے کوئی ایسی دسیسہ کاری نہیں تھی جس کو کفار نے نہ کیا ہو لیکن خداوند قدوس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ فرما لیا تھا کہ اے محبوب! اللہ آپ کو ان لوگوں سے بچائے گا چنانچہ ہر موقع پر خدا کا وعدہ پورا ہوا اور جب بھی کفار نے کوئی سازشی حملہ کیا اور چراغ نبوت کو بجھا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ کی طرف سے ایسی نصرت وحفاظت کا سامان ہو گیا کہ کفار کا منصوبہ ناکام ہو گیا اور قدرت پکار اٹھی کہ

www.waseemziyai.com

نور خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

برادران ملت! جس طرح حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عصمت وحفاظت کے حصار میں معصوم ومحفوظ بنایا ہے کہ دنیا کا کوئی بھی دشمن رسول نہ آپ کو قتل کر سکا نہ آپ کا نام ونشان مٹا سکا۔ اسی طرح آپ کی قبر انور کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حصار عصمت اور دائرہ حفاظت میں اس طرح معصوم ومحفوظ فرمالیا ہے کہ کوئی دشمن رسول قبر انور تک دست درازی کر کے آپ کے وجود مقدس کی توہین اور ایذا رسانی کی قدرت نہیں پا سکتا چنانچہ آپ نے دیکھ لیا کہ روم کے نصاریٰ ہوں یا مصر کے ملحدین حلب کے روافض ہوں یا دوسرے ملعونین جس نے بھی قبر انور کھودنے کا پروگرام بنایا وہ خائب وخاسر اور ناکام ونامراد ہی رہا۔ ہر خوفناک سے خوفناک سازشی پلان کے موقع پر منادی قدرت کا یہی اعلان رہا کہ ؎

مصطفیٰ ہے نور حق اس کو بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

برادران اسلام! بلاشبہ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کا بہت بڑا معجزہ ہے اور حضرت شیخین کی کھلی ہوئی کرامت ہے کہ بڑی بڑی خطرناک کوششوں کے باوجود کوئی بڑے سے بڑا دشمن رسول بھی قبر منور کو توڑ پھوڑ نہ کر سکا نہ ویران و برباد کر سکا۔ حد ہوگئی کہ نجدی حکمران ابن سعود وہابی کا جب حرمین شریفین پر غلبہ وتسلط ہوگیا تو اس ظالم نے جنۃ المعلیٰ اور جنت البقیع کے دونوں قبرستانوں کو توڑ پھوڑ کر ویران کر دیا اور صحابہ کرام واہل بیت عظام کی قبروں کو منہدم اور ان اکابر کی قبروں کو شہید کر کے مسمار کر دیا اور حرمین شریفین کے تمام مقابر کو تاخت وتاراج کر کے ان پر سڑکیں اور مکانات بنوا دیئے مگر اہل اللہ کا یہ کٹر دشمن بھی اپنی بے پناہ کوششوں کے باوجود روضہ انور اور قبر انور کو ہاتھ نہ لگا سکا۔ باوجودیکہ گنبد خضریٰ کی عظمت وشان دیکھ کر بدبخت جل بھن گیا۔ مگر اس مرکز ایمان اور اسلامی نشان کو صنم اکبر کہنے کے سوا یہ بدزبان اور کچھ نہ کر سکا اور الحمدللہ! کہ آج بھی گنبد خضریٰ کا جاہ وجلال اور قبر

www.waseemziyai.com

منور کا حسن و جمال اہل ایمان کی نگاہوں کو نور عرفان سے مالا مال اور بد باطنوں، بے ایمانوں کو رنج و ملال کی ٹھوکروں سے پامال کر رہا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

برادران ملت! ان حکایات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور تمام جہان والوں کے نیک و بد اعمال آپ کے پیش نظر ہیں اور آپ کو قبر شریف میں بھی اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے تصرفات کی طاقت و قدرت بخشی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی اپنی بارگاہ کے مجرموں کو سزا دلانے کے لئے ملک شام سے سلطان نورالدین کو طلب فرمایا اور کبھی خود ہی اپنی نگاہ قہر سے ملعونوں کو زندہ درگور فرما دیا کہ اس شبہ کا قلع قمع ہو جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دشمنوں کو دفع کرنے میں کسی کے محتاج ہیں۔

برادران ملت! یہ ایمان کی بات ہے کہ خداوند عالم نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تصرفات کی یہی عظیم قدرت عطا فرمائی ہے کہ آپ زمین کے اوپر ہوں یا قبر انور کے اندر ہر جگہ آپ کے ادنیٰ چشم ابرو کے اشارے سے زمین و آسمان کا نظام عالم درہم برہم ہو سکتا ہے۔ آپ اگر سلطان نورالدین یا کسی اور سے کوئی خدمت طلب فرمالیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ خود اس کام سے عاجز ہیں بلکہ اس کا مطلب یہی ہوگا کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی خداداد طاقت سے اس کام کو انجام دے سکتے تھے مگر یہ آپ کا کرم سلطانی ہے کہ اس خدمت سے اپنے کسی غلام کو سرفراز فرما دیا جس کی بدولت وہ غلام عزت دارین کی سلطنت کا تاجدار بن گیا حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی نقطہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

منت منہ کہ خدمت سلطانی ہمی کنی

منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

یعنی تم یہ احسان نہ جتاؤ کہ تم بادشاہ کی خدمت کرتے ہوئے تم بادشاہ کا احسان مانو کہ اس نے تم کو اپنی خدمت پر رکھ لیا ہے۔

پھر ان تینوں حکایت پر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ روم کے نصاریٰ مصر کے زنادقہ اور حلب کے روافض کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شیخین کے اجسام مبارکہ قبر کے اندر سلامت ہیں چنانچہ اپنے اسی اعتقاد کی بنا پر تو ان لوگوں نے قبر انور سے

ان مقدس جسموں کو نکال کر منتقل کرنے کی جدوجہد کی۔ یہ اس دور کے بدعقیدہ مسلمان کہلانے والوں کے لئے بڑی عبرت کا مقام ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضور اکرم ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے اور قبر انور ایک مٹی کے ڈھیر کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اہل انصاف فیصلہ کریں کہ یہ برائے نام مسلمان کہلانے والے اس معاملہ میں نصاریٰ اور روافض سے بھی گئے گزرے کہلائیں گے یا نہیں؟

مسلمانو! یہ قیامت صغریٰ نہیں تو اور کیا ہے کہ ایک نصرانی تو اس حدیث کی تصدیق کرتا ہے اور عقیدہ رکھتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیاء کے مقدس جسموں کو کھائے مگر ایک مدعی اسلام کھلم کھلا اس بدعقیدگی کا پرچار کرتا پھر رہا ہے کہ (معاذ اللہ) نبی مر کر مٹی میں مل گئے۔

بہر کیف حضور نبی اکرم ﷺ کے خداداد تصرفات اور حیاۃ النبی کا مسئلہ مسلمانان اہلسنّت کا وہ متفق علیہ اعتقادی مسئلہ ہے جس میں کسی اہل حق کا اختلاف نہیں۔ اس موضوع پر عزیز محترم مولانا ارشد القادری کے چند نعتیہ اشعار کس قدر روح پرور اور ایمان افروز ہیں:

جس سے تم روٹھو وہ برگشتۂ دنیا ہو جائے
جس کو تم چاہو وہ قطرہ ہو تو دریا ہو جائے

آنکھ اٹھا دو تو کڑی دھوپ میں ساون برسے
مسکرا دو تو اندھیرے میں اجالا ہو جائے

قہر سے دیکھو تو بجھ جائے چراغ ہستی
اور ہنس دو تو سڑی خاک بھی زندہ ہو جائے

ذرے ذرے میں اجالا ہے تمہارے رُخ کا
تم جو منہ پھیر لو عالم میں اندھیرا ہو جائے

یاد گیسوئے نبی صبح کو دے جلوۂ شام
بات عارض کی جو چھیڑوں تو سویرا ہو جائے

گستاخ کے سر پر پتھر

۹۱ ہجری میں اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے حکم سے مدینہ منورہ کے گورنر عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے قبر انور کے حجرہ کی دیواروں کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ دیوار گرتے ہی قبر انور نظر آنے لگی۔ ایک رومی معمار جو نصرانی تھا اس نے دیکھا

www.waseemziyai.com

کہ اس وقت مسجد میں کوئی مسلمان نہیں ہے اپنے نصرانی ساتھیوں سے کہا کہ "میں پیغمبر اسلام کی قبر پر پیشاب کروں گا۔" اس کے ساتھیوں نے اس کو اس ناپاک ارادہ سے ہر چند منع کیا مگر وہ ملعون نہیں مانا لیکن ابھی وہ اس ارادہ بد سے چلا ہی تھا کہ اوپر سے ایک پتھر اس کے سر پر گرا اور اس کا بھیجا پاش پاش ہو کر بکھر گیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر بہت سے نصرانی معمار اسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ (وفاالوفاء ج۲ ص۵۱۹)

تبصرہ: یہ خداوند کریم کی عادت کریمہ ہے کہ وہ اپنے دربار کے مجرموں کو کبھی کبھی سزا بھی دیتا ہے لیکن اکثر معاف فرما دیتا ہے مگر اپنے محبوبوں کی بارگاہ کے مجرموں کو اس قہار و جبار کی قہاری و جباری کبھی معاف نہیں فرماتی بلکہ ضرور ضرور عذاب میں مبتلا فرما دیتی ہے اس لئے جو لوگ اپنی بدعقیدگی یا جہالت سے انبیاء و اولیا کی قبروں کے بارے میں زبان درازی یا عملی بے ادبی کرتے ہیں انہیں ہوش میں آنا چاہئے کہ خدا کی پکڑ بڑی سخت ہے اور اس کا اپنا محبوبوں پر بڑا پیار ہے اور اپنے محبوب اور پیارے کی ہر چیز محبوب اور پیاری ہوتی ہے پھر خداوند تعالیٰ کے محبوب مطلق، نبی برحق حضور اکرم ﷺ کی قبر مکرم کا تو کیا کہنا؟ اللہ اکبر کیا خوب فرمایا اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو
کرسی سے اونچی کرسی اسی پاک گھر کی ہے

کربلا کی قبریں

خلیفۂ بغداد متوکل علی اللہ عباسی اہل بیت کا انتہائی دشمن اور پکا خارجی تھا۔ اس ظالم نے ۲۳۶ھ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے شہداء کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس قبروں کو توڑ پھوڑ کر شہید کرا دیا اور روضہ شریفہ کی تمام عمارتوں کو منہدم کرا کر کھیت بنا ڈالا اور کربلا کی زیارت سے لوگوں کو بالکل ہی روک دیا۔ یہاں تک کہ کربلا ایک ویران اور سنسان خوفناک صحرا بن گیا۔ اہل بغداد اور تمام دنیا اسلام کے مسلمان اس ظالمانہ حرکت پر انتہائی جوش اور طیش میں آ گئے لیکن ایک ظالم و جابر حکومت کا کون مقابلہ

www.waseemziyai.com

کرے۔ یہ ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ مسلمانوں نے اظہار بیزاری کے لئے گالیوں سے بھرا ہو اشتہار دیواروں اور مسجدوں پر لگانا شروع کر دیا اور شعراء نے حکومت کی ہجو میں بڑے بڑے لرزہ خیز اور رقت انگیز اشعار لکھے مگر اس ظالم پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ اس دردناک واقعہ کے بعد اس ظالم حکومت کے دور میں کیسے کیسے عبرتناک و ہولناک اور ہلاکت آفریں قدرتی نشانات عذاب الٰہی بن کر نازل ہوئے۔ ان کی کچھ تفصیل سنئے اور جذبہ تحیر اور جوش عبرت میں سر دھنیئے:

(۱) ۲۳۸ھ میں رومیوں نے اس سلطنت پر یلغار کر کے شہر سیاط کو لوٹ لیا اور قتل و غارت کا بازار گرم کر کے پورے شہر کو جلا ڈالا اور چھ سو عورتوں کو گرفتار کر کے سمندری راہ سے فرار ہو گئے۔

(۲) ۲۴۰ھ میں شہر اعلاط والوں نے آسمانی فضا سے ایک ایسی قیامت خیز گرج دار چیخ سنی اور بے شمار مخلوق خدا دہشت سے مر گئی اور عراق میں مرغی کے انڈے جتنے بڑے بڑے اولے پڑے اور بلاد مغرب کے تین گاؤں زمین میں دھنس گئے۔

(۳) ۲۴۱ھ میں آسمان سے ٹڈیوں کی طرح رات کے اکثر حصے میں ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے رہے اور اتنا بھیانک اور ڈراؤنا منظر نظر آنے لگا کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

(۴) ۲۴۲ھ میں اتنا زبردست زلزلہ آیا کہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ زمین پھٹ گئی اور بڑے بڑے غار بن گئے اور مصر کے گاؤں سویدار پر آسمان سے اتنے بڑے بڑے پتھروں کی سنگباری ہوئی کہ لوگوں نے ایک پتھر کا وزن کیا تو وہ دس رطل کا وزنی تھا اور یمن کا پہاڑ جس پر کھیتیاں تھیں اپنی جگہ سے چل کر بہت دور دوسرے کھیتوں میں چلا گیا اور اسی سال حلب میں ایک پرندہ نمودار ہوا جو گدھ سے کچھ چھوٹا تھا وہ دو دن چالیس چالیس مرتبہ بلند آواز سے اس طرح بولا "یا معشر الناس اتقوا اللہ اللہ اللہ" اس واقعہ کو پرچہ نویسوں نے پانچ سو انسانوں کی گواہی سے تحریر کر کے دربار خلافت میں بھیجا۔

www.waseemziyai.com

(۵) ۲۴۵ھ میں ایسا ہلاکت آفریں زلزلہ آیا کہ پوری سلطنت میں شہروں، قلعوں، پلوں کی تباہی سے سارا نظام سلطنت درہم برہم ہوگیا۔ اسی زلزلہ میں انطاکیہ کا ایک پہاڑ پھوٹ کر سمندر میں گر پڑا۔ آسمان سے دہشت انگیز اور خوفناک آوازیں آنے لگیں۔ مصر میں ایک ایسی دل دہلا دینے والی چیخ سنی گئی کہ دہشت سے لوگوں کے دل پھٹ گئے اور ہزاروں لاکھوں جاندار مخلوق فنا کے گھاٹ اتر گئی۔ مکہ مکرمہ کے تمام چشمے خشک ہوگئے چنانچہ متوکل نے ایک لاکھ دینار مکہ مکرمہ میں پانی کا انتظام کرنے کے لئے بھیجے۔

(۶) ۲۴۷ھ میں خود متوکل کے لڑکے منتصر باللہ نے سازش کرکے پانچ ترکوں کو آدھی رات میں متوکل کے خلوت خانہ میں بھیج دیا اور ان ترکوں نے متوکل اور اس کے وزیر ابن خاقان کو ٹھیک اس وقت جبکہ وہ دونوں خلوت خانے میں لہو ولعب کی مجلس گرم کرکے کیف ونشاط میں سرشار تھے قتل کردیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۳۲)

مسجد نبوی کیوں جل گئی؟

خلیفۂ بغداد مستعصم باللہ کے دور ۶۵۴ھ میں رمضان کی پہلی رات کو مسجد کی قندیلیں جلانے والے کی مشعل سے مسجد نبوی میں ایسی تباہ کن آگ لگ گئی کہ پوری مسجد اور مسجد کی زیب وزینت کا پورا سامان جل کر راکھ ہوگیا۔ اہل مدینہ نے جان توڑ کوشش کی کہ آگ بجھ جائے مگر انتہائی جدوجہد کے باوجود بھی آگ پر قابو نہیں پایا جاسکا۔

مسجد نبوی میں آتشزدگی سے عوام میں بڑا ہیجان پیدا ہوگیا اور طرح طرح کے شکوک و شبہات اور قسم قسم کی چہ میگوئیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تو شیخ ابراہیم محمد کنانی رئیس المؤذنین نے یہ انکشاف کرکے سب کو حیرت میں ڈال دیا کہ مسجد کی جلی ہوئی دیواروں پر جابجا یہ دو شعر قدرتی تحریروں میں لکھے ہوئے دیکھے گئے:

لَمْ يَحْتَرِقْ حَرَمُ النَّبِيِّ لِرِيبَةٍ ۔۔۔ يُخْشٰى عَلَيْهِ وَمَا بِهٖ مِنْ عَارٍ

لٰكِنَّهٗ اَيْدِي الرَّوَافِضِ لَا مَسَّتْ ۔۔۔ تِلْكَ الرُّسُوْمَ فَطُهِّرَتْ بِالنَّارِ

www.waseemziyai.com

''نبی ﷺ کا حرم کسی خوفناک حادثہ کی وجہ سے نہیں جلا ہے اور یہ کوئی شرمناک واقعہ بھی نہیں ہے چونکہ روافض کے ہاتھوں نے ان تمام نشانات کو چھودیا تھا اس لئے یہ سب چیزیں آگ کے ذریعے پاک کی گئی ہیں''۔

اور واقعہ یہ بھی تھا کہ ان دنوں مدینہ منورہ اور مسجد نبوی پر روافض کا پورا پورا غلبہ اور تسلط تھا چنانچہ شہر کا قاضی مسجد کے خطیب مسجد کے خدام وغیرہ سب کے سب روافض ہی تھے' یہاں تک کہ ابن فرحون کا بیان ہے کہ کوئی شخص اہلسنّت کی کتابوں کو مدینہ منورہ میں نہیں پڑھ سکتا تھا۔ (وفا الوفاص ۶۰۰)

تبصرہ: اس میں شک نہیں کہ جس طرح صالحین اور نیکوں کی برکت سے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اسی طرح بدعقیدہ اور بدعمل لوگوں کی نحوست سے قسم قسم کی بلائیں اور آفتیں آتی رہتی ہیں۔ اسی لئے بزرگان دین نے بدعقیدہ اور بدکار لوگوں کی صحبت سے انتہائی پرہیز رکھنے کا حکم دیا ہے۔ بزرگوں نے ایسے قافلوں کے ساتھ سفر کرنے اور ایسے محلوں میں مقیم رہنے سے انکار فرمادیا جس میں بدمذہب، بدعقیدہ اور بدکار لوگوں کا ساتھ ہو۔ ایسے قبرستانوں میں دفن کرنے سے بزرگوں نے سخت تنقید کے ساتھ منع فرمایا ہے' جہاں بدعقیدہ اور بدکار لوگوں کی قبریں ہوں حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ

دور باش و دور شو از یار بد
یار بد بدتر بود از مار بد

یعنی ''برے دوست سے دور ہو جاؤ اور ایسے لوگوں سے ہمیشہ دور رہو کیونکہ برا ساتھی برے سانپ سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے'' کیونکہ برا سانپ تو زیادہ سے زیادہ تمہاری جان لے لے گا مگر بدعقیدہ بدکار ساتھی تو تمہارا ایمان لے لے گا جو جان سے بھی زیادہ عزیز چیز ہے۔

بعض لوگ یوں کہا کرتے ہیں کہ ہم کو بدمذہبوں کی بداعتقادی سے کیا مطلب؟ ان کا عقیدہ ان کے ساتھ ہمارا عقیدہ ہمارے ساتھ مگر ایسے لوگ سخت دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں کون نہیں جانتا کہ جو شخص تنور یا بھٹی کے پاس بیٹھے گا وہ لاکھ کوشش کرے مگر اس کو آگ

www.waseemziyai.com

کی گرمی ضرور پہنچے گی۔ اسی طرح بدعقیدہ وبدکار کی صحبت ضرور اپنا اثر دکھائے گی۔ کچھ نہیں ہوگا تو ان لعنتوں اور بلاؤں میں سے ضرور کچھ حصہ پالے گا جو ان لوگوں پر ان کی نحوستوں کی وجہ سے اترتی رہتی ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

بھیڑیا اور بکری ایک ساتھ

موسیٰ بن الحسین کہتے ہیں کہ جس دن سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا دور شروع ہوا کرمان میں بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ ساتھ ایک چراگاہ میں چرنے لگے اور کبھی کسی بھیڑیئے نے کسی بکری پر حملہ نہیں کیا لیکن ایک رات بالکل ناگہاں ایک بھیڑیئے نے ایک بکری کو پھاڑ ڈالا تو ہم لوگوں نے آپس میں کہنا شروع کردیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوگیا چنانچہ جب لوگوں نے اس کی جستجو اور تحقیقات کی تو پتا چلا کہ اسی رات میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا وصال ہوا تھا جس رات بھیڑیئے نے بکری پر حملہ کیا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۶۲)

تبصرہ: یہ تجربہ ہے کہ بادشاہ اور حاکم جس قدر عادل ومنصف ہوں گے اسی قدر ملک مین امن وامان اور آرام وعافیت کا دور دورہ ہوگا اور اگر بادشاہ اور حکام بدنیت اور ظالم ہوں گے تو اس ملک میں ہر طرف ظلم ہی ظلم پھیلا ہوگا اور کسی کو آرام وعافیت کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوگا اور بادشاہوں اور حاکموں کے عدل کی برکتیں اور ظلم کی نحوستیں انسانوں ہی تک محدود نہیں رہتیں بلکہ حیوانات ونباتات میں بھی ان کے اثرات کا ظہور ہوتا ہے۔

ہیں جذب باہمی سے قائم نظارے سارے
پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں

ایک لقمہ کا ضرر

حضرت شریک محدّث دوسرے اپنے ہم عصر محدّثین کی طرح بڑے متقی اور دیندار تھے۔ بادشاہوں کی صحبت اور ملازمت سے انتہائی بیزار ومتنفر تھے لیکن ایک دن خلیفۂ بغداد مہدی عباسی نے آپ کو دربار میں بلا کر مجبور کردیا کہ آپ کو تین کاموں سے ایک کام کرنا ہی

www.waseemziyai.com

پڑے گا یا تو آپ قاضی کا عہدہ قبول کیجئے یا میرے شاہزادوں کو تعلیم دیجئے یا ایک لقمہ دستر خوان پر میرے ساتھ بیٹھ کر کھا لیجئے۔ حضرت شریک یہ خیال کر کے کہ قاضی بن جانے یا شہزادوں کا معلم ہو جانے کی بہ نسبت ایک لقمہ کھا لینا بہتر ہے چنانچہ آپ نے ان تینوں بلاؤں میں سے ایک لقمہ کھا لینا قبول فرما لیا۔ بادشاہ نے باورچی کو حکم دیا کہ شکر کی چاشنی میں مغزیات شامل کر کے قسم قسم کا کھانا تیار کرے۔ حضرت شریک محدّث جیسے ہی بادشاہ کے دستر خوان پر بیٹھے باورچی نے لوگوں سے یہ کہہ دیا کہ حضرت شریک ایک ایسے جال میں پھنس گئے ہیں جس سے یہ کبھی رہائی نہ پائیں گے چنانچہ بالکل ایسا ہی ہوا کہ حضرت شریک اس کے بعد شہزادوں کے معلم بن گئے اور پھر خلیفہ کے دباؤ سے قاضی کا عہدہ بھی قبول کر لیا۔ شاہی دستر خوان کا ایک ہی لقمہ ان کے لئے اس قدر مضر بن گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۱)

تبصرہ: حقیقت یہ ہے کہ امراء و سلاطین اور اغنیاء کے دستر خوانوں کی یہ خاص تاثیر ہے کہ جو ان لوگوں کے دستر خوانوں پر کھانے لگتا ہے وہ انہیں لوگوں کا گانے لگتا ہے لہٰذا متقی علماء کی خیریت اسی میں ہے کہ ان لوگوں کے لقموں سے پرہیز رکھیں۔ حدیث شریف کا یہ مضمون ہے کہ جو شخص کھیت کی میڈھ پر بکری چرائے گا یقیناً کبھی نہ کبھی اس کی بکری کھیت میں بھی چرنے لگے گی اس لئے جو یہ چاہتا ہو کہ اس کی بکری کھیت میں بھی چرے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ مینڈھ پر بھی بکری کو نہ چرنے دے بلکہ کھیت اور اس کی مینڈھ سے دور ہی اپنی بکریوں کو چرائے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ امراو سلاطین کی برائیوں سے بچا رہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ان لوگوں سے دور ہی دور رہے جو شخص یہ گمان کرے کہ ہم امراء و اغنیاء کے دستر خوان پر کھانا کھا لیں گے اور ان لوگوں کا نذرانہ لے لیں گے مگر ان لوگوں کی علتوں اور برائیوں سے بچے رہیں گے وہ سخت غلط فہمی کا شکار اور جہالت میں گرفتار ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کچھ لوگ یہ کہیں گے ہم امراء سے مل کر ان سے دنیا حاصل کر لیتے ہیں اور اپنے دین کو بچائے رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ مقولہ بالکل غلط ہے کیونکہ جس طرح کانٹے دار درخت سے کانٹے کے سوا کچھ نہیں چنا جا سکتا ہے اس طرح امراء کی صحبت سے

www.waseemziyai.com

برائیوں کے سوا کچھ بھی نہیں حاصل کیا جا سکتا۔ مثل مشہور ہے کہ کاجل کی کوٹھڑی میں کپڑے ضرور داغدار ہوں گے اور کوئلے کی دلالی میں ہاتھ ضرور کالے ہوں گے۔

جب حضرت شریک محدّث جیسے علم و عمل کے رستم اس دلدل میں پھنس گئے تو آج کل ہم جیسے ''چھیدی، بقرعیدی'' قسم کے ملا مولوی کس شمار میں اور کس قطار ہیں ؎

غارت گردیں ہے یہ زمانہ
ہے اس کی نہاد کافرانہ

قبر میں شاعری

امام عمر نسفی تفسیر تیسیر اور منظومہ فی الفقہ کے مصنف جو مدرس الثقلین کے لقب سے مشہور ہیں جن کی درسگاہ میں انسان اور جن دونوں تعلیم حاصل کرتے تھے ان کی وفات کے بعد ایک بزرگ خواب میں ان کی زیارت سے مشرف ہوئے تو دریافت کیا کہ منکر نکیر کے جواب میں آپ کا کیا حال رہا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب منکر نکیر میری قبر میں سوال کے لئے آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ تمہارے سوالوں کا جواب نثر میں دوں یا نظم میں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نظم میں۔ تو میں نے فوراً یہ دو شعر پڑھ دیئے۔

رَبِّیَ اللّٰہُ لَا اِلٰـهَ سِوَاہُ وَ نَبِیُّ مُحَمَّدٌ مُصْطَفَاہُ

میرا ربّ اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میرے نبی محمد ہیں جو خدا کے برگزیدہ ہیں

دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَ فِعْلِیْ ذَمِیْمٌ اَسْئَالَ اللّٰہِ عَفْوَہٗ وَ عَطَاہُ

میرا دین اسلام ہے اور میرا عمل برا ہے میں اللہ تعالیٰ سے اس کے عفو اور اس کی عطا کا سائل ہوں

یہ بزرگ خواب سے بیدار ہوئے تو یہ دونوں شعر ان کو یاد ہو گئے تھے۔

تبصرہ: قبر میں منکر نکیر کے سوال کا وقت درحقیقت میت کے لئے بہت ہی مشکل اور کٹھن امتحان کی گھڑی ہے مگر یہ سب کے لئے مشکل اور پریشان کن امتحان نہیں ہے اللہ

www.waseemziyai.com

والے جن کے سروں پر اللہ تعالیٰ نے لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ کا تاج پہنا کر انہیں امن وامان اور بے خوفی واطمینان کا سلطان بنا دیا ہے ان کے لئے منکر ونکیر کا سوال گویا تفریح خاطر کا ایک دلچسپ سامان ہے۔ ان خاصان خدا کے لئے قبر میں نہ خوف ہے نہ دہشت اور گھبراہٹ۔ خداوند قدوس نے اپنے برگزیدہ بندوں کو نفس مطمئنہ کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے اس لئے ان لوگوں کے لیے قبر میں حشر ونشر میں کہیں بھی بال برابر رنج و ملال کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا تو قبر کی تنہائی اور اس کی ظلمت و وحشت سے لرزہ براندام رہتی ہے مگر اللہ والے قبر کی انمول نعمتوں اور لذت بخش راحتوں کے تصور میں مگن ہو کر جلد سے جلد قبر کے جنتی باغ میں پہنچنے کی تمنائیں فرماتے رہتے ہیں۔ کفن کا لباس زیب تن فرما کر مسرت میں پھولے نہیں سماتے۔ حضرت مولانا آسی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ؎

آج کیوں پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
قبر کی رات ہے اس گل سے ملاقات کی رات

چنانچہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عالم ربانی عمر نسفی نے نہایت سکون واطمینان کے ساتھ اپنی قبر میں فی البدیہہ شاعری فرمائی اور نظم میں منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دیا۔ اب آپ ہی فیصلہ فرمائیے کہ کیا دہشت زدہ اور خوف و ہراس میں گھبرائے ہوئے حیران و پریشان انسان کو کہیں شعر وشاعری سوجھے گی؟

برادران ملت! اس سے معلوم ہوا کہ مرتے سب ہیں اور مرنے والے قبر میں دفن کیے جاتے ہیں مگر ہر میت اور ہر قبر یکساں اور برابر نہیں ہے۔ قبر کسی میت کے لئے دہشت وگھبراہٹ کا خوفناک مکان ہے اور کسی مردہ کے لئے جسمانی وروحانی راحتوں کا نشان اور دائمی مسرتوں کا سامان ہے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ یعنی کسی کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور کسی کی قبر جہنم کے گڑھوں سے ایک گڑھا۔ اللہ اکبر کہاں جنت کا باغ اور کہاں جہنم کا گڑھا؟ کون کہہ سکتا ہے کہ سب مردے یکساں اور سب قبریں برابر درجے کی ہیں؟

www.waseemziyai.com

یہی وجہ ہے کہ حضرات اہلسنّت قبرستان میں بزرگان دین کی قبروں پر پھول ڈال کر چادر چڑھا کر اظہار کرتے ہیں کہ قبرستان کی سب قبریں درجات ومراتب میں برابر نہیں جو لوگ اپنی بدعقیدگی یا جہالت کی وجہ سے تمام قبروں کو مٹی کا ڈھیر کہہ کر قبروں کی توہین و بے ادبی کرنے کو توحید کا نشان بنائے ہوئے ہیں خدا کرے انہیں ان احادیث اور حقیقت افروز واقعات کے نورانی مناروں سے کچھ روشنی مل جائے اور وہ جہالت کی بھول بھلیاں سے نکل کر حق نما معرفت وہدایت کی شاہراہ پر گامزن ہو جائیں ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ

برا ہیں نظر پیدا بڑی مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کر سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

حجاز کی آگ

۳ جمادی الاخرۃ ۶۵۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں ناگہاں ایک گھڑگھڑاہٹ کی آواز سنائی دینے لگی۔ پھر خوفناک زلزلہ آیا اور اس زلزلے کے جھٹکے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد دو دن تک محسوس کیے جاتے رہے۔ پھر اچانک قبیلہ قریظہ کے قریب سنگستان میں ایک ایسی خوفناک آگ نمودار ہوئی جس کے بلند شعلے مدینہ سے ایسے نظر آ رہے تھے گویا یہ آگ مدینہ منورہ کے گھروں میں لگی ہوئی ہے پھر یہ آگ بہتے ہوئے نالوں کی طرح سیلاب کی مانند بہتی ہوئی پھیلنے لگی اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ پہاڑیاں آگ بن کر بہتی چلی جا رہی ہیں اور پھر اس کے شعلے اتنے بلند ہو گئے کہ آگ کا ایک پہاڑ نظر آنے لگا اور آگ کے شرارے فضاؤں میں اڑنے لگے۔ یہاں تک کہ اس آگ کی روشنی مکہ مکرمہ سے نظر آنے لگی اور تمام اہل مدینہ اس ہولناک منظر سے گھبراہٹ اور دہشت کے عالم میں توبہ واستغفار کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کے پاس مجتمع ہو گئے اور ایک ماہ سے زیادہ عرصہ تک یہ آگ جلتی رہی اور پھر خود بخود بجھ گئی کہ اس کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہا۔

تبصرہ: حجاز مقدس کی اس آگ کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اس آگ کی خبر متواتر روایات سے ثابت ہے اور یہ وہی آگ ہے جس کے بارے میں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ:

''اس وقت تک قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ حجاز سے ایک ایسی آگ نکلے گی جس کی روشنی میں بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں نظر پڑیں گی۔'' (تاریخ الخلفاء ص ۳۲۴)

چنانچہ بہت سے لوگوں نے بصریٰ میں رات کو اسی آگ کی روشنی میں اونٹوں کی گردنوں کو دیکھ لیا۔ اس حکایت کا ایک ٹکڑا خاص طور پر قابل توجہ ہے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کو ملجا و ماویٰ سمجھ کر سب کے سب دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر توبہ و استغفار میں مشغول ہو گئے۔ کیوں نہ ہو کہ مدینہ منورہ کے علماء اور عوام کے پیش نظر قرآن مجید کا یہ فرمان تھا کہ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (نساء: ۶۴) یعنی اگر لوگ کوئی گناہ کر لیں تو انہیں چاہئے کہ اے محبوب وہ لوگ آپ کے دربار میں حاضر ہو کر خدا سے مغفرت کی دعا مانگیں اور رسول بھی ان کے لئے دعائے مغفرت فرمادیں تو یقیناً یہ گناہ گار لوگ اللہ کو بہت زیادہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا پائیں گے۔

الحمد للہ! کہ ہم سنی مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ اور عمل ہے کہ ہر گناہ سے توبہ و استغفار کے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اکرم کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں وسیلہ بنا کر ہم لوگ دربار رسول کی حاضری کا شرف حاصل کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرمان جَآءُوْكَ (لوگ رسول پاک کے پاس آئیں) پر عمل کر لیتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ توفیق فرما دیتا ہے تو مدینہ منور حاضر ہو کر بھی جاؤك کی شرط مغفرت کو پوری کر لیتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤك ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

بد ہیں مگر انہیں کے ہیں باغی نہیں ہم
نجدی نہ آئے اس کو یہ منزل خطر کی ہے

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

مانگیں گے مانگے جائینگے منہ مانگی پائینگے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

ماؤ شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

www.waseemziyai.com

لب واہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں　　　کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

آ کچھ سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضا

مشاق طبع لذتِ سوز جگر کی ہے

ملک الموت کی تحریر

مشہور حافظ حدیث اسلم کا بیان ہے کہ ایک رات مجھے یہ حدیث یاد آئی کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنا وصیت نامہ لکھ کر رکھ دے چنانچہ میں نے قلم دوات اٹھایا کہ وصیت نامہ تحریر کروں لیکن مجھ پر نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ میں سو گیا اور وصیت نامہ نہیں لکھ سکا۔ اچانک خواب میں مجھے یہ نظر آیا کہ ایک سفید پوش نہایت ہی خوبصورت بزرگ جن کے جسم سے خوشبو اڑ رہی تھی میرے مکان میں داخل ہو گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ملک الموت ہوں۔ یہ سن کر مارے ڈر کے لرزہ براندام ہو گیا تو انہوں نے مجھے تسلی دیتے ہوئے یہ فرمایا کہ تم بالکل نہ ڈرو۔ اس وقت میں تمہاری روح قبض کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ میں نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے یہ گزارش کی کہ آپ میرے لئے نجات کا ایک پروانہ ہی تحریر فرما دیجیے تو انہوں نے فرمایا کہ بہت اچھا قلم دوات اور کاغذ لاؤ چنانچہ وہی قلم دوات اور کاغذ میں سرہانے رکھ کر سو گیا تھا ان کے سامنے پیش کر دیا تو انہوں نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ پورے کاغذ پر نیچے اوپر تحریر فرما کر مجھے یہ کہہ کر عطا فرمایا کہ یہ تمہاری نجات کا پروانہ ہے۔ یہ خواب دیکھ کر میں گھبرایا ہوا بیدار ہوا اور فوراً ہی چراغ منگا کر میں نے دیکھا تو وہی کاغذ میرے سرہانے پڑا ہوا تھا اور اس کے دونوں طرف پورے کاغذ پر استغفر اللّٰہ لکھا ہوا تھا۔

(شرح الصدور ص ۱۷۸)

تبصرہ: بلاشبہ بزرگوں کا خواب سچا ہوتا ہے اور حضرت ملک الموت علیہ السلام کی تحریر میں اس طرف صاف صاف اشارہ ہے کہ توبہ و استغفار نجات کا پروانہ ہیں۔ اللّٰہ ہم سب کو ہر دم توبہ و استغفار کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

www.waseemziyai.com

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْهِ

اے مرے معبود حق اے کردگار
سارے عالم کا تو ہے پروردگار
ناز ہے اتنی سی نسبت پر مجھے
میں ہوں مجرم اور تو آمرزگار
بخش دے یاربّ خطائیں سب مری
تو ہے غفار اور میں عصیاں شعار
تیری رحمت پر بھروسہ ہے مجھے
فضل کا تیرے ہوں میں امیدوار
خاک پائے مصطفےٰ ہے اعظمی
حشر میں یا ربّ نہ ہو یہ شرمسار

سفید بالوں کا اعزاز

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ محمد بن صالح خواص نے قاضی یحییٰ بن اکثم کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ کہئے خداوند تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو قاضی یحییٰ نے جواب دیا کہ میں جب دربار خداوندی میں حاضر کیا گیا تو تین مرتبہ میرے مولا نے مجھ سے یہ فرمایا کہ

''اے بدکار بڈھے! اگر تیرے بال سفید نہ ہوتے تو میں تجھ کو جہنم میں جلا دیتا۔''

یہ سن کر میرا وہی حال ہوا جو ایک خطا کار غلام کا اپنے ناراض مولا کے سامنے ہوا کرتا ہے۔ خوف و دہشت سے میرے ہوش اڑ گئے لیکن جب میرے ہوش و حواس بجا ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار! تیرا یہ کلام تو دنیا میں کبھی کسی سے میں نے نہیں سنا تھا تو میرے ربّ نے باوجود یہ کہ اس کو سب کچھ علم ہے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تو نے دنیا میں کیا سنا تھا؟ تو میں نے اپنی سند سے یہ حدیث پڑھ دی کہ

''مجھ سے عبدالرزاق نے بیان کیا انہوں نے معمر بن راشد سے سنا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی انہوں نے انس سے روایت کی انہوں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا انہوں نے جبریل سے انہوں نے اے عظمت والے ربّ! تجھ سے روایت کی ہے کہ تو نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو میرا بندہ اسلام میں بوڑھا ہو گیا مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ میں اس کو

www.waseemziyai.com

جہنم میں عذاب دوں۔''

میری زبان سے میرے رب کریم نے یہ حدیث سن کر یہ ارشاد فرمایا:

''عبدالرزاق نے سچ کہا۔ معمر نے سچ کہا۔ زہری نے سچ کہا۔ انس نے سچ کہا۔ میرے نبی سچے ہیں۔ جبریل سچے ہیں بیشک میں نے یہی فرمایا ہے اے فرشتو! قاضی یحییٰ کو جنت میں لے جاؤ۔ (شرح الصدور ص ۱۱۸)

تبصرہ: کسی مسلمان کا اسلامی زندگی بسر کرتے ہوئے اتنی طویل عمر پا جانا کہ اس کے بال سفید ہو جائیں بلاشبہ یہ مومن کے لئے سرمایہ سعادت اور عظمت و وقار کا باعث ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سب سے پہلے جس شخص کا بال سفید ہوا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں چنانچہ انہوں نے اپنے چند بالوں کو سفید دیکھ کر باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار یہ کیا ہے؟ تو ارشاد ربانی ہوا کہ اے ابراہیم! یہ وقار ہے تو آپ نے یہ دعا مانگی رَبِّ زِدْنِیْ وَقَارًا اے میرے پروردگار تو میرے وقار کو بڑھا دے۔

جوانوں کو لازم ہے کہ بوڑھوں میں کوئی خاص کمال نہ ہونے کے باوجود بھی سفید بالوں کا اعزاز کرتے ہوئے ان کا اکرام و احترام کرتے رہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کو جو شخص کسی بوڑھے مسلمان کا اس کے بڑھاپے کی بنا پر اعزاز و احترام کرے گا تو اللہ تعالیٰ کچھ ایسے لوگوں کو پیدا فرما دے گا جو اس کے بڑھاپے کے وقت اس کا احترام و اکرام کریں گے۔

جو بوڑھوں کا اکرام کرتے رہو گے
رہو گے بڑھاپے میں تم بھی مکرم

استحضار علمی

خلیفہ دمشق عبدالملک بن مروان خلفاء بنوامیہ میں اسلامی علوم و فنون کا بہت ہی ماہر تھا چنانچہ

''ابوالزناد نے تو یہاں تک فرمایا کہ مدینہ کے فقہاء چار ہیں: سعید بن مسیّب۔ عروہ بن زبیر۔ قبیصہ بن ذویب۔ عبدالملک بن مروان۔ سلفی نے طوریات میں بیان کیا ہے کہ

www.waseemziyai.com

ایک مرتبہ ایک عورت خلیفہ عبدالملک بن مروان کے سامنے حاضر ہوئی اور یہ کہا کہ اے امیر المؤمنین! میرے بھائی کا انتقال ہوگیا اور اس نے چھ سو دینار مال چھوڑا۔ لوگوں نے اس میں سے مجھے صرف ایک دینار دیا ہے اور کہتے ہیں کہ میراث میں اتنا ہی تیرا حق ہے۔ اے امیر المؤمنین! میرا کتنا حق ہوتا ہے میرا پورا حق مجھے دلا دیجئے۔ عبدالملک یہ سن کر چکرا گیا اور فوراً حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر دریافت کیا تو انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ امیر المؤمنین! اس عورت کا حق واقعی ایک ہی دینار ہوتا ہے اس کے بھائی نے اپنے وارثوں میں دو لڑکیاں چھوڑی ہوں گی تو دو ثلث یعنی چار سو دینار تو دونوں لڑکیوں کا ہوگیا اور اس کی ماں بھی وارث ہوگی تو ایک سدس یعنی ایک سو دینار اس کا حصہ ہوگیا اور بیوی بھی وارث ہوگی تو پچھتر دینار اس کو مل گیا اور بارہ بھائی ہوں گے تو دو دو دینار ہر ایک بھائی کو عصبہ ہونے کی بنا پر ملیں گے اور ایک دینار اس کو ملے گا۔ عورت نے اس کی تصدیق کی کہ واقعی میرے بھائی کے وارثوں کی فہرست یہی ہے اور وہ مطمئن ہو کر چلی گئی اور خلیفہ عبدالملک حضرت امام شعبی کے اس استحضار علمی پر حیران رہ گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۴)

تبصرہ: اس قدر علمی یادداشت اور علوم وفنون پر قدرت بلاشبہ عجائبات میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ علماء سلف میں تو اس کی بہت سی مثالیں ملیں گی چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے اپنی تاریخ الخلفاء کے ص ۲۱۹ پر تحریر فرمایا ہے کہ بالکل یہی صورت مسئلہ ایک مرتبہ خلیفہ بغداد مامون رشید کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے بھی اسی طرح جواب دیا مگر آج کل قحط الرجال کے دور میں تو اس قسم کی مثالیں نوادرات ہی شمار کی جائیں گی۔ کیونکہ عام طور پر آج کل بزرگوں کی خانقاہوں اور اساتذہ کی درسگاہوں میں ایسے ہی لوگ بیٹھے ہیں جنہیں دیکھ کر ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر یاد آجاتا ہے کہ ؎

آئی ہے وراثت میں انہیں پیر کی گدی
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

لیکن بہرحال یہ دور بھی غنیمت ہی ہے طلبہ کی بدشوقی اور علوم اسلامیہ کا انحطاط کا عالم دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ شاید نصف صدی گزرنے کے بعد یہ حال ہوجائے گا کہ

www.waseemziyai.com

''علماء در گور علم در کتاب''

مگر یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا محافظ ہے اس لئے وہ ضرور ہر دور میں ایسے خوش نصیبوں کو پیدا فرماتا رہے گا جو اس کے حبیب ﷺ کے علم نبوت کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ ان لوگوں کی تعداد کم ہوتی جائے گی۔

نہیں مایوس اقبال اپنی کشتِ ویران سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

خلیفہ سلیمان کی خوراک

خلفاء بنو امیہ میں سلیمان بن عبدالملک بڑی شان وشوکت کا سلطان ہو گزرا ہے۔ جلد اول میں اس کی چند حکایات بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس کی خصوصیات میں سے یہ بات بھی عجائبات میں سے ہے کہ یہ بہت ہی کثیر خوراک والا تھا چنانچہ منقول ہے کہ ایک نشست میں یہ چھ مرغیاں، ایک بکرا، ستر انار تقریباً چھ کلو کشمش کھا کر اٹھا۔ نہایت ہی تندرست، خوشرو اور خوب صورت جوان تھا۔ یحیٰی غسانی کا بیان ہے کہ ایک دن سلیمان بن عبدالملک نے آئینہ میں اپنا حسین وجمیل چہرہ دیکھا تو یہ کہا کہ حضرت محمد ﷺ خدا کے نبی ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق تھے اور حضرت عمر فاروق تھے اور حضرت عثمان حیادار تھے۔ اور حضرت معاویہ حلیم تھے اور عبدالملک سیاسی تھے اور ولید بن عبدالملک میرا بھائی ظالم تھا اور میں بادشاہ شباب ہوں۔

اس کلام کے بعد ایک مہینہ بھی نہیں گزرا کہ ۱۰ صفر بروز جمعہ ۹۹ ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

اس میں شک نہیں کہ سلیمان بہت ہی کثیر مقدار میں کھانے والا نہایت ہی پیٹو انسان تھا لیکن اس کے شاندار اصلاحی کارنامے بلاشبہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس کے بارے میں فرمایا کہ کان من خیار ملوك بنی امیه یعنی یہ شخص بنو امیہ کے بادشاہوں میں سے ایک نہایت ہی اچھا بادشاہ تھا۔ فصاحت و

www.waseemziyai.com

بلاغت میں ممتاز اور عدل میں یکتا۔ پابند شرع اور جہاد فی سبیل اللہ کا شیدائی تھا۔ اسی طرح اولیاء و محدثین کے سرگردہ حضرت محمد بن سیرین اسی سلیمان بن عبدالملک کے لئے اس طرح دعا فرمایا کرتے تھے کہ

''اللہ تعالیٰ سلیمان بن عبدالملک پر اپنی رحمت نازل فرمائے اس نے اپنی خلافت کا افتتاح اس طرح کیا کہ پوری سلطنت میں ہر نماز کو اول وقت میں ادا کرنے کا اہتمام کیا اور اپنی خلافت کا خاتمہ اس طرح کیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنا جانشین بنا کر دنیا سے رخصت ہوا۔''

تبصرہ: سلیمان بن عبدالملک کی خوش پوشاکی اور کثیر خوراک کے باوجود جلیل القدر اماموں کا اس کی مدح وثنا کے ساتھ اس کے لئے دعا کرنا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ محض کم خوراکی اور پھٹے پرانے کپڑوں پر تقویٰ و بزرگی کا دارومدار نہیں ہے۔ قلیل غذا، سادہ لباس اگرچہ عام طور پر بزرگوں کا طریقہ رہا ہے مگر یہ پرہیزگاری اور تقویٰ شعاری کا کوئی خاص معیار نہیں ہے بلکہ لذیذ و کثیر غذا کھا کر اور نفیس پوشاک پہن کر بھی اگر کوئی شخص تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی بسر کرے اور شریعت مطہرہ کی پابندی اور خدا کی عبادت کرے تو بلاشبہ یہ شخص بھی متقی و پرہیزگار اور محمود خلائق و محبوب پروردگار سمجھا جائے گا چنانچہ بہت سے اولیاء اللہ مثلاً حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی رضی اللہ عنہ جن کی بزرگی پر تمام امت کا اجماع ہے عام مورخین کا ان کے بارے میں یہی بیان ہے کہ یہ شاہانہ خوراک و پوشاک والے تھے اطلس و زربفت کے خیموں میں کمخواب کا فرش بچھا کر اور مسند لگا کر شاہانہ کروفر کے ساتھ نشست فرمایا کرتے تھے اور سفر میں آپ کے جلوس کے ساتھ آپ کے جھنڈے کے نیچے بہت سے سلاطین و امراء دست بستہ پاپیادہ چلتے تھے چنانچہ مولانا جامی علیہ الرحمہ نے ان ہی حقائق کی طرف لطیف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ؂

چہ فقر اندر لباس شاہی آمد
بہ تدبیر عبید اللّٰہی آمد

یعنی جب درویشی شاہی کے لباس میں آئی تو حضرت عبیداللہ احرار کی تدبیر سے آئی۔

www.waseemziyai.com

بہرحال عوام کا جو آجکل نظریہ ہو گیا ہے کہ فلاں شخص بہت بزرگ ہیں کیونکہ وہ صرف جنگلی درختوں کے پتے کھاتے ہیں اور ٹاٹ کا لباس پہنتے ہیں۔ زمین پر بلا بستر کے سوتے ہیں۔ یہ نظریہ سراسر جاہلانہ ہے لباس اور غذا بزرگی کا کوئی معیار نہیں بلکہ درحقیقت بزرگی کا دارومدار تقویٰ، اتباع شریعت ہے۔ ایک خوش خوراک وخوش پوشاک مسلمان بھی اگر وہ متقی و پرہیز گار اللہ و رسول کا فرمانبردار اور اپنے پروردگار کا عبادت گزار ہے تو بلاشبہ وہ بزرگ اور خدا کا برگزیدہ بندہ ہے اور یقیناً وہ اس قابل ہے اگر خداوند قدوس اپنا فضل فرمائے تو اس کو ولایت وکرامت کا تاجدار بنا دے۔

فارسی کی مشہور کہاوت ہے کہ درعمل کوش ہرچہ خواہی پوش، یعنی عمل میں کوشش کرو اور جو لباس چاہو پہنو! حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس بارے میں کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ ؎

ولقت بچہ کار اید و تسبیح و مرقع خودراز عمل ہائے نکو ہیدہ بری دار
حاجت بہ کلاہ برکی واشتنت نیست درویش صفت باش وکلاہ تری دار

یعنی کفن، تسبیح اور گدڑی تمہارے کیا کام آئے گی تم برے اعمال سے اپنے کو بچائے رکھو۔ کلاہ برکی پہننے کی تم کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم درویشوں کی صفت اپنے اندر پیدا کرلو اور کلاہ تتری (سپاہیوں کی ٹوپی) پہنو۔

کیوں؟ اس کے لئے بزرگی کا معیار اور ولایت کا دارومدار لباس وخوراک نہیں بلکہ ایمان کامل اور اعمال صالحہ کے ساتھ تقویٰ و پرہیز گاری یہ درحقیقت ولایت و بزرگی کی عمارت کے بنیادی پتھر ہیں جن پر ولایتوں اور کرامتوں کے فلک بوس محلات قائم ہیں۔ کیا خوب فرمایا کسی حقیقت شناس نے ؎

توحید کا پیغام نہ ہندی نہ عراقی اسلام کے نقشہ میں نہ قندھار نہ جمرود
جب تک کہ ابراہیم کی فطرت نہ ہو پیدا وجدان بھی آذر ہے تخیل بھی ہے نمرود

ایمان کے سائے میں خطائیں بھی ہیں مقبول
بے جذب یقین نیکی اعمال بھی مردود

www.waseemziyai.com

مامون رشید کا دستر خوان

بادشاہ بغداد مامون رشید کا دستر خوان بھی درحقیقت عجائبات میں شمار کرنے کے قابل ہے مشہور عالم محمد بن حفص انماطی کا بیان ہے کہ عید کے دن ہم لوگ دوپہر کے کھانے میں مدعو ہو گئے تو تین سو سے زائد قسم کے کھانے دستر خوان پر رکھے گئے جو کھانا دستر خوان پر رکھا جاتا مامون رشید اس کو دیکھ کر یہ کہتا کہ یہ کھانا فلاں فلاں امراض کے لئے مفید اور فلاں فلاں بیماریوں کے لئے مضر ہے۔ بلغمی مزاج والے اس کو نہ کھائیں۔ صفراوی مزاج والے اس کو ضرور کھائیں۔ سوداوی مزاج والوں کو اس سے احتیاط بہتر ہے۔ غرض ہر کھانے کے بارے میں اس کے فوائد و نقصانات پر سیر حاصل گفتگو کرتا۔ یہاں تک کہ مامون رشید کی اس وسعت معلومات کو دیکھ کر قاضی یحییٰ بن اکثم یہ کہنے لگے اے امیر المؤمنین! آپ جب علم طب میں بحث کرتے ہیں تو اپنے وقت کے جالینوس معلوم ہوتے ہیں اور علم نجوم میں آپ پر ہرمس کا گمان ہوتا ہے۔ بات کی صداقت میں دیکھئے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شان کی یاد آجاتی ہے فقہی معلومات میں مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فقاہت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ سخاوت میں حاتم طائی اور ایفاء وعدہ میں سموئل بن عادیا نظر آتے ہیں۔ یہ سن کر مامون رشید نے کہا کہ قاضی صاحب! تمام جاندار مخلوقات میں انسان اشرف المخلوقات اسی لئے تو ہے کہ وہ جوہر عقل کی دولت سے مالا مال ہے ورنہ انسان کے گوشت و خون اور دوسرے جانوروں کے خون اور گوشت میں کیا فرق ہے؟ (تاریخ الخلفا ص ۲۱۹)

تبصرہ: اس حکایت سے جہاں مامون رشید کی کھانوں کے معاملہ میں وسیع معلومات کا پتا چلتا ہے وہاں اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ خلفاء بنو عباس کے دور میں خوراک کا معیار کتنا بلند تھا اور باورچیوں کا فن کس قدر ترقی کر چکا تھا کہ ایک دستر خوان پر بیک وقت تین سو قسموں سے زائد اقسام کے کھانے پیش کیے گئے۔ پھر اس حکایت سے یہ حقیقت بھی آفتاب بن کر نمودار ہو جاتی ہے کہ سلاطین اسلام کو طبقۂ علماء سے کتنی عقیدت تھی کہ وہ عید وغیرہ تہواروں کے موقعوں پر علماء کو اپنے دستر خوانوں پر مدعو کر کے ان کی میزبانی کرنے کو

www.waseemziyai.com

اپنے لئے سرمایۂ عزت وسامان آخرت تصور کرتے تھے اور علماء کرام کے اعزاز اور خدمت گزاری کو خدا اور رسول کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

مگر آج کل جبکہ مسلمانوں کے اقبال کا سورج بالکل غروب ہو چکا ہے۔ مسلمان امراء کا یہ حال کہ تہواروں اور شادیوں کے موقع پر علماء کی دعوتوں کا انہیں خیال نہیں آتا بلکہ علماء کی موجودگی کو یہ لوگ نحوست سمجھتے ہیں۔ ہاں جب سوئم یا چہلم میں میت کے ایصال ثواب کا کھانا پکاتے ہیں تو اس وقت فقیروں کے ساتھ مولویوں کو بھی دعوت دیتے ہیں اور اگر کوئی غیرت مند مولوی میت کے کھانوں سے اظہار معذرت کرتا ہے تو سیٹھ صاحبان گرجتے ہیں کہ دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ مولانا نے ہماری دعوت کیوں نہیں قبول کی؟ غریب مولویوں کو پچاس صلواتیں سنانے لگتے ہیں لیکن خوشی کی دعوتوں میں جب یہ سیٹھ صاحبان لیڈروں، پلیڈروں، ایکٹروں، ایکٹرسوں کو موٹروں پر اعزاز کے ساتھ بلا کر بلا تکلف کھانے کھلاتے ہیں اور اس وقت یہ مسئلہ بھول جاتے ہیں اور انہیں ذرا بھی توفیق نہیں ہوتی کہ علماء کرام کو مدعو کریں اور پھر دیکھیں کہ علماء پابند سنت ہیں یا تارک سنت؟

افسوس! مسلمانوں کی ذہنیتوں میں کتنا بڑا انقلاب عظیم ہوگیا۔ گانے بجانے اور ناچنے کا رواج ہر دور میں رہا مگر تاریخ میں اس کا کہیں پتا نہیں چلتا کہ ناچنے گانے والوں کو کبھی عزت کی نظر سے دیکھا گیا ہو بلکہ گانا بجانا سننے والوں کی نظر میں بھی یہ پیشہ کرنے والے ذلیل وحقیر ہی شمار کیے جاتے رہے ہیں اور شرفاء نے کبھی اس بات کو گوارا نہیں کیا کہ کسی طوائف کو عزت کے ساتھ اپنے دسترخوان پر بلایا ہو یا اپنے برابر بٹھایا ہو مگر آج مسلمانوں کا یہ ذوق ہوگیا ہے کہ سینما میں گانے اور ناچنے والے ایکٹروں کا اتنا اعزاز و اکرام کیا جاتا ہے کہ محفلوں میں ان کی شرکت کو باعث افتخار سمجھا جاتا ہے۔ افسوس! تف ہے مسلمانوں کی اس غلامانہ ذہنیت پر۔ سچ کہا ہے شاعر مشرق نے کہ ؎

تھا جو نا خوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتے ہیں قوموں کے ضمیر

www.waseemziyai.com

ابوجہل کی پیاس

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اوسط'' میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں بدر کی اطراف میں چل رہا تھا تو بالکل اچانک گڑھے میں سے ایک شخص نکلا جس کی گردن میں زنجیر بندھی تھی اس نے مجھے پکارا کہ اے عبداللہ! مجھے پانی پلا دے پھر اسی گڑھے سے ایک اور شخص نکلا جس کے ہاتھ میں کوڑا تھا اور اس نے مجھ سے کہا اے عبداللہ! اس کو پانی مت پلانا یہ کافر ہے یہ کہہ کر اس کو کوڑا مارا تو وہ شخص پھر اسی گڑھے میں چلا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ میں آ کر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس شخص کو دیکھ لیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں تو فرمایا کہ یہ شخص خدا کا دشمن ابوجہل تھا۔ قیامت تک بدر کے گڑھے میں اسی طرح عذاب میں گرفتار رہے گا۔ (شرح الصدور ص ۷۶)

آدھا سر آدھی داڑھی سفید

امام مکحول رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا جس کے سر کا ایک طرف کے آدھے بال اور آدھی داڑھی سفید اور دوسری طرف کا آدھا سر اور آدھی داڑھی سیاہ تھی۔ امیر المؤمنین نے اس کا سبب دریافت فرمایا تو اس نے بتایا کہ میں رات کو ایک قبرستان میں گیا تو دیکھا کہ ایک آدمی ایک آدمی کے پیچھے کوڑا ہاتھ میں لئے دوڑ رہا ہے اور جب اس کو پالیتا ہے تو کوڑا مارتا ہے اور کوڑا مارتے ہی اس شخص کا بدن سر سے قدم تک جل کر شعلہ مارنے لگتا ہے۔ میں جب اس کے قریب پہنچا تو وہ ایک دم دوڑ کر مجھ سے چمٹ گیا اور کہا کہ اے اللہ کے بندے! مجھے بچا۔ پھر کوڑا مارنے والے نے کہا اے اللہ کے بندے! تو اس کی فریاد رسی مت کر یہ کافر ہے۔ اس شخص کے میرے بدن سے چمٹ جانے کا یہ اثر ہوا کہ جس طرف اس کا بدن میرے بدن سے چھو گیا اس طرف کا میرا آدھا سر اور آدھی داڑھی سفید ہو گئی۔ یہ سن کر امیر المؤمنین نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکیلے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (شرح الصدور ص ۷۴)

www.waseemziyai.com

اچانک چار انگلی غائب

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''عیون الحکایات'' میں اپنی سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ ایک شخص جب اپنے بھائی کو قبر میں دفن کر چکا تو قبر سے اوہ کی آواز آئی۔ بھائی کی محبت نے جوش مارا، قبر کھود کر دیکھنے کا ارادہ کیا تو ایک غیبی آواز آئی کہ قبر مت کھول۔ یہ شخص رک گیا مگر جب دوسری اور تیسری مرتبہ قبر کے اندر سے اوہ کی آواز آئی تو پھر اس سے صبر نہ ہو سکا اور اس نے قبر کی مٹی کو ہٹا کر کھول دیا تو یہ دیکھا کہ لاش آگ کا طوق پہنے ہے اور پوری قبر میں آگ کے شعلے ہیں۔ اس شخص نے جھٹ طوق پر ہاتھ ڈالا کہ میت کے گلے میں سے اس کو جدا کر دے۔ ہاتھ پڑتے ہی ہاتھ کی چار انگلیاں ایک دم اچانک ہاتھ سے غائب ہو گئیں۔ اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے اس واقعہ کو محدّث شام امام اوزاعی سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہودی نصرانی اور دوسرے کفار بھی مرتے ہیں مگر ان کی قبروں میں ایسا معاملہ نہیں دیکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک موحد کی قبر میں تم لوگوں کو یہ منظر دکھا دیا تاکہ تم لوگ عبرت پکڑو۔ (شرح الصدور ص ۷۴)

ایک قاتل کی قبر کا منظر

صدقہ بن خالد نے دمشق کے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حج کے سفر میں ہمارا ایک ساتھی مر گیا ہم نے کدال سے اس کی قبر کھودی اور اس کو دفن کر دیا مگر غلطی سے کدال قبر میں رہ گئی ہم نے کدال نکالنے کے لئے مٹی ہٹا کر اس کی قبر کو کھولا۔ نظر یہ آیا کہ اس میت کی گردن اور ہاتھ پاؤں کدال سے جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر ہم لوگوں نے جلدی سے قبر کو بند کر دیا اور کدال والوں کو قیمت دے کر راضی کر لیا۔ جب ہم حج سے واپس ہوئے تو اس کی بیوی سے اس کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میرے شوہر کے ساتھ ایک امیر آدمی رہتا تھا۔ میرے شوہر نے اس کو قتل کر کے اس کا سارا مال لے لیا تھا اور میرا شوہر ہمیشہ حج بھی کرتا تھا اور جہاد کے لئے بھی جایا کرتا تھا۔ (شرح الصدور ص ۷۴)

www.waseemziyai.com

بدن آدمی کا سر گدھے کا

اصبہانی نے اپنی کتاب ترغیب میں عوام بن حوشب سے روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ ایک قبیلے کے قبرستان میں گیا تو میں نے دیکھا کہ عصر کے بعد ایک قبر پھٹی اور اس میں سے ایک آدمی نکلا جس کا بدن آدمی جیسا اور سر گدھے جیسا تھا۔ وہ دو تین مرتبہ گدھے کی بولی بولا اور پھر قبر میں چلا گیا۔ قبر بند ہوگئی۔ عوام بن حوشب کہتے ہیں کہ جب میں نے لوگوں سے اس کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ شخص شرابی تھا اور جب اس کی ماں اس کو خوف خدا سے ڈراتی تھی تو یہ بدنصیب اپنی ماں کو یہ جواب دیتا کہ تو خالی گدھے کی طرح بولتی رہتی ہے۔ عصر کے بعد اس شخص کا انتقال ہوا تو روزانہ عصر کے وقت قبر پھٹ جاتی ہے اور یہ سر نکال کر تین مرتبہ گدھے کی بولی بول کر پھر قبر میں چلا جاتا ہے اور قبر بند ہو جاتی ہے۔ (شرح الصدور ص ۷۲)

تبصرہ: ان واقعات میں عذاب قبر کی ہولناکیوں سے ہر مومن کے لئے عبرت کا سامان ہے۔ عذاب قبر حق ہے اور ہر مومن کو اس کی فکر لازم ہے۔ قبر میں اعمال صالحہ کے سوا کوئی رفیق نہیں ہوگا۔ یہ بڑی کٹھن منزل ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی کے قبر کے پاس کھڑے ہوتے تھے۔ اس قدر روتے تھے کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہو جاتی تھی۔ لوگوں نے کہا آپ جنت اور دوزخ کے ذکر سے اتنا نہیں روتے جتنا قبر کے پاس روتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ پہلی منزل ہے اگر یہ آسان ہوگئی تو ان کے آگے آسانی ہی آسانی ہے۔ اور اگر یہ منزل دشوار ہوگئی تو اس کے آگے تمام منزلیں دشوار تر ہوتی جائیں گے۔ اللہ اکبر۔ سچ فرمایا مولانا علمی نے

واسطے حق کے نہ ایسی راہ چل — قبر میں جس سے ہو تجھ کو کچھ خلل
قبر میں جانے کی بھی کچھ فکر کر — اونچے اونچے یاں تو بنوائے محل
روشنیٔ قبر کا سامان کر
ہیں یہاں بیکار سب شمع و کنول

مجاہدات

جوشِ جہاد کا مزا جذبۂ حق سے پوچھئے
گویا ہلالِ عید ہے معرکۂ ''مجاہدات''

www.waseemziyai.com

www.waseemziyai.com

پانچ مرتبہ گردن پرتلوار

شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری کا شمار ان علماء حق کی فہرست میں ہے جو خوارج ومعتزلہ بد مذہبوں کے مقابلہ میں شمشیر برہنہ تھے اور اہل سنت کی طرف سے ہمیشہ ان گمراہ قوتوں کا کھلم کھلا رد کرتے تھے۔ بد مذہبوں میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ ان کے حقانی دلائل قاہرہ کا مقابلہ کرتے اس لئے تمام گمراہ فرقوں والے ہمیشہ ان کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ان کو ان کے وطن بلخ سے شہر بدر کرا دیا اور ایک مرتبہ تو بد مذہبوں نے ان کے خلاف یہاں تک سازش کی کہ جب سلطان الپ ارسلان ہرات میں آئے تو اس شہر کے بد مذہب اور شیخ الاسلام کے حاسدین ایک ٹولی بنا کر شیخ الاسلام کے مکان پر آئے اور کہا کہ ہم لوگ سلطان الپ ارسلاں کے سلام کے لئے جارہے تھے تو خیال ہوا کہ پہلے آپ کو سلام کرلیں۔ شیخ الاسلام مکان کے اندر تشریف لے گئے تو ان ظالموں نے آپ کے مصلیٰ کے نیچے تانبے کی ایک مورتی رکھ دی اور پھر ان لوگوں نے جا کر سلطان الپ ارسان کے دربار میں فریاد کی کہ شیخ الاسلام فرقہ مجسمہ سے تعلق رکھتے ہیں چنانچہ وہ تانبے کا ایک بت بنا کر کہتے ہیں کہ خدا اسی شکل کا ہے اور وہ مصلیٰ پر بت کو آگے رکھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر ابھی ابھی سلطان کسی معتمد شخص کو بھیج کر شیخ الاسلام کے مصلیٰ کی تلاشی لیں تو وہ مورتی مل جائے گی۔ سلطان نے اس خبر سے حیران ہو کر فوراً ایک شخص کو شیخ الاسلام کے مکان کی تلاشی کے لئے بھیجا تو واقعی مصلیٰ کے نیچے تانبے کی مورتی برآمد ہوگئی۔ سلطان نے غضبناک ہو کر شیخ الاسلام کو دربار میں طلب کیا اور مورتی دکھا کر پوچھا کہ بتائیے یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تانبے کی مورتی ہے بچوں کے کھیلنے کی گڑیا جیسی ہے۔ سلطان نے کہا کہ یہ میں نہیں پوچھتا۔ آپ نے فرمایا پھر آپ مجھ سے کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟ سلطان نے غضب بھرے لہجہ میں کہا یہ علماء کہتے ہیں کہ یہ اس مورتی کی عبادت کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام نے جلال میں آکر بلند آواز سے فرمایا کہ

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ خدا پاک ہے یہ میرے اوپر بہت بڑی تہمت ہے شیخ الاسلام کا نورانی چہرہ پُرجلال حقانی آواز مجاہدانہ تیور دیکھ کر سلطان تاڑ گیا کہ یہ فتنہ پرداز مولویوں کا افترا اور دسیسہ کاری ہے۔ چنانچہ سلطان نے انتہائی اعزاز واکرام کے ساتھ آپ کو دربار سے رخصت کر دیا اور دسیسہ کار مولویوں کو دھمکی دی کہ اگر تم لوگوں نے سچی بات کا اقرار نہیں کیا تو تمہاری خیر نہیں۔ سلطان کا غضب ناک تیور دیکھ کر دسیسہ کار افترا پرداز مولویوں کے ہوش اڑ گئے اور خوف و دہشت سے کانپنے لگے ان مجرموں نے اقرار کر لیا کہ شیخ الاسلام کے مصلے کے نیچے مورتی ہم لوگوں ہی نے رکھی تھی۔ سلطان نے ان مولویوں پر جرمانہ کر کے نہایت ذلت وحقارت کے ساتھ ان مفتریوں کو دربار سے نکلوا دیا۔ الغرض ہمیشہ شیخ الاسلام کے ساتھ ایسی سازشیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ پانچ مرتبہ ایسا موقع آ گیا کہ ان دشمنوں کی مکاری وعیاری سے شیخ الاسلام کی گردن پر تلوار رکھ کر یہ کہا گیا کہ آپ گمراہ فرقوں کو رد نہ کریں ورنہ آپ کی گردن اسی تلوار سے ماردی جائے گی۔ ہر مرتبہ اس حق گو حق پرست عالم نے یہی فرمایا کہ جب تک میرے جسم میں خون کا ایک قطرہ اور زندگی کی ایک سانس باقی ہے میں ہمیشہ حق کو حق اور باطل کو باطل کہتا رہوں گا اور اپنے حقانی دلائل سے باطل کی دھجیاں اڑاتا رہوں گا۔ خدا کی شان کہ ہر مرتبہ امداد غیبی اور نصرت خداوندی سے آپ کی جان بچتی رہی۔ یہاں تک کہ ذوالحجہ ۴۸۱ھ میں یہ پیکر استقامت تمام سُنّیوں کو داغ مفارقت دے کر خداوند قدوس کے جوار رحمت میں پہنچ گیا۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۶۰)

تبصرہ: علماء حق کی یہ استقامت یقیناً دور حاضر کے مصلحت اندیش اور صلح کلی سیاست پرستوں کے لئے ایک تازیانۂ عبرت ہے۔ جلاد گردن پر تلوار رکھ کر صرف یہ کہلانا چاہتا ہے کہ باطل کو باطل کہنا چھوڑ دو۔ اس خوفناک ماحول میں شاید رستم بھی ہوتا تو اس کے قدم ڈگمگا جاتے۔ شیر بھی ہوتا تو شاید لرزہ براندام ہو کر سر جھکا لیتا مگر واہ رے حقانی علماء کا یہ جوش مجاہدہ اور جذبۂ جہاد کہ اس خوفناک اور خطرناک ماحول میں بھی ذرا برابر ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں ہوئی بلکہ استقامت کا پہاڑ بن کر حق پر ثابت قدم رہے۔ یہاں

www.waseemziyai.com

تک کہ نصرت آسمانی نے فرطِ عقیدت سے ان کی پیشانی چوم لی اور تلوار کی دھار ان کا ایک بال بھی نہیں کاٹ سکی اور یہ ہردم ہر قدم پر مظفر و منصور ہو کر آخری دم تک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہے اور امت مسلمہ کے لئے رشد و ہدایت کا ایک نقش دوام چھوڑ کر دنیا سے گئے کہ قیامت تک آنے والی نسلوں کو ان کے اسوۂ حسنہ سے ہدایت کی روشنی ملتی رہے گی۔ آسمان کا سورج روزانہ غروب ہو جاتا ہے اور سینکڑوں بار گرہن کی زد میں آتا ہے مگر علماء حق کے شاہکاروں کا آفتاب نہ کبھی غروب ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی گرہن کا سنکٹ اس پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ سچ ہے کیوں نہ ہو؟ خدا گواہ ہے کہ؟

پرچمِ حق تا ابدان کا سلامی ہوگیا
زندۂ جاوید ان کا نامِ نامی ہوگیا

سید ہونے کی نشانی

علامہ سید شریف مرتضیٰ حسین بغدادی جو سمرقند میں مقیم ہو گئے تھے۔ بڑے امیر کبیر عالم تھے۔ بادشاہ ماورالنہر خاقان نے ان کو خلیفۂ بغداد کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ ان کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ ساڑھے چار ہزار دینار سے دس ہزار دینار تک سالانہ علماء اور ائمہ حدیث کی دعوتوں اور نذرانوں پر خرچ کر ڈالتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے ایک باغ میں علمائے کرام کی دعوت کا اہتمام کیا تو بادشاہ خاقان نے بھی اس دعوت میں شرکت کا ارادہ کیا مگر آپ نے صاف صاف فرمایا کہ میں اس دعوت میں بادشاہ کی رضا جوئی کے لئے گانے بجانے اور فسق و فجور کا سامان کر کے اپنے ربّ کو ناراض کرنے کا گناہ عظیم اپنے سر پر نہیں لے سکتا۔ خاقان نے ناراض ہو کر آپ کو گرفتار کر لینے کا ارادہ کیا۔ مگر آپ ایک ماہ تک اس طرح روپوش رہے کہ خاقان ہزاروں کوششوں کے باوجود آپ کو گرفتار نہیں کر سکا۔ پھر خاقان نے آپ کے لئے عام امن و امان کا اعلان کر دیا اور آپ کو دربار میں بلا کر فریب سے گرفتار کر کے جیل خانہ میں بند کر دیا اور آپ کی ساری جائیداد اور مال و متاع کو ضبط کر لیا۔ اس وقت ایک دن آپ نے

www.waseemziyai.com

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص واقعی اہل بیت نبوت میں سے ہوگا وہ ضرور کبھی نہ کبھی اس قسم کی مصیبتوں میں گرفتار ہوگا۔ میں ہمیشہ ناز ونعمت میں پلا تھا اس لئے کبھی کبھی مجھ کو یہ وہم ہونے لگتا تھا کہ میں سید ہوں یا نہیں؟ مگر اس حادثہ کے بعد مجھے اطمینان ہوگیا کہ یقیناً میرا سلسلہ نسب حضور اکرم ﷺ تک متصل ہے۔

ظالم خاقان نے جیل خانہ میں آب ودانہ بند کردیا اور بھوک و پیاس سے تڑپ تڑپ کر آپ کی شہادت ہوگئی مگر آپ آخری دم تک صابر وشاکر رہے۔

آپ کے وصال کے بعد ابوالعباس جوہری نے یہ خواب دیکھا کہ علامہ سید شریف مرتضیٰ جنت میں ہیں اور ان کے سامنے کھانا رکھا ہوا ہے اور وہ لوگ ان سے درخواست کر رہے ہیں کہ آپ کھانا تناول فرمائیے تو وہ یہ فرما رہے ہیں کہ جب تک میرا بچہ نہیں آجائے گا میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ ابوالعباس جوہری خواب سے بیدار ہوئے تو رمضان کی انتیسویں تاریخ تھی اور اسی دن علامہ سید شریف مرتضیٰ کے صاحبزادے شہید کیے گئے۔ آپ ۴۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۷۶ میں خاقان خضر بن ابراہیم نے آپ کو شہید کرایا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۱)

تبصرہ: اس رقت انگیز وعبرت خیز حکایت میں بلاشبہ علماءِ حق کے لئے بہت بڑا درس عمل ہے۔ ایک ظالم بادشاہ کے مقابلہ میں خداوند قدوس کی رضا جوئی کے لئے بڑے بڑے مصائب وآلام برداشت کرنے کے لئے استقامت کا ہمالیہ بن کر ڈٹ جانا۔ یہ کسی معمولی دل گردے والے کا کام نہیں ہے۔ بلاشبہ علماءِ حق کا یہ جذبہ حق پرستی اپنی رفعت وسر بلندی میں ایسی اعلیٰ منزل پر ہے کہ ہمالیہ کی چوٹیاں سر اٹھا اٹھا کر حسرت سے اس کا منہ تکتی ہیں اور آسمانوں کی سربلندی جھک جھک کر اس کو سلام کرتی ہیں۔

حضرت علامہ سید شریف مرتضیٰ کا یہ ارشاد کہ جو سید ہوگا وہ ضرور کبھی نہ کبھی مصائب و آفات کا شکار ہوگا۔ واقعی آپ کا یہ فرمان والا شان تاریخی شواہد کی روشنی میں آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ مصائب اور بلاؤں کا استقبال خاصانِ خدا کا خاص الخاص حصہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

www.waseemziyai.com

اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل

یعنی سب سے زیادہ سخت امتحان اور آزمائش حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہوا کرتی ہے پھر ان کے بعد جو شخص جس درجے کا بلند مرتبہ ہوگا اسی درجے کا اس کے لئے مصائب اور بلاؤں کے ذریعہ امتحان ہوا کرے گا کیوں نہ ہو کہ ؎

منزلِ عشق میں تسلیم و رضا مشکل ہے
جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

محبوبان خدا خصوصاً حضرات اہل بیت کرام چونکہ یہ بزرگیوں اور کرامتوں کے بڑے بڑے انعام واکرام ربانی سے نوازے جاتے ہیں اس لئے اس اصول کے مطابق کہ ''جتنا بڑا انعام اتنا ہی بڑا امتحان'' یہ لوگ بڑے بڑے روح فرسا مصائب وآلام کی منزلوں سے گزرتے اور بڑے بڑے مشکل امتحانوں کی آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہیں اور یہ لوگ جب صبر و استقامت کے ساتھ ہر مصیبت کا مقابلہ کر کے امتحان میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو خداوند قدوس ان کو ایسے ایسے انعام واکرام کی دولتوں سے مالا مال فرما دیتا ہے کہ قدسی صفت ملائکہ بھی ان کے بلند درجات کے دیدار اور درشن کے تمنائی بن جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے اس حقیقت کو نہایت ہی حسین طرز بیان میں زیب قرطاس کیا ہے کہ ؎

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہو

مصر کا ایک حقانی عالم

والیٔ مصر احمد بن طولون بڑا ہی سفاک اور خون ریز بادشاہ تھا مگر اس کے باوجود اس کو مقدمات میں ظالم و مظلوم کے درمیان عدل کرنے کا بڑا جذبہ تھا۔ ایک دن اس کا لڑکا عباس ایک گانے والی عورت کے ساتھ چلا جا رہا تھا اور اس کا غلام ہاتھ میں ''ستار'' لیے جا رہا تھا۔ ایک عالم حقانی نے جو یہ منظر دیکھا تو ایک دم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جذبہ سینے میں بیدار ہو گیا۔ غضب وجلال میں بے قرار ہو کر دوڑ پڑے اور غلام کے ہاتھ سے ستار

www.waseemziyai.com

چھین کر زمین پر اس طرح پٹخ دیا کہ وہ چور چور ہو کر بکھر گیا۔ عباس نے غضبناک ہو کر اپنے باپ احمد بن طولون کی کچہری میں اس حقانی عالم پر مقدمہ دائر کر دیا۔ جب یہ پیکر علم و عمل کچہری میں پہنچا تو احمد بن طولون نے سوال کیا کہ کیا واقعی تم نے ستار کو توڑا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جی ہاں، احمد بن طولون نے تیور بدل کر بڑے غصہ میں پوچھا کہ کیا تم کو علم تھا کہ وہ ستار کس کا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جی ہاں، وہ آپ کے فرزند عباس کا تھا۔ احمد بن طولون نے پوچھا کہ پھر بھی تم نے میرے اعزاز کا کچھ بھی خیال نہیں رکھا۔ عالم حقانی نے نہایت ہی بے خوفی کے ساتھ جواب دیا کہ عزت مآب یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ میں ایک گناہ ہوتے ہوئے دیکھوں اور آپ کے اعزاز کے خیال سے خاموش رہوں حالانکہ اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے کہ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (توبہ:۷۱)

یعنی تمام مومنین اور تمام مومنات ایک دوسرے کے دوست رہیں۔ ان کا یہی کام ہے کہ یہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ

یعنی خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ عالم حقانی کی یہ حق نما تقریر تاثیر کا تیر بن کر احمد بن طولون کے دل میں پیوست ہوگئی۔ ایک دم اس کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور اس نے یہ کہہ دیا کہ میں آپ کو مجاز بناتا ہوں کہ آپ پورے شہر میں جو بات بھی خلاف شرع دیکھیں اس کو برباد اور تہس نہس کر دیجئے۔ میں آپ کا معین و مددگار رہوں۔

(مستطرف ج ا ص ۱۰۰)

تبصرہ: اس حکایت سے یہ روشنی ملتی ہے کہ اگر کوئی حق پرست واقعی جذبہ اخلاص اور جوش صداقت سے کوئی کلمہ حق کہے تو خداوند عالم اس کے کلام میں ایسی تاثیر پیدا فرما دیتا ہے کہ بڑے بڑے ظالموں کے سینوں میں آہنی دل بھی پگھل کر موم بن جاتے ہیں اور حق

www.waseemziyai.com

کہنے والے کی نصرت وحمایت کے لیے آسمانوں سے قدسیوں کی ایسی فوج اتر پڑتی ہے جس کی ہیبت وجلالت سے ظالموں کے جسم کا رونگٹا اور بدن کا بال بال لرزنے لگتا ہے اور فتح مبین انتہائی جذبہ عقیدت کے ساتھ حق پرست انسان کے قدموں کا بوسہ لینے لگتی ہے۔

سبحان اللہ! سچ کہا ہے شاعر مشرق نے ؎

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف

حق گو

حضرت مولانا شیخ شہاب الدین بن مولانا فخر الدین زاہدی کا لقب ''حق گو'' ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ دہلی محمد بن تغلق بڑا ہی ظالم تھا۔ مگر ایک دم اس کے سر پر یہ خبط بھوت بن کر سوار ہو گیا کہ سب مجھے ''محمد عادل'' کہیں چنانچہ اس نے حضرت مولانا کو دربار میں بلایا اور حکم دیا کہ آپ مجھے ''محمد عادل'' کے لقب سے پکاریں۔ یہ سن کر آپ نے نہایت ہی مجاہدانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ میں ایک ظالم کو ہرگز ہرگز کبھی عادل نہیں کہہ سکتا۔ بادشاہ نے غضبناک ہو کر جلادوں کو حکم دے دیا کہ ان کو قلعہ کی دیوار سے نیچے پھینک دو چنانچہ جلادوں نے آپ کو دیوار سے نیچے پھینک دیا اور آپ شہید ہو گئے۔ آپ کی قبر شریف قلعہ کے نیچے بنی ہوئی ہے۔ اس واقعہ کے بعد لوگ آپ کو شہاب الدین حق گو کہنے لگے۔ (مستطرف ج ا ص ۱۰۰)

نجاست مت کھاؤ

بادشاہ دہلی محمد تغلق ظالم ہونے کے ساتھ انتہائی گستاخ بے ادب بھی تھا اور اپنی سلطنت کے غرور اور گھمنڈ میں کبھی کبھی مسائل شریعت پر بھی جرح وقدح کرنے لگتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ اس نے یہ کہہ دیا کہ خدا کا فیض منقطع نہیں ہوتا۔ پھر فیض نبوت کیونکر منقطع ہو سکتا ہے؟ اگر اب کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اور معجزہ دکھائے تو اس کی تصدیق کرو گے یا نہیں؟ مولانا عماد نے اسی وقت بھرے دربار میں یہ کہہ دیا کہ ''گہہ مخور چہ می گوئی'' (پائخانہ

مت کہا، کیا بک رہا ہے؟'' محمد تغلق نے حکم دیا کہ ان کو ذبح کر کے زبان کھینچ لی جائے چنانچہ جلادوں نے آپ کو ذبح کر کے آپ کی زبان کھینچ لی۔

تبصرہ: مولانا شہاب الدین اور مولانا عماد وغیرہ سینکڑوں علمٕء سلف ایسے ہوئے جنہوں نے کلمہ حق کہنے کی وجہ سے جام شہادت نوش کیا۔ بلاشبہ یہ مقدس ہستیاں ''شہدائے حق'' ہیں جو خود کٹ گئے مگر حق کو کٹنے نہیں دیا خود مٹ گئے مگر حق کو مٹنے نہیں دیا یقیناً ان کی قربانیوں کی بدولت سارے عالم میں حق کا بول بالا ہو گیا۔ ظالم بادشاہوں کی تلواروں سے ان حقانی شہیدوں کی گردنیں تو کٹ گئیں لیکن ان کی حقانیت کی شہ رگ نہ آج تک کٹی نہ قیامت تک کٹ سکتی ہے بلکہ قیامت تک ان کی حقانیت زندہ رہے گی اور ان کی حقانیت کا پرچم ہمیشہ فضا آسمانی میں لہراتا ہوا زبان حال سے یہ وجد آفریں اور روح پرور پیغام نشر کرتا رہے گا کہ

زندہ ہے ملت بیضا شہداء کے دم سے
ان کی روحوں پر ہو سو بار درود و سلام

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ منصور

علامہ قاضی عیاض ناقل ہیں کہ خلیفہ بغداد منصور مسجد نبوی میں حاضر ہوا اور امام مالک سے گفتگو کرتے ہوئے اس کی آواز کچھ بلند ہو گئی تو حضرت امام مالک نے ڈانٹ کر فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! خداوند عالم جل جلالہ کا فرمان ہے کہ:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (حجرات:۲)

یعنی اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند مت کرو۔

اے امیر المؤمنین! حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ادب واحترام اب بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ظاہری حیات مبارکہ میں تھا۔ اس لیے قبر انور کے پاس ہرگز ہرگز بلند آواز سے گفتگو نہ کیجئے۔ امام ممدوح کی ڈانٹ سن کر خلیفہ منصور بالکل خاموش ہو گیا۔ پھر نہایت ہی پست آواز سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اے مالک! میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دربار میں سلام عرض

www.waseemziyai.com

کر چکا۔ اب میں قبر انور ہی کی طرف اپنا رخ کر کے دعا کروں؟ حضرت امام مالک نے جواب دیا تم اپنا چہرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیوں اور کس طرح پھیرو گے؟ جبکہ وہ بارگاہ خداوندی میں تمہارا اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا بھی وسیلہ ہیں۔ تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منہ کر کے خدا سے دعا مانگو اور ان کو بارگاہ الٰہی میں اپنا شفیع بناؤ تو خداوند کریم ان کے وسیلہ سے تمہاری دعاؤں کو قبول فرمائے گا۔

خداوند قدوس کے اس پیغام کو یاد رکھو کہ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا یعنی اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو انہیں چاہئے کہ اے محبوب! وہ آپ کے پاس حاضر ہو جائیں پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لیے دعائے مغفرت طلب کریں تو یقیناً گناہ گار لوگ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا اور بخشنے والا پائیں گے۔ (وفاء الوفاء ج۲ ص۱۳۷۶)

میں مٹی اور پتھر کے پاس نہیں آیا

مدینہ منورہ کا اموی گورنر مروان بن الحکم روضہ منورہ کے پاس حاضر ہوا تو یہ دیکھا کہ ایک شخص قبر انور سے چمٹا ہوا پڑا ہے۔ مروان نے اس کی گردن پکڑ کر اٹھایا اور کہا کہ اے شخص! تجھے کچھ خبر ہے؟ کہ تو کیا کر رہا ہے؟ تو اس شخص نے سر اٹھا کر جواب دیا کہ ہاں؟ میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اے مروان! میں مٹی اور پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ میں رسول اللہ کے دربار میں حاضر ہوں۔ اے مروان! جب دیندار لوگ والی بنیں تو رونے کی ضرورت نہیں ہے لیکن جب نااہل لوگ دین کے والی بنیں تو رونا چاہئے۔ مروان یہ گرم گرم جملے سن کر خاموشی کے ساتھ چلا گیا۔ مطلب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ جنہوں نے مروان گورنر کو جھنجوڑ کر ڈانٹ دیا جلیل القدر صحابی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے! (وفاء الوفا ص۱۴۰۲)

تبصرہ: اوپر ذکر کی ہوئی دونوں حکایتوں میں بڑے بڑے ایمان افروز روح پرور

www.waseemziyai.com

نتائج کی تجلیاں ہیں۔

(۱) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ کے جاہ وجلال اور رعب وداب سے بال برابر بھی مرعوب نہیں ہوئے اور دربار رسول میں ادب کی کمی دیکھ کر تڑپ گئے اور منصور کو ڈانٹ کر چپ کرادیا اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ پر بھی بنوامیہ کے ظالم گورنر کی ہیبت کا کوئی اثر نہیں پڑا اور آپ نے اس کے منہ پر انتہائی جرأت و بے باکی سے کلمۃ الحق سنا کر اس کو ڈانٹ کر جھنجوڑ ڈالا۔ بلاشبہ ان دونوں بزرگوں کے اسوۂ حسنہ میں تمام امت رسول کے لیے بہت بڑا درس ہے کہ کلمۃ الحق کہنے اور شریعت مطہرہ کے مسائل کو علی الاعلان بیان کرنے میں کسی گورنر یا بادشاہ کا خوف دامن گیر نہیں ہونا چاہئے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ہر شخص کا کام نہیں اس افضل الجہاد کی فضیلت سے وہی شخص سرفراز ہوسکتا ہے جس کے سر پر ربّ العزت خوش نصیبی کا تاج رکھ دے اور جذبۂ ایمانی و جوش اسلامی کی دولت لازوال سے مالا مال ہو جائے اور کلمۃ الحق کہہ دینے کی پاداش میں اپنا سر کٹا دینے کو اپنے سر کی معراج سمجھتا ہو۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

(۲) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے منصور! تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منہ کرکے ان کو دربار خداوندی میں اپنا شفیع بنا کر خدا سے دعا مانگو کیونکہ رحمتِ عالم کی ذات اقدس تم تو کیا تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی بارگاہ خداوندی میں وسیلہ ہیں۔

سبحان اللہ! کس قدر ایمان افروز تعلیم آپ نے خلیفہ منصور کو دی اور اس مسئلہ کو قیامت تک کے لیے حل کردیا کہ مسجد نبوی میں روضہ انور کے مواجہہ اقدس میں دعا مانگنے کا مؤدب طریقہ یہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منہ کرکے دعا مانگے کیونکہ اس جگہ کعبہ مکرمہ کی طرف منہ کرنے سے قبر انور کی طرف پشت ہو جاتی ہے جس کو محبت رسول سے بھرا ہوا دل کبھی گوارا نہیں کرسکتا چنانچہ اس فقیر راقم الحروف نے بارہ دن مدینہ منورہ میں قیام کرکے بچشم خود دیکھا کہ عرب و عجم حل و حرم کے تمام اکابر علماء و مشائخ قبر انور ہی کی طرف منہ

www.waseemziyai.com

کر کے دعائیں مانگتے ہیں۔ ہاں البتہ منحوس نجدیوں اور ہندوستان کے چند کھوسٹ وہابیون کو دیکھا کہ یہ لوگ خود بھی روضہ اقدس کی طرف پیٹھ کر کے دعائیں مانگتے ہیں اور دوسروں کو بھی سوءادب کا حکم دیتے ہیں چنانچہ اس مسئلہ پر ایک نجدی سے میری بحث ہوگئی اور الحمد للہ! کہ وہ لاجواب ہوکر خاموش ہوگیا۔

کاش اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے یہ دوشعران کور بختوں کے لیے ذریعہ ہدایت بنیں۔

ذکر خدا جوان سے جدا چاہو نجد یو　　واللہ ذکر حق نہیں، کنجی سقر کی ہے

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے

حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

(۳) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے مروان گورنر کو ڈانٹ کر جھڑک دیا اور یہ فرمایا کہ میں مٹی اور پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ صحابی رسول نے یہ فرما کر ہمیشہ کے لیے اس مسئلہ پر مہر تصدیق ثبت فرمادی کہ روضہ انور پر حاضری دینے والا یہ یقین وایمان رکھے کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا ہوں اور حضور سید عالم ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور میں اور میرے سب اعمال ان کے پیش نظر ہیں اس لیے ہر زائر قبر انور کے پاس وہی ادب واحترام اور تعظیم وتکریم ملحوظ رکھے جو صحابہ کرام بارگاہ نبوت میں حاضر ہونے کے وقت ملحوظ رکھتے تھے کیونکہ آج بھی حضور انور ﷺ اپنے تمام لوازم حیات کے ساتھ اسی طرح زندہ اور اپنی امت کے اعمال واحوال سے باخبر ہیں کہ ہر شخص قبر منور کے پاس پورے یقین واعتقاد کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

پھر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے نجدیوں کے اس عقیدے کی دھجیاں اڑانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی کہ مدینہ کے سفر کے وقت مسجد نبوی کی حاضری کی نیت کرے۔ روضہ منورہ کی حاضری کی نیت نہ کرے۔

www.waseemziyai.com

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے صاف صاف فرما دیا کہ میں اینٹ اور پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ خاص دربار رسالت کی حاضری کے قصد و نیت سے یہاں آیا ہوں۔

سبحان اللہ! صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان افروز والہانہ محبت کا کیا کہنا؟ خداوند قدوس ہر مسلمان کے قلب و دماغ میں محبت رسول کا ایسا ہی آفتاب و ماہتاب روشن فرما دے جس سے جسم کا رونگٹا رونگٹا اور بدن کا بال بال نور ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جائے اور قبر انور کے پاس حاضر ہوتے ہی دو شعرور دِ زبان ہو جائے کہ

اللہ اکبر! اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک ۔۔۔ حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو ۔۔۔ کرسی سے اونچی کرسی اسی پاک گھر کی ہے

ابراہیم محدّث اور ہشام

مشہور اور مایۂ ناز محدّث ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ دمشق ہشام بن عبدالملک نے خراج مصر کی تولیت کا عہدہ پیش کیا۔ آپ نے یہ کہہ کر انکار فرما دیا کہ ''میں اس کا اہل نہیں ہوں۔'' خلیفہ آپ کا انکار سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور غضب ناک ہو کر کہنے لگا کہ آپ کو یہ عہدہ قبول کرنا پڑے گا ورنہ آپ سخت سزا کے مستحق ہوں گے۔ آپ ہشام کی قہر آلود دھمکیوں کو نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ سنتے رہے جب ہشام خاموش ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا (احزاب: ۷۲)

یعنی ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو ان سبھوں نے خائف ہو کر اس بار امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا۔''

اے امیر المؤمنین! جب بار امانت اٹھانے سے انکار کرنے پر اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر ناراض نہیں ہوا تو آپ مجھ کو بارِ امانت اٹھانے سے انکار کرنے پر اس قدر ناراض ہو کر کس طرح سزا دے سکتے ہیں؟ ابراہیم محدّث کی یہ حقانی تقریر سن کر ہشام

www.waseemziyai.com

کے ہوش وحواس کا طوطا اڑ گیا اور اور بالکل لاجواب ہوکر خاموش ہوگیا اور اس عہدہ پر کسی دوسرے شخص کو مقرر کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۷۳)

مولانا علاء الدین اور عالمگیر

مولانا علاء الدین اپنے دور کے مشاہیر علماء میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ عمر بھر درس وتدریس کا مشغلہ رکھا۔ شاہجہان بادشاہ کے دربار میں منسلک رہے۔ شاہجہان کے بعد عالمگیر کے دربار سے تعلق ہوگیا۔ منقول ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے بھائیوں کو قتل کرانے اور اپنے باپ شاہجان کو آگرہ کے قلعہ میں قید کرنے کے بعد ایک دربار خاص منعقد کیا جس میں ملک بھر کے علماء اور دوسرے دانش وروں کو مدعو کیا۔ مولانا علاء الدین بھی حاضر دربار تھے۔ عالمگیر نے حاضرین کے ساتھ تقریر کرتے ہوئے یہ یقین دلایا کہ میرا حکومت پر قبضہ کرنا میرے کسی دنیاوی مفاد کی خاطر نہیں ہے بلکہ صرف خلق خدا کے فائدے کے لیے ہے۔ تمام حاضرین نے بادشاہ کی تائید کی اور بے شک بے شک بجا ہے، درست ہے کا نعرہ لگایا مگر مولانا علاء الدین کا جذبہ حق گوئی برداشت نہ کرسکا۔ آپ نے کھڑے ہوکر بھرے دربار میں بادشاہ کے منہ پر کہہ دیا کہ:

''جو شخص اپنے باپ کو جیل خانہ میں ڈال سکتا ہے اس سے خلق خدا کو اگر فائدہ پہنچ جائے تو بڑے تعجب کی بات ہے۔''

مولانا علاء الدین کی اس صاف گوئی پر تمام حاضرین دربار حیرت زدہ ہوگئے اور بادشاہ عالمگیر بھی آپ کا منہ تکتا رہ گیا اور کوئی جواب بن نہیں پڑا۔ (علماء حق ص۷۴)

قاضی سوار اور منصور

خلیفۂ بغداد منصور کے دور حکومت میں قاضی سوار بن عبداللہ بصرہ کے قاضی تھے۔ کچھ لوگوں نے دربار خلافت میں چغلی کھائی کہ قاضی صاحب لوگوں کی شخصیت سے متاثر ہو کر اور منہ دیکھ کر فیصلہ کر دیا کرتے ہیں۔ خلیفہ منصور نے آپ کو دربار خلافت میں جواب دہی کے لیے طلب کیا۔ قاضی صاحب جیسے ہی دربار میں منصور کے سامنے کھڑے ہوئے

www.waseemziyai.com

منصور کو ایک دم چھینک آ گئی۔ منصور نے ڈانٹ کر پوچھا آپ نے میری چھینک پر یرحمك الله کیوں نہیں کیا؟ قاضی صاحب نے برجستہ جواب دیا اس لیے کہ آپ نے الحمد لله نہیں کہا۔ منصور نے کہا کہ میں نے دل میں الحمد لله کہہ لیا تھا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ میں نے بھی دل میں یرحمك الله کہہ دیا تھا۔

خلیفہ منصور قاضی سوار کی بے خوفی اور حاضر جوابی سے بے حد متاثر ہوا اور کہا کہ آپ جائیے اور اپنے عہدہ پر برقرار رہیے جب آپ مجھ سے مرعوب نہیں ہوئے اور میری ہاں میں ہاں نہیں ملائی تو پھر مجھے یقین ہے کہ آپ کسی کی شخصیت سے مرعوب نہیں ہو سکتے اور ہرگز ہرگز کسی کا منہ دیکھ کر یا کسی کے دباؤ سے کوئی غلط فیصلہ نہیں کر سکتے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۸۵)

سلطنت کی قیمت

منقول ہے کہ یک مرتبہ ''ابن سماک'' خلیفہ بغداد ہارون الرشید کے دربار میں تشریف لے گئے۔ ایک دم ہارون الرشید کو پیاس لگی اور اس نے پانی طلب کیا۔ خادم نے پانی کا گلاس ہارون الرشید کے ہاتھ میں دیا تو ابن سماک نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! ذرا ٹھہر جائیے اور مجھے بتائیے کہ اگر پیاس کے وقت کہیں پانی نہ ملے اور آپ پیاس سے بے قرار ہو جائیں تو یہ ایک گلاس پانی آپ کتنی قیمت دے کر خریدیں گے۔ ہارون رشید نے جواب دیا کہ آدھی سلطنت۔ پھر ابن سماک نے پوچھا کہ اگر یہ پانی آپ کے پیٹ میں پہنچ جائے اور آپ کا پیشاب بند ہو جائے اور یہ پانی آپ کے بدن سے نہ نکل سکے تو آپ اس کے علاج پر کتنی رقم خرچ کر دیں گے؟ ہارون رشید نے کہا کہ پوری سلطنت یہ سن کر ابن سماک نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! وہ سلطنت جس کی قیمت ایک گلاس پانی اور اس کا پیشاب ہو بھلا کب اس قابل ہے کہ اس کی طرف رغبت کی جائے اور اس پر گھمنڈ کیا جائے۔ ابن سماک کے ان کلمات کو سن کر ہارون رشید چیخ مار مار کر رونے لگا اور کچھ جواب نہیں دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۰۳)

www.waseemziyai.com

میں اندھا نہیں ہوں

احمد بن علی بصری ناقل ہیں کہ ایک دن خلیفہ بغداد متوکل باللہ نے علامہ احمد بن معدل اور دوسرے علماء بغداد کو اپنے دربار میں بلایا جب تمام علماء مجتمع ہو گئے تو خلیفہ اپنے پورے کروفر اور شاہانہ شان وشوکت سے دربار میں آیا۔ خلیفہ کو دیکھتے ہی سب لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے مگر علامہ احمد بن معدل بدستور بیٹھے رہے اور اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں۔ خلیفہ نے علامہ کی اس حرکت پر دل میں ناراض ہو کر اپنے خادم عبیداللہ سے دریافت کیا کہ کیا انہوں نے میری بیعت نہیں کی ہے؟ کیا یہ مجھے امیر المؤمنین نہیں تسلیم کرتے؟ عبیداللہ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں لیکن اے امیر المؤمنین! ان کی بصارت میں کچھ کمی آ گئی ہے اور نظر بہت کمزور ہو گئی ہے۔ غالباً انہوں نے آپ کو دیکھا نہیں۔ یہ سن کر علامہ احمد بن معدل نے بلند آواز سے فرمایا کہ نہیں اے امیر المؤمنین! میں اندھا نہیں ہوں لیکن میں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے آپ کو بچایا ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ:۔

"جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں اس کو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔"

تبصرہ: یہ سن کر متوکل باللہ علامہ احمد بن معدل کے پہلو میں بیٹھ گیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ مذکورہ بالا پانچویں حکایتوں میں اس حقیقت کی تجلی ہے کہ علماء سلف "کلمۃ الحق" کا اعلان کرنے میں ہرگز ہرگز کبھی بادشاہوں کے رعب و جلال سے مرعوب یا خائف و ہراساں نہیں ہوتے تھے بلکہ انتہائی بے خوف اور نڈر ہو کر امراء و سلاطین کو نصیحت کرتے تھے اور اعلاء کلمۃ الحق کے معاملہ میں اپنی جان کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ یہ درحقیقت ان علماء حق کی ایمانی قوتوں اور روحانی توانائیوں کا کرشمہ تھا کہ بڑے بڑے ظالم و جابر بادشاہوں کی تلواریں ان قدسی صفت عالموں کی سیف زبانی کے مقابلہ میں کند ہو کر رہ جاتی تھیں اور ان باخدا بزرگوں کی ہر تقریر صداقت تاثیر کی شمشیر بن کر ظالموں کے ظالمانہ عزائم

www.waseemziyai.com

کے پرخچے اڑا دیا کرتی تھی۔ درحقیقت یہی وہ مقدس جماعت ہے جس کے بارے میں خداوند قدوس نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ لَا یَخَافُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے سینوں میں اللہ کے خوف کے سوا کسی غیر اللہ کے خوف کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ لوگ صرف خدا سے ڈرتے ہیں اور ساری خدائی میں کسی سے نہیں ڈرتے جس کا نتیجہ اور ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ خداوند قدوس ان کے سروں پر لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ کا تاج رکھ کر ان کو امن و بے خوفی اور مجاہدانہ جرأت و ہمت کا ایسا سلطان بنا دیتا ہے کہ یہ لوگ صرف خدا سے ڈرتے ہیں اور ساری خدائی ان سے ڈرنے لگتی ہے اور ان کو وہ شان نظر آتی ہے کہ ان کے دشمن بھی ان کو دیکھ کر پکار اٹھتے ہیں کہ

غیر حق کے سامنے مومن کا سر جھکتا نہیں
یہ وہ طوفاں ہے پہاڑوں سے بھی جو رکتا نہیں

آج کل کے علماء کرام و مشائخ عظام جو محض اس خوف سے کہ لوگ ہمیں ''جھگڑالو'' یا ''تشدد پسند'' یا ''خشک ملا'' کہیں گے۔ کلمہ حق کہنے سے رکتے اور جھجکتے ہیں اور بداعمالیوں اور بد اعتقادوں کا رد نہیں کر سکتے۔ کاش ان بزرگان سلف و علماء حق کے نقش قدم کی پیروی کرتے تو آج کل ملک کے ماحول کا نقشہ ہی بدل جاتا مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ اس دور میں علماء کرام کا عمل و کردار اس قدر پست اور جوش حقانیت و جذبۂ جہاد اتنا مردہ ہو چکا ہے کہ ہر دیکھنے والا ان کو دیکھ کر یہی کہنے لگتا ہے کہ

میں نے اے میر سپہ تیری سپہ دیکھی ہے
قل ھو اللہ کی شمشیر سے خالی ہے نیام

حضرت مجدد الف ثانی اور جہانگیر

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ان علماء حق میں سے ہیں جو اکبری دور کی مشرکانہ و ملحدانہ مراسم اور جہانگیری عہد کی کفر نوازیوں کو مٹانے کے لیے اپنی زبان و قلم سے عمر بھر مصروف جہاد و سرگرم عمل رہے۔ دربار کے خوشامدی علماء سو نے آپ

www.waseemziyai.com

کے خلاف جہانگیر سے ایسی الٹی سیدھی لگائی کہ جہانگیر اپنی سلطنت کے غرور میں آپ کے درپے آزار ہو گیا اور آپ کو دربار میں طلب کر کے نہایت تلخ کلامی کے ساتھ آپ سے گفتگو کی۔ آپ نے جہانگیر کے تمام سوالوں کا نہایت ہی معقول و مسکت جواب دیا اور جہانگیر کی قہر آلود دھمکیوں کا ذرہ بھر بھی آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ آپ کی کھری کھری باتوں سے جہانگیر جل بھن گیا۔ کوئی جواب نہ بن پڑا مگر حکومت کے نشہ میں آپ کی توہین کرنے لگا اور گوالیار کے قلعہ میں آپ کو قید کر دیا۔ آپ نے جہانگیر کے اس ظالمانہ سلوک کو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ قبول فرمالیا اور قلعہ کی چہار دیواری میں محبوس ہو کر قیام پذیر ہو گئے۔

ہندوستان میں آپ کے لاکھوں مریدین و معتقدین تھے بلکہ دربار کے بعض امراء سلطنت بھی آپ ہی کے مرید و معتقد تھے۔ آپ کے ایک ادنیٰ اشارے پر جہانگیری حکومت کا تختہ الٹ پلٹ ہو سکتا تھا۔ مگر آپ نے حکومت کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں فرمایا لیکن اکبر و جہانگیر کے خلاف شرع مشرکانہ رسوم اور کفر نوازیوں کے خلاف برابر اپنی زبان و قلم سے نعرہ جہاد بلند فرماتے رہے جہانگیر کو جب آپ کی جلالت شان اور تبلیغی کارناموں کا علم ہوا اور امراء دربار کی نگاہیں کچھ پھری پھری سی نظر آنے لگیں تو اس کو ہوش آیا۔ فوراً آپ کو قید سے رہا کر کے دربار میں انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ مدعو کیا۔ معافی کا خواستگار ہوا بلکہ آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو کر آپ کا مرید ہو گیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ میرے فرزند شاہزادہ خرم (شاہجہان) کو آپ اپنی خدمت میں رکھ کر اس کی تربیت فرمائیں۔ (علما حق وغیرہ ص ۴۷)

سبحان اللہ! حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کے ان ہی مجاہدانہ کارناموں سے متاثر ہو کر ڈاکٹر اقبال نے سرہند شریف میں مزار پُر انوار پر حاضر ہو کر اس طرح نذرانہ عقیدت پیش کیا

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر　　وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے　　اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے　　جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار

www.waseemziyai.com

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں | اللہ نے بروقت کیا جس کو بیدار
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو | آنکھیں میری بینا ہیں ولیکن نہیں بیدار
آئی یہ صدا سلسلہ فقر ہوا بند | ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بیزار
عارف کا ٹھکانا نہیں وہ خطہ کہ جس میں | پیدا کلہ فقر سے ہوں طرہ و دستار
باقی کلہِ فقر سے تھا ولولہ حق | طروں نے چڑھایا نشۂ خدمت سرکار

شاہ ولی اللہ اور نجف خاں

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس دور میں جبکہ ہندوستان کی درسگاہوں میں ہر طرف منطق و فلسفہ کا دور دورہ تھا آپ نے قرآن و حدیث کے درس کا چرچا کیا۔

فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ لکھا اور دوسری مفید کتابیں تصنیف فرمائیں۔ کچھ عرصہ کے لیے حرمین شریفین میں بھی مقیم رہے۔ شاہ عالم بادشاہ کے دور میں نواب ذوالفقار الدولہ نجف خان ایرانی امیر الامراء تھا۔ اس کے عہد میں رافضیت کی بڑی ترویج و اشاعت ہوئی۔ یہاں تک کہ دہلی میں عام طور پر خلفاء راشدین کی منقبت نہیں بیان کی جاسکتی تھی۔ ہر طرف تعزیہ پرستی اور تفضیلیت کی گرم بازاری اور دھوم دھام تھی۔ حضرت شاہ صاحب نے اسی گمراہی کے استیصال کے لیے قلم اٹھایا اور اپنی مشہور کتاب ''ازالۃ الخفاء'' تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کا شائع ہونا تھا کہ روافض میں کہرام مچ گیا۔ یہاں تک کہ امیر الامراء نجف خاں کو اس کی خبر کی گئی۔ اس نے آپ سے کہا کہ آپ کوئی ایسی کتاب نہ لکھیں جس سے روافض کو تکلیف پہنچے۔ آپ نے انتہائی ایمانی جرأت کے ساتھ یہ جواب دیا کہ میرا بحیثیت عالم دین کے فرض ہے کہ میں حق بات کا اپنی زبان وقلم سے ضرور ضرور اظہار کرتا رہوں۔ اس لیے میں مذہب اہل سنت کی حمایت سے کبھی بھی اپنے قلم کو نہیں روک سکتا۔ نجف خان نے آپ کے اس مجاہدانہ جواب سے غصہ میں جل بھن کر یہ ظلم ڈھایا کہ پہنچوں سے آپ کے ہاتھوں کو توڑ ڈالنے کا حکم دے دیا تا کہ قلم پکڑنے کی طاقت نہ رہے مگر اس

حادثہ کے بعد بھی آپ کا حوصلہ پست نہیں ہوا بلکہ آپ نے شاگردوں سے لکھوانا شروع کردیا اور اس طرح آپ کی تصنیفات کا سلسلہ برابر جاری رہا چنانچہ اس زمانہ میں کئی کتابیں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی تصنیف کی ہوئی موجود ہیں۔ ۱۱۷۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (علماء حق ص ۴۸)

تحفہ اور ذوالفقار

حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں ''صدر العلماء'' تھے۔ قرآن و حدیث کے درس میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے بعد آپ کا بہت حصہ ہے اور تقریباً ہندوستان بھر کے محدّثین آپ ہی کے شجرۂ تلمذ کے شیریں پھل ہیں۔ تفسیر عزیزی و فتاویٰ عزیزیہ وغیرہ آپ کی بہت ہی گراں مایہ تصنیفات ہیں اور ردّ روافض میں آپ کی کتاب ''تحفۂ اثنا عشریہ'' تو آپ کا ایسا شاہکار ہے کہ آج تک روافض اس کا جواب نہیں تحریر کر سکے۔ نواب آصف الدولہ نے اپنے مولوی دلدار علی جائسی مجتہد لکھنؤ سے تحفہ اثنا عشریہ کے جواب میں کتاب لکھوائی جس کا نام ''ذوالفقار'' ہے۔ ایک مرتبہ نواب آصف الدولہ نے اپنے ایک مصاحب مرزا قتیل سے دریافت کیا کہ قبلہ و کعبہ نے تحفہ اثنا عشریہ کے جواب میں کیسی کتاب لکھی ہے؟ مرزا قتیل نے کہا کہ خیر کتاب جیسی ہوگی وہ اپنی جگہ ہے مگر قبلہ و کعبہ کو تو کتاب کا نام بھی رکھنا نہیں آیا۔ بھلا یہ کوئی تک کی بات ہے کہ شاہ عبدالعزیز تو ''تحفہ'' پیش کریں اور قبلہ و کعبہ اس کے جواب میں ذوالفقار (تلوار) دکھائیں۔ مرزا قتیل باوجودیکہ خود بھی شیعہ تھے مگر چونکہ بہت ہوش مند اور صاف گو آدمی تھے اس لیے سچی بات انہیں کہنی ہی پڑی اور نواب صاحب کو بھی خاموش ہی ہونا پڑا۔

تحفۂ اثنا عشریہ کے شائع ہوتے ہی روافض میں تہلکہ پڑ گیا اور امیر الامراء نجف خاں نے آپ کی ایذاء رسانی کا عزم کیا چنانچہ مشہور ہے کہ زہریلی چھپکلی کا ابٹن حضرت شاہ صاحب کے جسم پر جبراً ملوا دیا جس سے آپ کے بدن پر جذام کا اثر نمودار ہو گیا اور آپ کو اور آپ کے بھائی حضرت شاہ عبدالقادر کو دہلی سے شہر بدر کر دیا چنانچہ نجف خاں کے مرنے

www.waseemziyai.com

کے بعد آپ لوگ پھر دہلی واپس آ گئے۔ ۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ میں آپ پیدا ہوئے اور ۷ شوال ۱۲۳۹ھ میں وصال فرمایا۔ (علماء حق ص ۵۱)

تبصرہ: مندرہ بالا تینوں حکایات سے دو عبرت خیز نتائج بہت ہی صاف طور پر برآمد ہوتے ہیں۔

(۱) علماء سلف نے دین کی حفاظت و خدمت میں ظالم امراء اور بادشاہوں کے ہاتھوں کیسی کیسی ہوش ربا مصیبتیں اٹھائی ہیں مگر مصائب و آلام کے ان طوفانوں میں بھی وہ برابر ملت اسلامیہ کی کشتی کی ناخدائی کرتے رہے اور تعلیم رسول کے مقدس سفینہ کو غرقاب ہونے سے بچاتے رہے یہاں تک کہ دین اسلام صحیح وسلامت حالت میں ہم لوگوں تک پہنچا۔ یہ علماء سلف کا امت رسول پر اتنا بڑا احسان عظیم ہے کہ قیامت تک امت مسلمہ ہزاروں شکریہ ادا کرنے کے باوجود اس بار منت سے سبکدوش نہیں ہو سکتی لہٰذا ان مسلمانوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو دن رات علماء امت پر طعنہ زنی کرتے رہتے ہیں اور برملا یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ مولویوں نے سوائے مسجد کا لوٹا توڑنے اور مفت خوری کے قوم کے لیے کچھ کام ہی نہیں کیا۔ للہ! انصاف کیجئے کہ اکبر بادشاہ اور جہانگیر بادشاہ کی کفری رسومات اور اکبر کے ایجاد کردہ ''دین الٰہی'' کے خلاف اگر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے نعرۂ جہاد نہ بلند کیا ہوتا تو شاید ملحدوں نے اب تک اسلام کا حسین و جمیل نورانی چہرہ مسخ کر دیا ہوتا اور ہندوستان میں حقیقی اسلام کا خدوخال لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا اسی طرح اگر حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی و حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی نے کمر کس کر رد روافض کا بیڑا نہ اٹھایا ہوتا تو روافض حکام نے اپنے ظالمانہ جبر و قہر سے غالباً اہل سنت کا جنازہ نکال دیا ہوتا۔ مگر آج انہی علماء حق کی مجاہدانہ مساعی کا نتیجہ ہے کہ اکبر کا ''دین الٰہی'' اور اس کی مشرکانہ رسومات اس طرح دفن ہو گئیں اور ان کی قبروں کا بھی کہیں نام و نشان نہیں ملتا اور حقیقی اسلام کا آفتاب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ہندوستان کے گوشے گوشے میں آج بھی چمک رہا ہے اور بحمدہٖ تعالیٰ اہلسنّت کا پرچم عظمت اپنی قدیمی شان کے ساتھ سربلند ہو کر باشندگان ہند کے دل و دماغ کی دنیا میں لہرا رہا ہے۔

www.waseemziyai.com

(۲) زمانۂ حال کے علماء کے لیے بھی ان نورانی حکایات سے بہت بڑی عبرت کا سامان ہے کہ ہمارے بزرگوں کو خدمت دین اور تبلیغ اسلام میں جو مشکلات و مصائب درپیش ہوا کرتی تھیں اور علماء سلف جیسے جیسے ہوش ربا اور حوصلہ شکن آفات ومحن کا شکار ہوا کرتے تھے۔ آج ہمارے لیے ان مشکلات و مصائب کا سواں حصہ بھی نہیں ہے پھر بھی ہم پست ہمت ہو کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہوئے ہیں نہ کوئی تبلیغی مرکز قائم کرتے ہیں۔ نہ تصنیفات کر کے قوم کو صاف ستھرا لٹریچر دیتے ہیں نہ کوئی تنظیم کر کے اجتماعی حیثیت سے کوئی مذہبی تحریک چلاتے ہیں الحاد و بے دینی کا سیلاب کیمونزم کی شکل میں اور بد مذہبیت کا طوفان مختلف تحریکوں کی صورت میں پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیے جا رہا ہے اور علماء اہل سنت خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہیں کچھ فکر ہی نہیں کہ کتنا بھیانک انقلاب اژدھے کی طرح منہ پھاڑے چلا آ رہا ہے۔ بار بار پکارنے اور فریاد کرنے کے باوجود کوئی ''لبیک'' کہنے والا تو کجا؟ کوئی پکار سننے کو بھی تیار نہیں اور بالکل وہی حال ہو گیا ہے جو کسی عربی شاعر نے اپنے ایک قطعہ میں ارشاد فرمایا ۔

فَلَوْنَا دَيْتَ حَيًّا لَا سْتَجَابَا　　　وَلٰكِنْ لَّا حَيَاةَ لِمَنْ تُنَادِيْ

وَلَوْ نَارًا نَفَخْتَ بِهَا اَضَاءَ تْ　　　وَلٰكِنْ اَنْتَ تَنْفُخُ فِي الرَّمَادِ

''یعنی اگر تم کسی زندہ کو پکارتے ہو تو وہ ضرور تمہاری پکار کا جواب دیتا لیکن تم تو اس شخص کو پکار رہے ہو جس میں زندگی ہی نہیں۔ اگر تم آگ میں پھونک مارتے تو وہ ضرور روشن ہو جاتی لیکن تم تو راکھ میں پھونک مار رہے ہو۔''

خداوند کریم اپنا فضل و کرم فرمائے اور غیب سے دین و مذہب کی بقا و ترقی کا سامان پیدا فرمائے۔ آمین

اب خدا ہی مری کشتی کو بچائے تو بچے
ظلمتیں یاس کی ہیں شام ہے طوفانوں کی

www.waseemziyai.com

علامہ فضل حق خیر آبادی کا عزم

حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد مولانا فضل امام صاحب سے تمام علوم وفنون کی تحصیل کر کے سند حدیث مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی سے حاصل کی اور ۱۴ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر اپنے والد ماجد کے تلامذہ کو درس دینے لگے۔

علامہ موصوف اہل سنت کے مسلم الثبوت مایۂ ناز عالم تھے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے جب تقویۃ الایمان لکھ کر وہابیت کی اشاعت کی تو آپ نے مولوی اسماعیل دہلوی سے مناظرہ فرمایا اور آپ کے تقریری وتحریری مناظروں سے مولوی اسماعیل دہلوی کی تمام گمراہیاں تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ پھوٹ کر بکھر گئیں اور وہابیت کے پرخچے اڑ گئے۔

آپ بادشاہ اکبر شاہ ثانی کے زمانے میں ریذیڈنٹ کے محکمہ میں سررشتہ دار رہے پھر نواب جھجھر کے یہاں آ گئے۔ پھر نواب رام پور کے اتالیق رہے کچھ عرصہ لاہور میں بھی قیام فرمایا۔ پھر نواب واجد علی شاہ کے عہد میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کا ہنگامہ رونما ہوا تو دہلی آئے اور بہادر شاہ سے ملے اور انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ تحریر فرمایا۔ بہادر شاہ کو جب انگریزوں نے گرفتار کر کے رنگون بھیج دیا اور آپ اپنے وطن خیر آباد میں روپوش ہو گئے لیکن حاکم سیتا پور نے آپ کو گرفتار کر کے لکھنؤ بھیج دیا اور انگریزوں نے بغاوت کے جرم میں آپ پر مقدمہ چلایا۔ سرکاری وکیل کے سامنے حضرت علامہ خود ہی بحث کرتے تھے اور سرکاری وکیل کو بار بار خاموش کر دیتے تھے۔ جج یہ رنگ دیکھ کر پریشان تھا۔ جج کے سامنے آپ کی موجودگی میں جب سرکاری گواہ پیش ہوا تو اس نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ یہ وہ فضل حق نہیں ہیں جنہوں نے جہاد کا فتویٰ دیا ہے۔ وہ دوسرے شخص ہیں آپ فوراً بول اٹھے کہ اس گواہ کی پہلی اطلاع بالکل صحیح ہے۔ اب یہ جو کچھ کہہ رہا ہے بالکل غلط ہے مجھ پر جو جرم عائد کیا گیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ میں وہی فضل حق ہوں جنہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے

www.waseemziyai.com

اور آج بھی اپنے فتویٰ پر قائم ہوں۔ جج نے آپ کے اس اقبالی بیان سے مجبور ہو کر حبس دوام بہ عبور دریائے شور کی سزا تجویز کی جس کو آپ نے بخندہ پیشانی قبول فرمالیا اور آپ جزیرہ ''انڈیمان'' بھیج دیئے گئے اور وہیں ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (علماء حق ص ۵۶)

تبصرہ: سرکاری گواہ کے اس بیان کے بعد کہ یہ فضل حق نہیں ہیں جنہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے۔ حضرت علامہ کا باعزت بری ہو کر رہا ہو جانا بالکل یقینی تھا مگر حضرت علامہ کی غیرت ایمانی نے اس کو قبول نہیں کیا کہ میں اپنے فتویٰ سے رجوع کروں یا اپنے فتویٰ کو چھپاؤں۔ آپ نے قید و بند اور جلاوطنی کی ہوشربا مصیبتوں کو بخندہ پیشانی قبول فرمالیا مگر حق اور ضمیر کی آواز کے خلاف بولنا تو درکنار خاموش رہنا بھی گوارا نہیں فرمایا مگر اس تاریخی دستاویز سے آپ کے عزم راسخ اور استقلال و استقامت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ انگریزوں کے خلاف جہاد حریت میں کتنے ثابت قدم تھے اور کتنے اولوالعزم اور مجاہدانہ جرأت کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا مگر افسوس کہ مذہبی تعصب کی بنا پر دیو بندی پریس نے مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد شاہ رائے بریلوی وغیرہ کو بحیثیت مجاہد حریت خوب خوب اچھالا مگر علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا کبھی بھول کر بھی تذکرہ نہیں کیا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی وغیرہ نے زندگی بھر کبھی انگریزوں سے جہاد تو بڑی چیز ہے کبھی انگریزی حکومت کے خلاف زبانی تنقید بھی نہیں کی بلکہ مستند تواریخ اور تاریخی دستاویزوں سے یہ ثابت ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی پارٹی کو انگریز افسران رقم اور راشن دیا کرتے تھے اور کبھی کبھی ان لوگوں کی دعوتیں بھی کرتے تھے چنانچہ عزیز محترم مولانا علامہ مشتاق احمد نظامی الٰہ آبادی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''خون کے آنسو'' میں بہت اچھی طرح اس حقیقت کی نقاب کشائی کی ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی پارٹی نے جو بالاکوٹ وغیرہ صوبہ سرحد کے علاقوں میں مسلمان امیروں اور سکھوں سے جنگ کی وہ انگریزوں کے اشارے پر کی اور اس کا مقصد انگریزی حکومت کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے سوا کچھ نہیں تھا۔

www.waseemziyai.com

مگر ہٹلر کا وزیر نشریات ''گوبلز'' کہا کرتا تھا کہ بڑے سے بڑا جھوٹ کیوں نہ ہو لیکن اسے بار بار کہتے رہو تو چند دنوں میں وہ جھوٹ سچ ہو جائے گا بلکہ یہی معاملہ یہاں ہوا کہ مولوی اسماعیل دہلوی کو جھوٹ موٹ انگریزوں کے مقابلے میں ''مجاہد حریت بنا کر اس جھوٹ کو دیو بندی پریس نے برس ہا برس اس قدر اچھالا کہ آج واقعی لوگ مولوی اسماعیل دہلوی کو سچ مچ مجاہد حریت سمجھنے لگے بلکہ ''شہید جہاد حریت'' کے خطاب سے یاد کیے جانے لگے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں تحریر فرما دیا ہے کہ:

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے

حق کی ہیبت

حضرت مولانا محمد نور صاحب لکھنوی (شاگرد ملک العلماء بحر العلوم) ایک روز کہیں تشریف لے جا رہے تھے سامنے سے بادشاہ اودھ کا وزیر علی بخش ہاتھی پر چلا آ رہا تھا۔ اس نے حضرت کو دیکھ کر اتنا ادب کیا کہ ہاتھی کو بٹھا کر زمین پر اتر آیا اور قریب آ کر سلام عرض کیا لیکن چونکہ اس کی داڑھی منڈھی ہوئی تھی اور وہ رافضی بھی تھا اس لیے آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے سمجھا کہ شاید مجھے دیکھا نہیں اس لیے دوسری طرف سے جا کر سلام کیا۔ آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ اس نے تیسری مرتبہ پھر سلام کیا مگر آپ نے جواب نہیں دیا تو وہ غصہ میں بھرا ہوا ہاتھی پر چڑھ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ میں نے فرنگی محل کے مردوں کی داڑھیاں اور عورتوں کا سر نہ منڈوایا تو علی بخش نام نہیں۔ جب آپ مکان پر تشریف لے گئے تو ایک طالب علم نے علی بخش کا وہ فقرہ عرض کیا۔ آپ یہ سن کر فوراً باہر تشریف لائے اس وقت حضرت مولانا سیّد آل رسول صاحب مارہروی اور حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہما آپ کے دونوں طالب علم حاضر تھے۔ عرض کیا کہ حضور کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے پوربی زبان میں فرمایا کہ بچونورا کی حماقتے تو

ہے۔علی بخش آیا تھا۔سلام کیا تھا۔جواب دے دیا ہوتا۔اب وہ کسی کی داڑھی مونڈے ہے کسی کا مونٹر موڑے ہے۔نورا کی حماقت تو ہے۔ یہ کہہ کر آپ سیدھے شاہی محل کو روانہ ہو گئے حالانکہ اس سے پیشتر آپ کبھی بھی شاہی محل میں تشریف نہیں لے گئے تھے۔ پیچھے پیچھے آپ کے یہ دونوں شاگرد بھی ہمراہ چلے۔اس دن نوروز کا دن تھا اور شاہی محل میں جشن ہو رہا تھا۔ جب دربان نے آپ کو آتے دیکھا تو گھبرا کر دوڑتا ہوا گیا اور بادشاہ کو آپ کی آمد کی خبر دی۔ بادشاہ سن کر گھبرا گیا اور حکم دیا کہ گانے بجانے اور شراب و کباب کا سارا سامان فوراً ہٹا دیا جائے اور خود دروازے تک استقبال کر کے حضرت کو اندر لے گیا اور انتہائی تعظیم و تکریم کے ساتھ آپ کو بٹھایا۔ بادشاہ کا وزیر علی بخش یہ منظر دیکھ کر کانپ اٹھا کہ ضرور میری شکایت کریں گے اور خدا ہی جانے بادشاہ کیا کچھ کرے گا مگر حضرت وزیر کی شکایت کرنے تو گئے نہیں تھے بلکہ وزیر کو اپنی عظمت دکھانے کے لیے تشریف لے گئے تھے تاکہ وہ ایذا رسانی کے خیال سے باز رہے۔ آپ تھوڑی دیر خاموش بیٹھے رہے۔ پھر بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت اس وقت کیسے تشریف لائے؟ ارشاد فرمایا کہ ”تیری زمین میں رہتے ہیں ہم نے کہا ذرا ہو آئیں۔“ بادشاہ نے نوروز کی شیرینی پیش کی تو فرمایا کہ ہمارے دو بچے بھی باہر ہیں چنانچہ ان دونوں حضرات کو بھ [illegible] یا گیا۔ سوڑی دیر تشریف رکھ کر واپس تشریف لے گئے۔

(حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۲۴۰)

www.waseemziyai.com

عبادات

ڈھل جائیں زمین و آسماں مومن کے سجدے سے
خدا کی بندگی یہ ہے ''عبادت'' اس کو کہتے ہیں

www.waseemziyai.com
مرکز العلوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ)

امام ابوحنیفہ ؒ کی شب بیداری

حضرت امام ابوحنیفہ ؒ تمام رات جاگتے تھے اور رات کی دو رکعتوں میں ہر رات پورا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے اور مناجات میں اس قدر روتے تھے کہ ان کی گریہ وزاری کو سن کر پڑوسیوں کو ان پر رحم آجاتا تھا۔ جیل خانہ کی جس کوٹھری میں وفات پائی وہاں سات ہزار ختم قرآن مجید پڑھ چکے تھے۔

مشہور محدث مسعر بن کدام ؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رات کو مسجد میں داخل ہوا تو کسی کے قرآن پڑھنے کی آواز میرے کان میں آئی۔ اس قدر قرأت میں شیرینی اور دلکشی تھی کہ میں کھڑے ہو کر سنتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک منزل پوری ہوئی تو میں نے یہ سمجھا کہ اب رکوع کریں گے مگر وہ برابر پڑھتے رہے یہاں تک کہ پورا قرآن مجید ایک رکعت میں ختم ہو گیا۔ جب میں نے ان کے قریب جا کر غور سے دیکھا تو امام ابوحنیفہ تھے۔

اسی طرح زائدہ محدث کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے حضرت امام ابوحنیفہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی مجھے آپ سے تنہائی میں ایک مسئلہ دریافت کرنا تھا اس لیے میں انتظار میں بیٹھا رہا۔ جب سب نمازی مسجد سے چلے گئے تو امام ابوحنیفہ نے یہ سمجھ کر کہ اب مسجد میں کوئی نہیں ہے آپ نے نماز نفل شروع کر دی اور اس میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا جب فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ○ (طور:۲۷) کی آیت پر پہنچے تو اسی آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہو گئی۔

اسی طرح استاذ حدیث قاسم بن معین کہتے ہیں کہ ایک رات امام ابوحنیفہ نے نفل نماز میں بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ (القمر:۴۶) کی آیت کو بار بار پڑھتے اور روتے روتے صبح کر دی۔

ایک برگزیدہ بزرگ یزید کمیت ؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نماز عشاء میں امام نے سورہ اذا زلزلت پڑھی۔ حضرت امام ابوحنیفہ بھی جماعت میں شریک تھے۔ نماز ختم ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہ فکر میں غرق ہو کر بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں۔ قندیل

www.waseemziyai.com

میں تیل بہت تھوڑا تھا اس لیے میں چپکے سے قندیل روشن چھوڑ کر چلا آیا۔ پھر جب صبح ہونے کے وقت میں مسجد میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے کھڑے ہیں اور اس طرح دعا مانگ رہے ہیں کہ اے ذرّہ بھر نیکی کا اچھا بدلہ دینے والے اور اے ذرّہ بھر بدی کا برابدلہ دینے والے تو اپنے بندے نعمان (ابوحنیفہ) کو جہنم کی آگ اور اس کے لگ بھگ عذاب سے بچالے اور اپنی رحمت کی فضا میں اس کو داخل فرما لے۔ میں نے فجر کی اذان دی۔ امام ابوحنیفہ نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا جو کچھ تم نے دیکھا ہے خبردار کسی سے ذکر مت کرنا۔ یہ کہہ کر فجر کی سنت پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں نے تکبیر پڑھی تو جماعت میں شریک ہوئے اور ہمارے ساتھ فجر کی نماز عشا کے وضو سے پڑھی۔ (تبصرہ تاریخ بغداد ص ۳۶)

تبصرہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی عبادتوں کی چند جھلکیاں آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت امام ممدوح کی عبادت کو آپ کی کرامت کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ہم نے اپنی کتاب اولیائے رجال الحدیث میں مستند حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ اب ذرا حضرت امام ممدوح کے مشاغل پر غور فرمائیے اور پھر ان کی اس شب بیداری اور عبادت گزاری کو دیکھئے۔ دن میں آپ فقہ وحدیث کا درس بھی دیتے تھے جس درس میں حضرت قاضی امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر، امام مندل، داؤد طائی جیسے سینکڑوں علم وعمل کے پہاڑ، طالب علم بن کر آپ سے سبق پڑھا کرتے تھے۔ پھر آپ دن میں کچھ وقت نکال کر کپڑے کی تجارت بھی فرماتے تھے۔ اتنے مشاغل کے باوجود مسلسل چالیس برس تک روزانہ رات میں نماز نفل کے اندر ایک ختم قرآن مجید پڑھ لینا اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کر لینا۔ کیا یہ بغیر کسی عظیم روحانی طاقت کے کسی انسان کے بس کی بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خداوند کریم نے ان بزرگوں کو علم نبوت کی بے پناہ مجاہدانہ خدمات کی برکتوں سے ایسی روحانی قوتوں سے ملکوتی کرامتوں کا پہاڑ بنا دیا تھا کہ تھکنا' نڈھال ہونا، سست پڑ جانا، کمزور ہو جانا، ان لفظوں کا ان کی کتاب زندگی کی لغات میں کہیں

www.waseemziyai.com

کوئی وجود ہی نہ تھا۔ پھر مولیٰ عزوجل نے ان کے اوقات میں اتنی برکت عطا فرمادی تھی کہ گھنٹوں کا کام یہ بزرگان دین منٹوں میں کرلیا کرتے تھے۔ خدا گواہ ہے کہ ان بزرگوں کے واقعات اور ان کی مقدس زندگی کے حالات پر ایک نظر ڈالنے سے بلا اختیار اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ یقیناً یہ علماء صالحین فقہاء و محدثین مرتبہ ولایت و کرامت کی ایسی بلند ترین منزل پر فائز ہیں کہ دور حاضر کے علماء و مشائخ اس کی رفعت و بلندی کا تصور بھی نہیں کرسکتے واللہ! ان علماء سلف کی مجاہدانہ عبادات وریاضات، مجاہدانہ علمی خدمات پُرجوش تبلیغی کارناموں، زبان وقلم کے جہادوں کو دیکھ کر غیر شعوری طور پر ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ ان بزرگوں کا دینی جوش اور عشق حد جنوں کو پہنچا ہوا تھا۔ اس سے میرا جذبات سے بھرا ہوا دل مجھے مجبور کرتا ہے کہ اب صبح وشام اسی طرح دعا مانگا کروں:

عطا اسلاف کا جذبہ دروں کر　　شریک زمرۂ لا یحزنون کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں　　مرے مولا! مجھے صاحب جنوں کر

بشر بن مفضل رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت

بشر بن مفضل رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان کے لیے یہی بہت کافی ہے کہ یہ حضرت امام احمد بن حنبل وغیرہ ہزاروں باکمال محدثین کے استاذ ہیں۔ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ روزانہ بلاناغہ چار سو رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے اور ساری زندگی ''صوم داؤدی'' یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار کے پابند رہے۔ ۱۸۷ھ میں وصال فرمایا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج اص ۲۸۵)

ابن الحدّاد کی تلاوت اور روزمرّہ

علامہ ابن حداد مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ابن زولاق کا بیان ہے کہ یہ علم حدیث، علم رجال، علم مناظرہ، علم نحو، علم لغت، علم تاریخ، اشعار عرب وغیرہ علوم کثیرہ کے ماہر تھے۔ قاضی کے عہدہ پر فائز تھے اور بڑی شان دار زندگی بسر کرتے تھے۔ اچھی سے اچھی سواریوں کے شوقین اور نہایت ہی خوش پوشاک تھے مگر کسی نے زندگی بھر ان کے کسی قول یا فعل پر طعنہ زنی نہیں کی بلکہ ان کے اونچے کردار اور معاملات کی صفائی پر بچہ بچہ ہمیشہ

www.waseemziyai.com

مداح رہا۔ بہت بڑے نمازی اور نہایت ہی عابد و زاہد تھے اپنے گوناگوں مشاغل کے باوجود روزانہ بلاناغہ ایک ختم قرآن مجید پڑھتے تھے ایک دن روزہ ایک دن افطار کا معمول رکھتے تھے۔ حج سے لوٹتے ہی ۳۴۴ھ میں اسی برس کی عمر میں وفات پائی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۰۸)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا طالب علم

استاذ حدیث امام فرادی کا بیان ہے کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں۔ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں یہ بشارت دی ہے کہ تم جا کر امام فرادی سے میرا یہ پیغام کہہ دو کہ تمہارے پاس ایک گندمی رنگ کا طالب علم (ابن عساکر) میری حدیثوں کی طلب میں آیا ہے لہٰذا تم اس سے کبھی اکتانا مت۔ چنانچہ اس بشارت کے مطابق جب ابن عساکر امام فرادی کی درس گاہ میں آئے تو امام فرادی ان کی تعظیم میں اس قدر توجہ فرماتے تھے کہ جب تک ابن عساکر خود نہیں اٹھ جاتے تھے۔ امام فرادی درس سے کھڑے نہیں ہوتے تھے چنانچہ ابن عساکر مختلف شہروں میں جا کر ایک ہزار تین سو شیوخ سے حدیثیں سن کر بہت ہی نامور بے مثال محدّث ہو گئے اور بڑی بڑی ضخیم اور مفید کتابوں کے مصنف ہوئے۔

ابن عساکر درس حدیث اور تصنیفات کے مشاغل کے باوجود ذوق عبادت اور کثرت نوافل میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے جماعت اور تلاوت کے انتہائی پابند تھے۔ ہر رات ایک ختم قرآن مجید پڑھتے تھے اور ہر سال رمضان شریف میں مسجد اقصیٰ کے منارہ شرقیہ میں اعتکاف کرتے تھے اور ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہتے تھے۔ ملک شام کے رہنے والے تھے۔ ۵۷۱ھ میں یہ علم و عمل کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ (رحمۃ اللہ علیہ) (تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۲۳)

ایک سال حج ایک سال جہاد

علم نحو پڑھنے والے طالب علم خلیل بن احمد نحوی کو بحیثیت علم نحو کا امام ہونے کے

www.waseemziyai.com

جانتے ہیں مگر بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ان کی علمی جلالت اور عالمانہ شہرت ومقبولیت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے بادشاہ ان کی ملاقات کے لیے ان کے در پر حاضری دیتے تھے اور لاکھوں درہم کا نذرانہ پیش کرتے تھے مگر یہ استغناء اور غناء نفس کا سلطان ہمیشہ بادشاہوں کے نذرانے کو ٹھکراتا رہا اور اپنی خشک روٹی اور ٹوٹی چٹائی پر قناعت کر کے علوم وفنون کی خدمت اور خدا کی عبادت میں مشغول رہا۔ زندگی بھر یہ معمول رہا کہ ایک سال حج کے لیے جاتے اور ایک سال اسلامی لشکروں کے ساتھ کفار سے جہاد کے لیے جاتے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ص ۱۲۳)

تبصرہ: غور فرمائیے بلکہ ان علماء ربانیین کی عبادتوں کی کثرت کو کرامت کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں؟ اللہ اکبر! علماء سلف کی ان عبادتوں کو دیکھ کر اور اپنی کوتاہیوں اور بداعمالیوں کو دیکھ کر خدا کی قسم اپنا تو یہ حال ہوتا ہے کہ جب لوگ ہم کو عالم دین یا نائب رسول کہہ کر پکارتے اور یاد کرتے ہیں تو مارے شرم کے سر جھک جاتا ہے کہ بھلا ہم لوگ اس قابل ہیں کہ لوگ ہمیں عالم کہیں۔

خداوند کریم ان قدسی صفت بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور ان کے طفیل میں ہماری بھی مغفرت فرمائے۔

شنیدم کہ درروز امید وبیم   بداں را بہ نیکاں بخشند کریم

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور اصمعی رحمۃ اللہ علیہ

فن لغت اور ادب کے امام جناب اصمعی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں کعبہ مکرمہ کا طواف کر رہا تھا تو میں نے یہ دیکھا کہ ایک بہت ہی حسین وجمیل جوان کعبہ مکرمہ کے پردوں سے چمٹا ہوا بہت ہی دردناک آواز سے رو رو کر دعائیں مانگ رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ الٰہی! تمام آنکھیں سو رہی ہیں اور ستارے غروب ہو چکے ہیں لیکن اے میرے پروردگار! تو حی وقیوم ہے اور تیرا دروازہ ہر سائل کے لیے ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ اے میرے مولیٰ! میں گناہ گار ہوں۔ میں فقیر ہوں۔ میں مسکین ہوں۔ میں قیدی ہوں۔ میں تیرے دروازے پر تیری رحمت کا امیدوار بن کر کھڑا ہوں۔ پھر وہ جوان رو رو کر انتہائی

www.waseemziyai.com

رقت انگیز لہجے میں یہ اشعار پڑھنے لگا کہ۔

اَدْعُوْكَ رَبِّیْ وَ مَوْلَائِیْ وَمُسْتَنَدِیْ فَارْحَمْ بُكَائِیْ بِحَقِّ الْبَیْتِ وَالْحَرَمِ
اَنْتَ الْغَفُوْرُ فَجُدْلِیْ مِنْكَ مَغْفِرَةً اَوِعْفُ عَنِّیْ یَا ذَالْجُوْدِ وَالْكَرَمِ
اِنَّ كَانَ عَفُوْكَ لَا یَرْجُوْهُ ذُوْجُرْمٍ فَمَنْ یَّجُوْدُ عَلَى الْعَاصِیْنَ بِالْكَرَمِ

ترجمہ: یعنی اے میرے رب! اے میرے مولا، اے مجھے ٹھکانہ دینے والے! میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں تو میری گریہ وزاری پر رحم فرما۔ میں تجھے بیت اللہ اور حرم کا واسطہ دیتا ہوں تو بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ تو میرے لیے اپنی طرف سے مغفرت کی سخاوت فرما دے یا مجھے معاف فرما دے۔ اے بخشش و کرم والے۔ اگر مجرم تجھ سے معافی کی امید نہ رکھے تو پھر کون ہے جو گناہگاروں پر کرم کے ساتھ بخشش فرمائے گا۔

یہ اشعار پڑھنے کے بعد پھر اس جوان نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور یہ کہنے لگا کہ اے میرے مولا! اگر میں نے تیری اطاعت کی ہے تو یہ تیرا مجھ پر احسان عظیم ہے اور اگر میں نے تیری نافرمانی کی ہے تو یہ میری جہالت ہے۔ یا اللہ! تو مجھ پر رحم فرما اور تو مجھ کو میرے جد کریم اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور اپنے محبوب اور اپنے نبی محمد ﷺ کے دیدار سے محروم نہ فرمانا۔ پھر اس جوان نے یہ مناجات شروع کر دی:

اَلَا اَیُّهَا الْمَاْمُوْلُ فِیْ كُلِّ شِدَّةٍ اِلَیْكَ شَكَوْتُ الضُّرَّ فَارْحَمْ شِكَایَتِیْ
اَلَا یَارَجَائِیْ اَنْتَ كَاشِفُ كُرْبَتِیْ فَهَبْ لِیْ ذُنُوْبِیْ كُلَّهَا وَاقْضِ حَاجَتِیْ
اَتَیْتُ بِاَعْمَالٍ قِبَاحٍ رَدِیَّةٍ وَمَا فِی الْوَرٰى خَلْقٌ جَنٰى كَجِنَایَتِیْ

ترجمہ: اے وہ ذات! کہ ہر مصیبت میں تجھی سے امیدواری کی جاتی ہے۔ میں تیرے ہی دربار میں اپنی تکلیف پیش کرتا ہوں۔ لہٰذا تو میری التجا پر رحم فرما تو ہی میری امید ہے۔ تو ہی میری بے قراری کو دور فرمانے والا ہے لہٰذا تو میرے سب گناہوں کو بخش دے اور میری حاجت کو پوری فرما دے۔ میں بہت ہی خراب اور ردی قسم کے اعمال لے کر آیا ہوں اور تمام مخلوق میں مجھ سے بڑا جرم کسی نے نہیں کیا ہے۔

وہ جوان ان مذکورہ بالا اشعار کو پڑھتے پڑھتے ایک دم بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔

www.waseemziyai.com

اصمعی کہتے ہیں میں دوڑ کر اس جوان کے قریب پہنچا تو یہ دیکھا کہ وہ حضرت امام زین العابدین ہیں۔ میں نے فوراً ان کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا اور مجھ پر ایسی رقت طاری ہوگئی کہ میں زار زار رونے لگا۔ یہاں تک کہ میرے آنسوؤں کی دھاراں ان کے مقدس رخسار پر گرنے لگی تو وہ ہوش میں آ گئے اور آنکھیں کھول کر فرمایا کہ یہ کون شخص ہے جس نے میرے مولا کی یاد میں خلل ڈالا۔ تو میں نے عرض کیا کہ اے میرے آقا! میں آپ کا غلام اصمعی ہوں۔ حضور والا آپ اس قدر کیوں گریہ وزاری فرمارہے ہیں؟ آپ تو اہل بیت نبوت میں سے ہیں اور خداوند عالم نے آپ لوگوں کے لیے قرآن مجید میں یہ بشارت عطا فرمائی ہے کہ

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (احزاب:۳۳)

یعنی اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے ہر پلیدی کو دور رکھے اور تمہیں خوب پاک اور ستھرا بنا دے۔ میری یہ گفتگو سن کر امام زین العابدین سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اے اصمعی! یہ تمہیں خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت ہر اس شخص کے لیے بنائی ہے جو اس کی اطاعت کرے۔ خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور جہنم ہر اس شخص کے لیے بنائی ہے جو اس کی نافرمانی کرے خواہ وہ قریشی بادشاہ ہی کیوں نہ ہو کیا تم نے اس حاکم عادل کا یہ فرمان نہیں دیکھا ہے کہ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ (مومنون:۱۰۱) یعنی جس دن صور پھونکا جائے گا تو نہ کوئی رشتے ان میں رہیں گے نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ (روح البیان ج۶ ص۱۰۷)

تبصرہ: اس نورانی حکایت کو بار بار پڑھیے اور عبرت حاصل کیجئے کہ اہل بیت نبوت کے چشم و چراغ جانشین خاندان آل عبا نور چشم شہید کربلا حضرت علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ کی عبادت و ریاضت کا کیا عالم تھا؟ اور ان کے خوف وخشیت ربانی کا رتبہ کتنی منزل بلند پر فائز تھا؟ بلاشبہ آپ علم نبوت کے وارث اور رشد وہدایت کے نشان اعظم تھے۔ آپ کی خاندانی عظمت و وجاہت کی بلندی پر آسمانوں کی سر بلندی بھی قربان

www.waseemziyai.com

اور آپ کے علمی اور عملی کمالات اور علو مراتب پر ثریا کی رفعت بھی نثار، آپ یقیناً سید السادات اور وارث کمالات مولائے کائنات ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کے عجز وانکسار کا یہ عالم ہے کہ اصمعی جیسا جلیل القدر وفن لغت وادب کا امام جب قرآن پڑھ کر ان کے مراتب علیا ان کو یاد دلاتا ہے تو آپ اس کو یہ جواب دیتے ہیں کہ قیامت کے دن نہ کوئی رشتہ ہوگا نہ کوئی کسی کا پرسان حال ہوگا۔ اللہ اکبر! امام ممدوح کا سینہ خوف وخشیت ربانی کا ایسا نورانی سفینہ تھا کہ جس میں تفاخر بالانساب اور خاندانی بڑائی کا کبھی گزر ہی نہیں ہوسکتا تھا آپ عجز وانکسار کا ایسا بے مثال مرقع اور تواضع وخاکساری کے لیے ایسے بے مثل پیکر تھے کہ آپ کو دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے۔

آپ کے اس طرز عمل میں آج کل کے سادات کرام کے لیے بہت بڑا درس عبرت ہے جو اپنی سیادت اور خاندانی شرافت پر ہر دم فخر کرتے رہتے ہیں بلکہ اس گھمنڈ وغرور میں علوم واعمال صالحہ سے بھی اپنے کو بے نیاز سمجھتے ہیں۔ کاش یہ لوگ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی مقدس زندگی سے سبق حاصل کرتے اور پیکر تواضع وانکسار بن کر خضوع و خشوع کے ساتھ اپنے ربّ کریم کی عبادت کرتے اور اپنے علوم واعمال صالحہ کی بدولت امت رسول کے لیے ذریعہ ہدایت بنتے مگر افسوس کہ آج کل کے بعض مدعیان سیادت کا تو یہ حال ہے کہ نہ علم نہ عمل بس خانقاہ میں لے دے کر ان کی کل کائنات یہی ہے

لبوں پہ ہے پدرم پادشاہ بود کا شور
تفاخرِ من و تو کے سوا کچھ اور نہیں

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی عبادت وریاضت اور خوف الٰہی سے ان کی گریہ وزاری کا ایک منظر تو آپ نے دیکھ لیا۔ اب ذرا یہ بھی سن لیجئے کہ سفر اور حضر میں کبھی آپ کی نماز تہجد قضا نہیں ہوئی اور روزانہ بلا ناغہ ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے اور اپنی زندگی میں دو مرتبہ اپنا سارا مال خدا کی راہ میں خیرات کیا۔ اور آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا۔ آپ بہت سے غرباء اہل مدینہ کے گھروں میں ایسے پوشیدہ طریقوں سے رقم بھیجا کرتے تھے کہ ان غرباء کو خبر ہی نہیں ہوتی تھی کہ یہ رقم کہاں سے آتی ہے؟ مگر جب

www.waseemziyai.com

آپ کا وصال ہوگیا تو غریبوں کو پتا چلا کہ یہ حضرت امام زین العابدین کی سخاوت تھی۔ آپ کے تہجد اور نوافل کی کثرت اور راتوں کو آپ کی آہ وزاری اور گریہ و بے قراری ہی کی وجہ سے تمام امت نے آپ کو ''زین العابدین'' کے لقب سے پکارنا شروع کردیا اور بلاشبہ آپ اس عظیم الشان لقب کے اہل و مستحق ہیں۔ اللہ اکبر! سچ ہے۔

عطار ہو رومی ہو، رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

میں نے بغداد کیوں چھوڑا

حافظ ابوالعباس سراج خُراسانی بڑی شان کے محدّث تھے۔ ان کو حضور اقدس ﷺ سے بڑی والہانہ محبت تھی۔ چنانچہ بارہ ہزار ختم قرآن مجید پڑھ کر انہوں نے بارگاہ رسالت میں ایصال ثواب کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام سے بارہ ہزار قربانیاں کیں۔ انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان میں ایک سیڑھی لگی ہے اور میں ۹۹ سیڑھیوں پر چڑھ گیا تھا۔ تمام معبرین نے اس خواب کی تعبیر دی کہ تمہاری عمر ۹۹ برس کی ہوگی۔ چنانچہ واقعی انہوں نے ۹۹ برس کی عمر پائی۔

ابوالولید حسان فقیہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے بغداد کی سکونت کیوں چھوڑ دی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے بھائی بغداد میں پچاس برس تک رہے مگر جب ان کا انتقال ہوا اور جنازہ نکلا تو محلے میں کسی نے پوچھا کہ یہ کس کی میت ہے تو ایک شخص نے کہا کہ ایک پردیسی مر گیا ہے۔ یہ سن کر میں نے انا للہ پڑھا کہ افسوس پچاس برس بغداد کی سکونت اور علم و تجارت میں شہرت کے باوجود یہ کہا جا رہا ہے کہ ''ایک پردیسی مر گیا ہے'' یہ جملہ سن کر مجھے بغداد والوں سے ایسی نفرت پیدا ہوگئی کہ میں نے ہمیشہ کے لیے بغداد کو خیر باد کہہ کر سکونت ترک کردی۔ ربیع الآخر ۳۱۳ھ میں آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ (رحمۃ اللہ علیہ) (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۷۰)

www.waseemziyai.com

ابونواس کی مغفرت

محمد بن نافع فرماتے ہیں کہ میں نینداور بیداری کے درمیان غنودگی کے عالم میں تھا کہ میں نے ابونواس شاعر کو اس کی موت کے بعد دیکھا۔ جو بہت ہی بدعمل اور نہایت ہی بدکردار شاعر تھا۔ میں نے ابونواس سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا انجام ہوا۔؟ تو اس نے جواب دیا کہ میرے پاس اور تو کوئی نیک اعمال کا ذخیرہ تھا ہی نہیں لیکن میرے چار اشعار جو تمہارے تکیہ کے نیچے ہیں۔ یہی میری مغفرت کا سامان بن گئے۔ اور ارحم الراحمین نے اپنی رحمت سے مجھے بخش دیا۔ محمد بن نافع کا بیان ہے کہ میں نے خواب سے بیدار ہو کر جلدی جلدی اپنا تکیہ اٹھایا تو اس کے نیچے ایک پرچہ پر یہ چار شعر لکھے ہوئے تھے:

(۱) یَا رَبِّ اِنْ عَظُمَتْ ذُنُوْبِیْ کَثِیْرَۃً
فَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ عَفْوَكَ اَعْظَمُ

(۲) اِنْ كَانَ لَا يَرْجُوْكَ اِلَّا مُحْسِنٌ
فَبِمَنْ يَلُوْذُ وَ يَسْتَجِيْرُ الْمُجْرِمُ

(۳) اَدْعُوْكَ رَبِّ كَمَا اَمَرْتَ تَضَرُّعًا
فَاِذَا رَدَدْتَّ يَدِیْ فَمَنْ ذَا يَرْحَمُ

(۴) مَالِیْ اِلَيْكَ وَسِيْلَةٌ اِلَّا الرَّجَاءَ
وَجَمِيْلُ عَفْوِكَ ثُمَّ اَنِّیْ مُسْلِمُ

ترجمہ: (۱) اے میرے پروردگار اگرچہ کثرت کے لحاظ سے میرے گناہ بہت ہی بڑے اور زیادہ ہیں لیکن مجھے اس بات کا یقین ہے کہ تیرا عفو وکرم میرے گناہوں سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔

(۲) اگر صرف نیکوکار ہی تجھ سے امیدوار ہو تو پھر خطا کار کس کی پناہ ڈھونڈے اور کس کی بارگاہ امن میں اپنا ٹھکانہ طلب کرے۔

www.waseemziyai.com

(۳) اے میرے رب! میں تیرے حکم کے مطابق تجھ سے گڑگڑا کر دعا مانگتا ہوں۔ اب اگر تو ہی میرے دست سوال کو ٹھکرا دے گا تو پھر کون ہے جو مجھ پر رحم فرمائے گا۔

(۴) تیرے دربار میں میرا بجز اس کے کوئی وسیلہ نہیں کہ مجھے تجھ سے امید واری اور تیرا عفو وکرم بہت ہی اچھا ہے۔ پھر اس کے بعد اتنا وسیلہ اور ہے کہ میں مسلمان ہوں۔

(شرح الصدور ص۱۲۲)

تبصرہ: اس میں شک نہیں کہ ابونواس شاعر بہت ہی بدعمل تھا۔ اور لوگ اس کو اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے بہت ہی حقارت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔ مگر غور فرمائیے کہ محض چار اشعار خداوند غفار وستار کے دربار میں مقبول ہو گئے۔ تو یہی اس کی مغفرت کا ذریعہ بن گئے۔ اور اَرْحَمَ الرَّاحِمِین نے اس کو اپنی مغفرت سے سرفراز فرما دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ مغفرت کا دارومدار خداوند قدوس کے دربار میں اعمال کی مقبولیت اور اس کے فضل وکرم پر ہے۔ کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

رحمت حق بہا' نہ می جوید رحمت حق بہانہ می جوید

یعنی خدا کی رحمت مغفرت کے لیے بہانہ ڈھونڈھتی ہے۔ خدا کی رحمت مغفرت کی قیمت نہیں طلب کرتی ہے۔ بعض اعمال دیکھنے میں بہت حقیر اور معمولی نظر آتے ہیں مگر بندہ جب للّٰہیت اور خلوص نیت کے ساتھ اس پر عمل کرتا ہے اور خداوند کریم کو وہ عمل پسند ہو جاتا ہے اور وہ اپنے فضل وکرم سے اس عمل کو قبول بھی فرما لیتا ہے تو وہ حقیر اور چھوٹا سا عمل ہی اس بندے کے لیے ذریعہ نجات و باعث مغفرت بن جاتا ہے۔ احادیث کریمہ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ ایک آدمی نے راستہ چلتے ہوئے یہ دیکھا کہ ایک خاردار درخت کی ٹہنی راستہ پر پڑی ہوئی ہے اس نے اس خیال سے کہ کسی مومن کو کانٹا نہ چبھ جائے۔ اس خاردار ٹہنی کو راستہ سے ہٹا دیا۔ اس کا اتنا ہی عمل خیر خداوند کریم کو پسند ہو گیا اور مولیٰ کریم نے اس بندے کی مغفرت فرما دی۔

بہر حال مومن کو چاہیے کہ کسی نیک عمل کو حقیر سمجھ کر ترک نہ کرے بلکہ ہر عمل خیر کو کرتا ہی رہے نہ معلوم بندے کا کون سا عمل ارحم الراحمین کو پسند آ جائے اور مغفرت کا ذریعہ بن

www.waseemziyai.com

جائے۔

اللہ کی دین ہے جسے دے　　میراث نہیں ہے بلند نامی

روتے روتے نابینا ہو گئے

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ایک بہت جلیل القدر شاگرد ''یزید بن ہارون واسطی'' ہیں۔ ان کے بارے میں ''علی مدینی'' فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یزید ہارون سے بڑھ کر کسی کو حدیثوں کا حافظ نہیں دیکھا۔ یزید بن ہارون اپنی علمی جلالت کے ساتھ ساتھ ذوق عبادت میں بھی اپنے دور کے عدیم المثال ہی تھے۔ ان کی آنکھیں بڑی خوبصورت تھیں۔ مگر خوف خداوندی سے دن رات اس قدر رویا کرتے تھے کہ مستقل طور پر ان کی آنکھوں میں آشوب چشم کی شکایت رہنے لگی۔ یہاں تک کہ آنکھوں کی خوبصورتی اور روشنی دونوں جاتی رہی۔ ان کی عبادت کی کثرت کے بارے میں علی بن عاصم محدث کا بیان ہے کہ یہ پوری رات ہمیشہ جاگتے اور نوافل پڑھتے رہتے تھے۔ اور اپنے استاذ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی طرح تقریباً چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے رہے۔ ایک مدت تک بغداد میں حدیث کا درس دیتے رہے۔ پھر آخری عمر میں اپنے وطن واسط چلے گئے۔ اور سن ۲۰۶ھ یا ۲۱۷ھ میں وصال فرمایا۔ (رحمۃ اللہ علیہ) (تذکرۃ الحفاظ)

تبصرہ: فقہاء و محدثین ہوں یا صوفیاء و عابدین تمام خاصان خدا کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ خوف الٰہی سے بکثرت رویا کرتے تھے۔ راتوں کو جاگ کر خدا کی عبادت کرنا' اور خوف خداوندی سے تنہائی میں گڑگڑا کر رونا' اس کی فضیلت کوئی حضور سید المرسلین امام النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے۔ کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری ساری رات نفل نمازوں میں کھڑے رہتے۔ یہاں تک کہ پائے مبارک میں ورم آ جاتا تھا۔ اور خوف وخشیت ربانی سے باربار رویا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهُ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ یعنی جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ جائے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عرش کے سایہ رحمت کے نیچے سایہ عطا فرمائے گا۔ جس دن کہ اس کی رحمت کے سایہ

www.waseemziyai.com

کے سوا دوسرا کہیں کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

یہ حقیقت ہے کہ خوفِ خداوندی سے رونے والے کا ایک قطرۂ آنسو دیکھنے میں تو وہ آنسو کا ایک قطرہ ہے۔ مگر درحقیقت وہ رحمتِ الٰہی کا ایک سمندر ہے جو گناہوں کے لاکھوں دفتر کو دھونے کے لیے کافی ہے۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جو خدا کے ڈر سے بار بار اور زار و قطار روتے رہتے ہیں۔ کاش! خداوند کریم ہم گناہگاروں کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اللہ اللہ! یزید بن ہارون واسطی کتنے بڑے قسمت کے سکندر تھے۔ کہ انہوں نے خوفِ خداوندی سے روتے روتے آنکھوں کی خوبصورتی اور روشنی کو قربان کر دیا۔ تو خداوند عالم نے ان کو نورِ بصیرت عطا فرما دیا۔ کہ اپنی معرفت کی دولت سے انہیں مالا مال فرما دیا اور عرش سے فرش تک ساری کائنات عالم وان کے پیشِ نظر کر دیا۔ کیا خوب فرمایا حضرت مولانا رومی علیہ الرحمہ نے اپنی مثنوی شریف میں:

لوح محفوظ است پیش اولیاء   از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

یعنی لوحِ محفوظ اولیاء اللہ کے سامنے ہو جاتا ہے جس میں لکھے ہوئے علوم و معارف ہر قسم کی خطا سے محفوظ ہیں۔ سبحان اللہ! لوحِ محفوظ جس میں ہر چھوٹی بڑی بات اور ماضی و حال و مستقبل کے سارے حالات من جانب اللہ تحریر ہیں۔ وہ جن کی نگاہوں کے پیشِ نظر ہوں۔ بھلا ان کے علوم و معارف کا کیا عالم ہوگا؟ اور پھر ان کے تصرفات و کرامات کی بادشاہی اور شہنشاہی کی کیا شان ہوگئی؟ کیوں نہ ہو کہ:

ولایت، پادشاہی، علم اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نقطۂ ایماں کی تفسیریں

نمازی پر بھڑوں کا چھتہ

قاضی امام ابو یوسف و امام محمد (شاگردان ابوحنیفہ رحمہم اللہ) کے ایک مایۂ ناز و قابلِ فخر شاگرد رشید معلّٰی بن منصور رازی بہت ہی صداقت شعار اور پرہیزگار بزرگ اور اعلیٰ درجہ

کے نمازی تھے۔نمازوں میں ان کے خضوع وخشوع اور توجہ الی اللہ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ عین نماز کی حالت میں ان کے سر پر بھڑوں کا چھتہ گر پڑا۔غضب ناک بھڑوں نے ان کو ڈنک مارنا شروع کر دیا۔مگر یہ انتہائی استغراق کے عالم میں بدستور نماز میں مشغول رہے آخراسی حالت میں نماز ختم کی۔جب یہ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ بھڑوں کے ڈنک سے ان کے تمام سر میں ورم آ گیا تھا۔اصلی وطن رے تھا۔مگر یہ بغداد آئے تو یہیں کے ہوکر رہ گئے۔اور ۲۱۱ ہجری میں بغداد ہی کے اندر وفات پا کر مدفون ہوئے۔(تہذیب التہذیب)

نماز میں پیشانی پر بھڑ

احمد بن اسحاق محدث کا بیان ہے کہ میں نے حافظ الحدیث محمد بن نصر مروزی فقیہ سے زیادہ اچھی نماز پڑھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ایک مرتبہ حالت نماز میں ان کی پیشانی پر ایک بھڑ بیٹھ گئی اور اس نے اس قدر ڈنک مارا کہ ان کی پیشانی پر خون بہ نکلا۔مگر کیا مجال کہ ان کے خضوع وخشوع میں بال برابر فرق پیدا ہو۔اس حالت میں بھی پورے سکون واطمینان کے ساتھ نماز میں مشغول رہے اور ذرا بھی حرکت نہیں کی۔۲۹۴ھ میں وصال فرمایا۔

(تہذیب التہذیب)

تبصرہ: ان دونوں واقعات کو پڑھ کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور فرط حیرت سے سر دھننے کو جی چاہتا ہے کہ واللہ ان علماء سلف کی نمازوں میں استغراق اور حضوری کی کیفیت کا وہ عالم تھا کہ آج کل کے ہمارے مولویوں کو اس کا تصور بھی دشوار ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ نماز تو درحقیقت ان ہی بزرگوں کی نماز تھی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقدس ارشاد کے مطابق تھی کہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَرَاهُ فَاِنَّكَ يَرَاكَ یعنی تم اپنے ربّ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اپنے ربّ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم کو اس حد تک حضوری نہ ہو تو کم از کم اتنا ہی دھیان رکھو کہ وہ ربّ تمہیں دیکھ رہا ہے۔(تہذیب التہذیب)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ واقعی وہی نماز سچ مچ نماز کہلانے کی مستحق ہے جس میں نمازی

www.waseemziyai.com

کی کمال خضوع وخشوع سے یہ کیفیت پیدا ہو جائے کہ بھڑ کا ڈنک تو کیا چیز ہے؟ تلوار کی مار کا بھی احساس نہ ہو کسی شاعر نے اسی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے خوب فرمایا ہے کہ:

نماز وہ ہے جو سینوں میں بجلیاں بھر دے
نہ وہ کہ صرف رکوع و قیام بن کے ہی

مگر آج کل کے ہم مولویوں کی وہ نماز کہ ''سر سجدے میں دل دغا بازی میں'' اس کے لیے تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ:

وہ سجدہ تو سجدہ ہوا ہی نہیں — کہ سر جھک گیا دل جھکا ہی نہیں

خالق کائنات ہم پر اپنا فضل وکرم فرمائے اور ہماری پیشانیوں میں سجدوں کی ایسی لذت بخش دے کہ بوقت نماز ہمارے دل و دماغ کے گوشے گوشے میں حضور مع اللہ کی تجلیوں سے ایسی بجلیاں پیدا ہو جائیں کہ ہمیں نماز کا سرور جاوداں حاصل ہو جائے۔ اور بدن کی بوٹی بوٹی بلکہ بدن کا بال بال خدا کے جاہ وجلال کے نورانی تصور سے پر نور بلکہ نور علیٰ نور ہو جائے۔ ورنہ ہماری ان نمازوں کو دیکھ کر تو کسی حق گو شاعر نے جو کچھ کہا ہے وہ ایک ایسی حقیقت کا اظہار ہے جو آفتاب نصف النہار کی طرح عالم آشکار ہے کہ:

نہیں ہے جوش بلالی وحیدری تجھ میں — ستم ہے اپنی نمازوں پہ گر تو ناز کرے
خودی کو چھوڑ کے محو نمازیوں ہو جا — کہ خود نماز ہی تیری ادا پہ ناز کرے

نمازی یا ستون

مشہور محدث منصور بن معتمر کوفی کی علمی عظمت کا یہ عالم ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل وعبدالرحمٰن بن مہدی وعلی مدینی وغیرہ حدیثوں کے پہاڑوں نے یہ شہادت دی کہ اپنے دور میں کوفہ کے سب سے ثقہ اور اعلیٰ محدث ''منصور بن معتمر'' ہیں۔ ان کی نماز کے بارے میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ اگر تم منصور بن معتمر کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تو یہ سمجھتے کہ بس ابھی ان کا انتقال ہو جائے گا۔ داڑھی سینے سے لگی ہوئی انتہائی استغراق کے عالم میں رات بھر نماز میں مشغول رہتے۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب منصور بن

www.waseemziyai.com

معتمر کا انتقال ہو گیا تو ان کے پڑوسی کی ایک چھوٹی لڑکی نے اپنے باپ سے پوچھا کہ ابا جان! ہمارے پڑوسی کی چھت پر ایک ستون تھا وہ کب گر گیا؟ بچی کے اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ منصور بن معتمر دن میں کبھی چھت پر نہیں چڑھتے تھے۔ صرف رات کو چھت پر کھڑے ہو کر ساری رات نماز پڑھا کرتے تھے۔ تو وہ بچی جو رات کو اپنی چھت پر سوتی تھی۔ تو یہ سمجھتی تھی کہ یہ کوئی ستون ہے۔ آپ رات بھر جاگتے تھے مگر اپنی شب بیداری کو چھپانے کے لیے صبح کو آنکھوں میں سرمہ لگا کر اور چہرے پر تیل کی مالش کر کے اس شان سے درسگاہ میں بیٹھا کرتے تھے کہ گویا پوری رات آرام سے سوتے رہے ہیں۔ نماز کے علاوہ آپ کی باکرامت عبادت کا ایک منظر یہ بھی ہے کہ آپ ساٹھ برس تک روزانہ ہمیشہ روزہ دار رہے۔ اور ہر رات تہجد گزاری اور گریہ وزاری میں گزار دی۔ (طبقات شعرانی)

تبصرہ: اللہ اکبر! ان نمازیوں اور ان کی نمازوں کی عظمتِ شان کا کیا کہنا؟

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ اٹھتی تھی
ترستے ہیں اسی سجدے کو منبر و محراب

درود شریف کا وظیفہ

حضرت سفیان ثوری محدث رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے طواف کعبہ کے دوران ایک شخص کو دیکھا کہ وہ درود شریف کے سوا کوئی بھی دعا نہیں پڑھتا تھا اور وہ ہر قدم پر ایک بار درود شریف پڑھ کر دوسرا قدم اٹھاتا تھا۔ آخر مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم تسبیح، تہلیل، تکبیر، سب کچھ چھوڑ کر ہمیشہ صرف درود شریف ہی کیوں پڑھتے رہتے ہو؟ میرا یہ سوال سن کر وہ چونکا کہ تم کون ہو؟ جب میں نے اس کو بتایا کہ میں سفیان ثوری محدث ہوں۔ تو وہ شخص بالکل باادب ہو گیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ اپنے وقت کے ایک عظیم الشان محدث اعظم نہ ہوتے تو میں اپنا یہ راز ہرگز ہرگز آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ واقعہ یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ اپنے والد کے ہمراہ حج کے لیے چلا۔ اچانک ایک منزل پر میرا باپ بیمار ہو کر وفات پا گیا۔ اور ایک دم اس کا چہرہ بالکل سیاہ آنکھیں نیلی اور شکم بھری مشک کی

www.waseemziyai.com

طرح پھول گیا۔ میں اپنے باپ کی یہ بگڑی ہوئی شکل دیکھ کر رونے لگا۔ اور روتے روتے سو گیا۔ ناگہاں میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت ہی نورانی صورت والے بزرگ تشریف لائے اور میرے باپ کے چہرے اور شکم پر ہاتھ پھیر دیا۔ ان کا چہرہ نہایت ہی حسین و جمیل ہو کر چمکنے لگا۔ اور شکم کا ورم بالکل ختم ہو کر اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ پھر میں خواب ہی میں ان بزرگ کی چادر پکڑ کر مچل گیا کہ للہ! مجھے آپ یہ بتا دیجئے کہ آپ کون ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں ''محمد رسول اللہ'' ہوں۔ تمہارا باپ بہت ہی بدکار تھا۔ مگر وہ درود شریف بکثرت پڑھا کرتا تھا۔ اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے مرتے وقت اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ اور صورت بگڑ گئی لیکن مرتے وقت اس نے مجھ سے فریاد کی تو میں اس کی فریاد رسی کے لیے آ گیا ہوں۔ اور میں ہر مسلمان کا فریاد رس ہوں جو دنیا میں مجھ پر درود شریف پڑھتا رہے گا۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ میرے باپ کا چہرہ روشن ہو کر چمک رہا ہے اور شکم کا ورم بالکل ختم ہو گیا ہے۔ اس واقعہ سے میں اس قدر متاثر ہوا کہ کسی حال میں بھی درود شریف کے سوا کچھ بھی نہیں پڑھتا۔ (روح البیان ج ۷ ص ۲۲۵)

تبصرہ: درود شریف کے وظیفہ کے فضائل و برکات کا کیا کہنا؟ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ یعنی بیشک اللہ اور اس کے فرشتوں کا یہ وظیفہ ہے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم لوگ ان پر درود پڑھو اور سلام بھیجو جیسا کہ سلام بھیجنے کا حق ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ۔

حدیث شریف میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ پر بکثرت درود شریف پڑھتا ہوں۔ تو میں دن رات کا کتنا حصہ درود خوانی میں صرف کروں؟ تو ارشاد فرمایا کہ تم جس قدر چاہو۔ میں نے عرض کیا کہ کیا چوتھائی حصہ میں درود شریف پڑھ لیا کروں؟ ارشاد فرمایا کہ تم جس قدر چاہو لیکن اگر اس سے زیادہ پڑھو گے تو تمہارے لیے

www.waseemziyai.com

بہتر ہی ہوگا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کیا نصف حصہ درود خوانی میں گزار دوں؟ تو ارشاد فرمایا کہ تم جتنے حصے میں چاہو مگر زیادہ کرو گے تو تمہارے حق میں بہتر ہی ہوگا۔ پھر میں نے کہا کہ کیا دو تہائی حصے میں درود شریف پڑھا کروں؟ تو فرمایا کہ تم جتنے حصے میں چاہو پڑھتے رہو۔ مگر جس قدر زیادہ درود شریف پڑھو گے تمہارے لیے بہتر ہی ہوگا۔ یہ سن کر میں نے کہہ دیا کہ یا رسول اللہ! میں اپنے تمام اوقات میں درود شریف ہی پڑھتا رہوں گا۔ تو ارشاد فرمایا کہ جب تو تمہارا ہر کام بن جائے گا اور تمہارے گناہوں کا کفارہ بھی ہو جائے گا۔ (مشکوۃ شریف ص ۸۶)

برادران ملت! یہی وجہ کہ بزرگان دین و علماء صالحین نے قسم قسم کے درود شریف پر "دلائل الخیرات" وغیرہ قسم کی کتابیں تصنیف فرمائیں اور مختلف صیغوں کے ساتھ ساتھ نئے نئے درود شریف کے مجموعے مرتب اور تیار کیے تاکہ امت رسول اس وظیفہ کریمیہ کے فیوض و برکات سے قیامت تک فیض یاب ہوتی رہے۔ مگر افسوس کہ تاریخ اسلام کا یہ کتنا خون رلانے والا حادثہ ہے کہ ۱۹۵۹ء میں راقم الحروف جب مدینہ طیبہ کی حاضری کی سعادت سے سرفراز ہوا تو یہ دیکھا کہ نجدی سپاہی مسجد نبوی شریف میں لوگوں کے ہاتھوں سے "دلائل الخیرات شریف" چھین چھین کر پھاڑ دیتے تھے اور لوگ مارے ڈر کے "دلائل الخیرات شریف" لے کر مسجد نبوی میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ ان ظالموں کی بے ادبی رسول اور وحشت و بربریت دیکھ کر مارے غصہ کے میرا خون گرم ہو گیا۔ اور آخر ایک منبر نبوی پر کھڑے ہو کر تقریر کرنے والے نجدی مولوی سے میری جھڑپ ہو ہی گئی' مگر خداوند عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ میرے سوالوں کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اور وہ کوئی شر بھی نہیں پیدا کر سکا۔ میرا ایمان ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے اپنے دامن نصرت و حمایت میں پناہ عطا فرما دی تھی۔ ورنہ اس نجدی مولوی سے بہت بڑے شر کا خطرہ تھا۔ جب کہ میں نے جوش غضب میں نجدی مولوی کا ہاتھ پکڑ کر اس کو منبر سے نیچے اتار دیا تھا۔ اور مسجد نبوی کی پولیس نے اس منظر کو دیکھ لیا تھا۔ خدا گواہ ہے کہ بالکل سچ فرمایا حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ:

www.waseemziyai.com

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللهِ نُصْرَتُهُ

اِنْ تَلْقَهُ الْاُسُدُ فِيْ آجَامِهَا تَجِم

یعنی جس شخص کو حضور اکرم ﷺ کی امداد و نصرت نصیب ہو جائے اگر بڑی تعداد میں شیر اپنی جھاڑی میں بھی اس شخص کا سامنا کریں گے تو شیروں کا غول اس شخص کی ہیبت و جلالت سے لرزہ براندام ہو کر بزدلی کرتے ہوئے بھاگ نکلے گا۔ کیا خوب فرمایا اعلیٰ حضرت قبلہ نے:

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

قل ھو اللہ کا ثواب

حماد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک رات مکہ مکرمہ کے قبرستان میں گیا اور ایک قبر پر اپنا سر رکھ کر سو گیا۔ تو میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ قبرستان والے گروہ کے گروہ ادھر سے ادھر آ جا رہے ہیں۔ تو میں نے دریافت کیا کہ کیا قیامت قائم ہو گئی؟ تو لوگوں نے کہا کہ نہیں لیکن ہمارے زندہ بھائیوں میں سے ایک شخص نے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان والوں کو بخشا ہے۔ تو ہم لوگ اسی ثواب کو ایک سال سے آپس میں تقسیم کر رہے ہیں۔ (شرح الصدور، ص ۱۳۰)

تبصرہ: سبحان اللہ! خداوند قدوس کے فضل عظیم کے قربان جائیے کہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ کی تلاوت پر اتنا کثیر و عظیم ثواب عطا فرما دیا کہ پورے قبرستان والے ایک سال سے اس ثواب کو تقسیم کر رہے ہیں مگر وہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ سچ فرمایا خداوند عالم جل جلالہ نے کہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (حدید:۲۱) یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنا فضل عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل بہت ہی بڑا ہے۔

اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ زندوں کا ایصال ثواب کس شان کے ساتھ قبرستان

www.waseemziyai.com

والوں کے پاس پہنچتا ہے۔ کاش مسلمان اس کی اہمیت کو سمجھتے۔ اور قبرستان والوں کو تلاوت یا کھانے وغیرہ پر فاتحہ دلا کر ایصال ثواب کرتے رہتے۔ مگر علماء دیوبند کی اس ستم ظریفی کا کہاں تک ماتم کیا جائے کہ سوئم' دسواں' چالیسواں' برسی کے ذریعے جو کچھ بھی ایصال ثواب کا سلسلہ مسلمانوں میں جاری تھا اس پر بھی حرام و بدعت کا فتویٰ لگا کر بند کیا جا رہا ہے! کوئی نہیں جو ان لوگوں سے یہ پوچھے کہ آخر فاتحہ کو بند کرنے کا انجام اس کے سوا اور کیا ہوگا؟ کہ لوگ جو اِن ذرائع کی بدولت کچھ نہ کچھ اموات کو ایصالِ ثواب کر دیا کرتے ہیں اور اپنے اسلاف کو یاد کر لیا کرتے ہیں وہ اس سے بھی کنارہ کش ہو جائیں گے۔ نہ اموات کو کوئی ثواب پہنچا کرے گا۔ نہ زندوں کو اپنے وفات پائے ہوئے اسلاف سے کوئی روحانی تعلق باقی رہے گا۔ اس لیے للہ! ان لوگوں کو چاہیے کہ مسلمانوں پر رحم کریں اور فاتحہ وغیرہ نیک کاموں کے خلاف زبانی و قلمی زہر پھیلا کر مسلمانوں میں اختلاف اور سر پھٹول کا سامان بھی پیدا نہ کریں۔ اور مسلمان زندوں اور مردوں کے روحانی تعلقات پر کلہاڑی چلا کر ان کے ودادو محبت کے روحانی رشتوں کو منقطع نہ کریں۔ بلکہ مسلمان جو دوسری بے شمار بدعات و خرافات کی لعنتوں میں گرفتار ہیں۔ اور سینما تھیٹر جوا' سٹہ بازی اور شادی بیاہ کی مشرکانہ رسموں سے برباد اور زیر بار ہیں۔ ان کے خلاف زبانی اور قلمی جہاد کر کے امت رسول کی اصلاح و فلاح کا انتظام کریں۔ ورنہ یاد رکھیئے

قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

سلطان عابد

خلفاء بنو العباس میں ''معتصم'' کا پوتا ''محمد'' جو ''مہتدی باللہ'' کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ زہد و عبادت میں تمام خلفاء بغداد سے ممتاز ہوا۔ خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ یہ شخص تخت خلافت پر بیٹھنے کے وقت سے شہادت کے وقت تک ہمیشہ روزہ دار ہی رہا۔ اس کے پاس بھیڑ کے بالوں کا ایک جبہ اور ایک کمبل تھا جس کو پہن اوڑھ کر یہ بادشاہ رات کو خدا کی

www.waseemziyai.com

عبادت کرتا۔ اور نمازیں پڑھا کرتا تھا۔ اور شاہی دستر خوان کا یہ حال تھا کہ ''ہاشم بن قاسم'' بیان کرتے ہیں کہ میں رمضان کی ایک شام کو خلیفہ مہتدی باللہ کے دستر خوان پر حاضر ہوا۔ تو بید کی بنی ہوئی ایک ڈلیا میں چند روٹیاں' زیتون کا تیل' نمک' سرکہ خلیفہ کے سامنے کھانے کے لیے رکھ دیا گیا۔ میں بھی شریک طعام ہو گیا۔ اور میں نے یہ سمجھا کہ یہ افطاری ہے ابھی کھانا اس کے بعد آئے گا۔ چنانچہ میں نے نہایت بے رغبتی کے ساتھ آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا کھانا شروع کر دیا۔ خلیفہ نے فرمایا کہ خوب اچھی طرح شکم سیر ہو کر کھالو۔ یہاں اس کے سوا دوسرا کوئی کھانا نہیں ہے۔ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ کیوں؟ اے امیر المؤمنین! آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں غرق فرما دیا ہے کہ آپ خزانۂ شاہی کے مالک و مختار ہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میرا معاملہ یہ ہے کہ میں نے یہ سوچا کہ خاندان بنو امیہ میں جب سلطنت تھی تو اس خاندان میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جس زہد و پرہیز گاری اور عبادت و تقویٰ شعاری کی حالت میں سلطنت کی' وہ تم کو معلوم ہی ہے تو مجھے بڑی غیرت محسوس ہوئی کہ میرے خاندان بنو ہاشم میں جب سلطنت آئی تو کوئی حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شان کا نہیں ہوا۔ تو میں نے اس طریقے کو اپنا لیا ہے۔ رجب ۲۵۶ھ میں ترکوں نے اس خلیفہ عادل کو شہید کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۵۱)

تبصرہ: زہد و پرہیز گاری' اور عبادت و تقویٰ شعاری بلاشبہ ہر شخص کے لیے باعث تعریف اور لائق مدح و ستائش ہے لیکن امراء و سلاطین جو عیش و تنعم کے ماحول میں پلے بڑھے۔ اور ان کے پاس دولت' طاقت' سلطنت اور ہر قسم کے لہو و لعب اور سامان عیش و عشرت ہوتے ہوئے جب وہ زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کی سعادت سے سرفراز ہو جائیں اور ہر قسم کے لہو و لعب اور سامان عیش پرستی پر لات مار کر زاہدانہ زندگی بسر کرتے ہوئے خدا کی عبادت کریں تو یقیناً یہ بہت ہی قابل تعریف اور بہت زیادہ لائق مدح و تحسین بات ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

تواضع زگردن فرازاں نکواست — گدا گر تواضع کند خوئے اوست

یعنی بلند مرتبہ رکھنے والے لوگ اگر تواضع اور انکساری کریں تو بہت ہی خوب اور

قابل تعریف بات ہے۔ ایک بھیک مانگنے والا فقیر اگر تواضع اور انکساری کرے تو یہ کون سی تعریف کی بات ہے؟ تواضع اور انکساری تو ہر بھکاری کی عادت ہی ہوتی ہے۔

گزشتہ تاریخ اسلام سے پتا چلتا ہے کہ اسلامی سلطنتوں کے بہت سے سلاطین و امرأ اس قدر عبادت گزار ہوئے ہیں کہ بڑے بڑے خانقاہ نشین پیروں اور درویشوں کو ان کے ریاضت و مجاہدہ اور زہد و تقویٰ پر رشک ہوتا تھا۔ مگر افسوس کہ اب قوم مسلم میں ایسا دردانگیز اور افسوس ناک انقلاب آ گیا کہ جس مسلمان کے پاس تمول و مال داری کی ہوا پہنچی وہ دینداری اور پرہیز گاری سے اس قدر برگشتہ ہو جاتا ہے کہ معاذ اللہ! اس کو خدا اور رسول سے گویا کوئی تعلق ہی نہیں رہ جاتا۔ ڈاکٹر اقبال نے اسی فتنۂ دین سوز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ:

جا کے مسجد میں جو ہوتے ہیں صف آرا تو غریب
زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب
امرأ نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملتِ بیضا غربا کے دم سے

رابعہ بصریہ علیہا رحمۃ اللہ کا ذوقِ نماز

منقول ہے کہ حضرت بی بی رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا روزانہ بلا ناغہ ایک ہزار رکعت نفل نماز پڑھا کرتی تھیں اور یہ فرمایا کرتی تھیں کہ میں ان نمازوں سے ثواب کی طلبگار نہیں ہوں۔ میں تو ان نمازوں کو صرف اس لیے پڑھتی ہوں کہ میرے محبوب اور خدا کے حبیب حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں اور میرے آقا قیامت میں تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ فرمائیں کہ دیکھو میری امت کی ایک عورت کا ایک دن رات میں اتنا اتنا عمل صالح ہے۔

(مستطرف ج ۱ ص ۷)

www.waseemziyai.com

تبصرہ: سبحان اللہ! حضرت بی بی رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا ذوقِ عبادت کتنا بلند تھا اور وہ محبت رسول کی کتنی بلندترین منزل پر فائز تھیں کہ صرف اپنے پیارے محبوب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لیے وہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتی تھیں۔ انہیں یہ حدیث معلوم تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ یعنی نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے پھر ان کے اس ایمان افروز اعتقاد کا کیا کہنا؟ کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ سے خوش ہو جائیں گے تو یقیناً خدا بھی ضرور مجھ سے خوش ہو جائے گا۔ کیونکہ عقائد اسلام کا یہ بہت درخشندہ عنوان ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ خدا کی رضا اور ناراضگی کا معیار اور اس کا دارومدار ہی اس پر ہے کہ جس سے رسول خوش ہو گئے اس سے خدا بھی خوش ہو گیا۔ اور جس سے رسول ناراض ہو گئے اس سے خدا بھی ناراض ہو گیا۔ کیا خوب فرمایا اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے کہ:

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

میں نماز پڑھوں تم باتیں کرو

مشہور عالم حدیث حضرت مسلم بن بشار رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر میں نوافل پڑھا کرتے تھے اور گھر والوں سے فرمایا کرتے تھے کہ میں جب نماز شروع کردوں تو تم لوگ خوب باتیں کیا کرو۔ میں نماز کی حالت میں کوئی بات سنتا ہی نہیں ہوں۔ چنانچہ جب مسلم بن بشار مکان میں داخل ہوتے تھے تو گھر والے بالکل خاموش رہتے تھے لیکن جب آپ نماز کی نیت باندھ لیتے تھے تو لوگ خوب آزادی سے بات چیت کیا کرتے تھے۔ نماز میں ان کے خضوع وخشوع اور کمالِ توجہ کا یہ عالم تھا کہ یہ ایک مرتبہ نماز میں مشغول ہو گئے اور گھر میں آگ لگ گئی۔ لوگ آگ بجھانے کے لیے دوڑ بھاگ شور غوغا' سب کچھ ہوا مگر ان کو ذرا

بھی خبر نہیں ہوئی اور یہ بدستور نماز میں مشغول رہے اور لوگوں نے آگ بجھا دی۔

(مستطرف ج ۱ ص ۷)

سر پر کبوتر

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب مسجد حرام میں نماز پڑھتے تھے۔ تو اتنا طویل قیام فرماتے تھے کہ کبوتر ان کو ستون سمجھ کر ان کے سر پر بیٹھ جاتے تھے۔ اسی طرح ابراہیم بن شریک محدث رحمۃ اللہ علیہ اتنا لمبا سجدہ کرتے تھے کہ چڑیا ان کی پشت پر اس طرح بیٹھتی اور کودتی پھدکتی پھرتی تھی کہ گویا وہ کسی ٹیلے یا دیوار پر بیٹھی ہوئی ہو۔

چہرے پر مکھیاں

نامور محدث خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ان کے چہرے پر کتنی مکھیاں کیوں نہ بیٹھ جائیں مگر یہ کبھی مکھیوں کو نہیں اڑاتے تھے۔ لوگوں نے حیرت سے پوچھا کہ آپ کیسے صبر کرتے ہیں؟ کہ اتنی مکھیاں آپ کے چہرے پر بیٹھی رہتی ہیں۔ اور آپ نہایت سکون کے ساتھ نماز میں مشغول رہتے ہیں اور کبھی بھی مکھیوں کو نہیں ہٹاتے۔ آپ نے فرمایا کہ جلاد فاسقوں' زانیوں' شرابیوں کو قاضی کے سامنے کوڑے مارتا ہے اور یہ فساق اتنا صبر کرتے ہیں کہ نہ ہاتھ پاؤں ہلاتے ہیں نہ ان لوگوں کی پیشانی پر بل آتا ہے۔ تو کیا میں خدا کے سامنے اتنا بھی صبر نہیں کر سکتا جو چہرے پر مکھیوں کے بیٹھ جانے سے پراگندہ خاطر ہو کر مکھیاں اڑانے کے لیے ہاتھ ہلاتا رہوں۔

تبصرہ: مذکورہ بالا تینوں واقعات کو پڑھ کر اندازہ لگائیے کہ سلف صالحین اور بزرگان دین کی توجہ الی اللہ کا کیا عالم تھا اور یہ لوگ کتنے حضور قلب کے ساتھ خدا کی عبادت کرتے تھے۔ اور ہمارا کیا حال ہے؟ کہ دنیا بھر کے خطرات وخیالات' نمازوں میں ہمارے سروں پر مسلط رہتے ہیں یہاں تک کہ ہم اپنے پروگراموں کی ترتیب اور تجارتوں کے منصوبے بھی نمازوں ہی میں تیار کرتے ہیں۔ اور تکبیر تحریمہ کے بعد ہمیں کبھی یہ خیال نہیں رہتا کہ ہم اس وقت احکم الحاکمین اور رب العالمین کے دربار میں اس کے سامنے اس کی عبادت کے لیے کھڑے

www.waseemziyai.com

ہوئے ہیں اور وہ ہمیں اور ہمارے خیالات کو دیکھ رہا ہے افسوس!

کیا تو نے نمازی! یہ کبھی غور کیا ہے ۔۔۔ کس واسطے اور سامنے کس کے تو کھڑا ہے
آداب خداوندی بھی کچھ تجھ کو ہیں ملحوظ ۔۔۔ یا منہ سے فقط کہتا ہے' اللہ بڑا ہے

جماعت چھوٹنے کا غم

مشہور بزرگ حضرت ''حاتم اصم'' رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آہ! میری جماعت چھوٹ گئی تو تعزیت کے لیے میرے پاس صرف ابو اسحاق بخاری اکیلے آئے ہیں۔ اور اگر میرا لڑکا مر گیا ہوتا تو دس ہزار سے زیادہ آدمی میرے پاس تعزیت کے لیے آئے ہوتے۔ افسوس کہ مسلمانوں کی نظر میں دین کی مصیبت دنیا کی مصیبت سے کم نظر آنے لگی۔ حالانکہ سلف صالحین کا یہ طریقہ تھا کہ اگر ان کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جاتی تھی تو تین دن تک لوگ ان کی تعزیت کے لیے جایا کرتے تھے۔ (مستطرف ج ۱ ص ۸)

تبصرہ: حضرت حاتم اصم کی اس تقریر کو پڑھ کر سوچئے کہ علماء سلف اور پرانے بزرگوں کی نگاہ ایمان میں نماز تو نماز' جماعت تو جماعت' تکبیرہ اولیٰ کا کتنا اہتمام تھا؟ اور دین ان کی نظروں میں کتنا عزیز اور پیارا تھا۔ کہ کسی کی میت ہونے پر بھی اتنی اہمیت کے ساتھ تعزیت نہیں کی جاتی تھی۔ جتنی جماعت اور تکبیر اولیٰ کے فوت ہونے کی تعزیت و ماتم پرسی کی جاتی تھی۔ اور ذرا اپنے دور کی زبوں حالی پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے کہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ سب کچھ چھوٹ جانے کو مسلمان نہ تو اپنے لیے مصیبت سمجھتے ہیں۔ نہ دوسرے لوگ اس کو مصیبت سمجھ کر ان مصیبت زدوں کی تعزیت کرتے ہیں بلکہ توبہ' نعوذ باللہ اب تو ایسا دور آ گیا ہے کہ بہت سے مسلمان کہلانے والے روزہ و نماز اور حج و زکوٰۃ کو مصیبت سمجھنے لگے ہیں۔ اگر بیچارے دیندار علماء حق ان بے لگاموں کو کچھ نصیحت کرتے ہیں تو یہ گستاخ و بدلگام انتہائی غضب ناک ہو کر اور منہ بگاڑ کر یہاں تک کہہ دیا کرتے ہیں توبہ معاذ اللہ! کہ:

''تم داڑھی والے نمازی مولویوں سے ہم داڑھی منڈے بے نمازی اچھے ہیں''

www.waseemziyai.com

اور پھر غریب مولویوں کو یہ فرعونیت مآب مالدار جہلاء ایسی ایسی جلی کٹی صلواتیں سناتے ہیں کہ الامان! الامان! غریب علماء ان جاہلوں اور فاسقوں کی گالیاں سن کر بھلا اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ:

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر — اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمد — آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حج میں

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے اس خیال سے بڑی شرم آتی ہے کہ میں خداوند تعالیٰ سے کس طرح ملاقات کروں گا؟ حالانکہ میں اس کے گھر (کعبہ) تک کبھی پیدل چل کر نہیں آیا۔ اس کے بعد بیس مرتبہ آپ مدینہ منورہ سے مکہ [illegible]مہ پیدل چل کر حج کے لیے آئے۔ منقول ہے کہ حرم الٰہی میں پہنچ کر آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز "تحیۃ الطّواف" پڑھ کر آپ نے اپنے رخسار کو مقام ابراہیم پر رکھ دیا اور زار و قطار روتے ہوئے اس طرح دعا مانگنے لگے' کہ اے میرے رب! تیرا حقیر بندہ تیرے دروازے پر ہے۔ تیرا خادم تیرے دروازے پر ہے۔ تیرا بھکاری تیرے در پر ہے۔ تیرا مسکین تیرے دروازے پر ہے۔ بار بار بکثرت ان ہی الفاظ کو دہراتے رہے اور روتے رہے۔ پھر آپ جب حرم شریف سے باہر نکلے تو آپ کا گزر ایسے چند مسکینوں کے پاس ہوا جن کے پاس روٹیوں کے ٹکڑے تھے۔ اور وہ لوگ اس کو کھا رہے تھے۔ تو آپ نے ان مسکینوں کو سلام کیا۔ اور جب ان مسکینوں نے آپ کو کھانے کے لیے بلایا تو آپ فوراً ہی بلا تکلف ان مسکینوں کے دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ اگر یہ روٹیوں کے ٹکڑے صدقہ کے نہ ہوتے تو میں ضرور تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتا مگر چونکہ ہم آلِ رسول ہیں اور ہمارے لیے صدقہ کا مال کھانا حرام ہے۔ اس لیے میں ان کو نہیں کھا سکتا۔ پھر آپ ان مسکینوں کو اپنے ہمراہ اپنی قیام گاہ پر لائے۔ اور ان سب کو کھانا کھلایا۔ اور سب کو کچھ درہم عطا فرما کر رخصت کیا۔ (مستطرف ج ۱ ص ۱۲)

www.waseemziyai.com

تبصرہ: اس نورانی واقعہ میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے ذوقِ عبادت' ان کے خوف وخشیتِ خداوندی' گریہ وزاری' مسکین نوازی' اخلاق کریمانہ' سخاوت' تواضع وغیرہ کی ایسی ایسی ایمان افروز تجلیاں ہیں کہ جن کی روشنی میں امام ممدوح کو دیکھنے والا اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اَللّٰھُمَّ اَنَّکَ مِنْ اَوْلَادِ الرَّسُوْلِ یعنی میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اے امام حسن! آپ بلاشبہ آلِ رسول اور فرزندِ بتول ہیں۔

اللہ اکبر! کون مسلمان نہیں جانتا کہ حضرت امام حسن وحضرت امام حسین کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بشارتِ عظمیٰ عطا فرمائی ہے کہ یہ دونوں جوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں۔ مگر خود ایک اعلیٰ جنتی ہونے کے باوجود ان کا ذوق عبادت اور خوف وخشیت یقیناً ساری امت کے لیے درسِ عبرت ہے۔ مگر افسوس کہ:

کیا تماشا ہے کہ اب ناقہ سوارانِ عرب
پیروی کرتے ہیں یورپ کے حدی خوانوں کی

ستر برس کی عبادت اور ایک روٹی

منقول ہے کہ ایک عابد ستر برس سے اپنی خانقاہ میں عبادت کرتا تھا۔ اچانک ایک رات شدید سردی میں ایک خوبصورت عورت نے عابد کا دروزاہ کھٹکھٹایا۔ عابد نے دروازہ کھولا۔ اور عورت کو دیکھتے ہی اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گیا۔ اور اس کو اپنی خانقاہ میں پناہ دی لیکن نفس امارہ کو قابو میں نہیں رکھ سکا۔ اور مسلسل سات رات اس کے ساتھ گناہ میں مبتلا رہا۔ پھر اس عابد کو یہ احساس ہوا کہ ہائے افسوس! میں نے ستر برس کی عبادت کو سات راتوں کے گناہ سے غارت و برباد کر دیا۔ یہ خیال آتے ہی وہ اس قدر پھوٹ پھوٹ کر رویا کہ روتے روتے بیہوش ہو گیا۔ آخر جب ہوش آیا۔ تو عورت نے کہا کہ اے شخص! خدا کی قسم میں نے تیرے سوا اور کسی کے ساتھ یہ گناہ نہیں کیا ہے اور تو نے بھی میرے سوا اور کسی کے ساتھ یہ گناہ نہیں کیا ہے اور میں تیرے چہرے پر صالحین کی نشانی دیکھ رہی ہوں۔ لہٰذا میری تجھ سے اتنی درخواست ہے کہ جب پھر تجھ پر تیرے مولیٰ کا فضل و کرم ہو جائے اور

عبادت میں مشغول ہو جائے تو مجھ گناہگار عورت کو بھی دعا میں یاد کر لینا۔ عابد اپنے گناہ پر انتہائی پشیمان اور پریشان ہو کر توبہ کرتے ہوئے خانقاہ سے جنگل کی طرف بھاگ نکلا اور رات کو ایک ویرانے میں ٹھہرا۔ جہاں دس اندھے انسان رہتے تھے۔ اور ایک راہب روزانہ اندھوں کو ایک روٹی دیا کرتا تھا۔ حسب عادت راہب کا غلام دس روٹیاں لے کر آیا۔ عابد نے بھی اس کے آگے ہاتھ پھیلا دیا۔ اور ایک روٹی لے لی۔ ایک اندھے کو روٹی نہیں ملی۔ اس نے غلام سے تقاضا کیا کہ میری روٹی تم نے آج کیوں نہیں دی؟ غلام نے کہا کہ میں دس روٹیاں تم لوگوں پر تقسیم کر چکا اندھوں کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ایک دوسرا شخص بھی ہم لوگوں میں شامل ہو گیا ہے اور اس نے ایک اندھے کی روٹی لے لی ہے۔ اندھا غریب بھوکا رہ گیا۔ پھر عابد کے ضمیر نے جھنجھوڑا کہ افسوس ایک اندھا جو خدا کا نیک بندہ ہے وہ بھوکا رہے اور میں گناہ کا پتلا ہوتے ہوئے پیٹ بھر کھاؤں؟ عابد نے یہ سوچ کر اپنی روٹی اندھے کو دے دی۔ اور خود بھوکا پڑا رہا۔ یہاں تک کہ بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ اب کے مرتے ہی رحمت اور عذاب کے فرشتے اتر پڑے اور بحث کرنے لگے رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ شخص توبہ کر چکا ہے۔ لہٰذا ہم اس کو ارحم الراحمین کے جوارِ رحمت میں لے جائیں گے اور عذاب کے فرشتوں نے کہا کہ یہ گناہگار ہے لہٰذا ہم اس کو جبار و قہار کے دربار میں بحیثیت ایک مجرم کے پیش کریں گے۔ یہ بحث جاری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم اس کی ستر برس کی عبادت کو سات رات کے گناہوں سے تول کر دیکھو کہ کون سا پلہ بھاری رہتا ہے؟ جب فرشتوں نے وزن کیا تو سات رات کے گناہوں کا پلہ ستر برس کی نیکیوں سے بھاری نکلا۔ پھر ارحم الراحمین نے فرمایا کہ اچھا اب تم لوگ اس کے سات راتوں کے گناہ کو اس روٹی سے وزن کرو جو اس نے خود بھوکے رہ کر اندھے کو دے دی تھی۔ جب فرشتوں نے وزن کیا تو ایک روٹی کا پلہ سات رات کے گناہوں سے بھاری نکلا۔ اور یہ شخص رحمت کے فرشتوں کے حوالے کر دیا گیا۔ اور ارحم الرحمین نے اس کی توبہ قبول فرما کر اس کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرما دی تھی۔

(مستطرف ج ۱ ص ۱۰)

www.waseemziyai.com

تبصرہ: اس حکایت سے یہ روشنی ملتی ہے کہ عابد کتنا ہی بڑا عبادت گزار کیوں نہ ہو مگر اس کو ہر وقت خوفِ خداوندی سے خائف اور لرزہ براندام رہنا چاہیے کہ نہ معلوم میرا انجام اور خاتمہ کیسا ہوگا؟ نہ معلوم کب شیطان حملہ کر دے گا؟ اور نہ معلوم کہ نفس امارہ کے ہاتھوں سے کن کن گناہوں میں مبتلا اور ملوث ہو جاؤں گا؟ ہر وقت خدا سے ڈر کر اچھے خاتمہ کی دعا کرنا چاہیے اور ہرگز ہرگز اپنی عبادات اور نیکیوں پر گھمنڈ اور غرور نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت خواجہ مرزا مظہر جانِ جاناں نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ:

برنماز روزہ برسوز و سازِ خود مناز — یار بے پرداست ہرگز بر نیازِ خود مناز
انفعال جرم بہتر از غرورِ طاعت است — مظہرؔ اے دور از حقیقت بر نمازِ خود مناز

یعنی اپنے روزہ نماز اور اپنے سوز و ساز پر ہرگز نازمت کر یار (خدا) بے پروا ہے۔ لہٰذا تو اپنی نیازمندی پر نازمت کر۔ گناہ پر شرمندہ ہونا نیکی کے گھمنڈ سے بہت اچھا ہے۔ اے مظہر جو حقیقت سے دور ہے تو اپنی نماز پر نازمت کر۔ اس حکایت سے ایک دوسرا سبق یہ بھی ملتا ہے کہ آدمی خود بھوکا رہ کر کسی بھوکے لاچار مسلمان کو کھانا کھلا دے اس کا بہت ہی بڑا اجر و ثواب ہے۔ غور کیجئے کہ سات راتوں کا گناہ جس کا پلہ ستر برس کی عبادت سے بھاری تھا۔ وہ ایک روٹی کے مقابلے میں ہلکا پڑ گیا۔ اور یہی ایک روٹی عابد کے لیے نجات کا ذریعہ بن گئی۔ کیوں نہ ہو کہ یہ دونوں عالم کے مختار محبوب پروردگار اور ان کے اہلِ بیت اطہار کا مبارک طریقہ ہے۔ آپ نے بارہا سنا ہوگا کہ:

بھوکے رہتے تھے خود اوروں کو کھلا دیتے تھے
کیسے صابر تھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھرانے والے

جعفر بن نصر کی ایک دعا

سیدی جعفر نصر خلدی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بہت باکمال عالم اور نہایت ہی باکرامت ولی تھے۔ دن رات کی عبادت و ریاضت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ ساٹھ مرتبہ حج کے لیے گئے۔ ان کے پاس ایک نہایت قیمتی نگینہ تھا۔ جو دریائے دجلہ میں گر پڑا۔ گمشدہ چیز کی بازیابی کے لیے ان کے پاس ایک دعا تھی۔ انہوں نے اس دعا کو پڑھ لیا۔ تو وہ نگینہ جو

www.waseemziyai.com

دریائے دجلہ میں گرا تھا۔ کتابوں کے پراگندہ اوراق میں ملا وہ دعا یہ ہے کہ جب کوئی چیز گم ہو جائے تو پہلے تین مرتبہ سورۂ والضحیٰ مع بسم اللہ کے پڑھے۔ پھر ایک مرتبہ یہ دعا پڑھ لے۔ ''یَاجَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّارَیْبَ فِیْهِ اِجْمَعْ عَلَیَّ ضَالَّتِیْ''

اسی طرح مشہور محدث حافظ ابوبکر خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ میں نے ایک حج میں ''صوفی مزین کبیر'' کو رخصت کرتے وقت عرض کیا کہ حضرت! آپ مجھے کوئی توشہ دے دیجئے تو انہوں نے مجھے یہ دعا تعلیم فرمائی کہ اگر تمہاری کوئی چیز یا آدمی گم ہو جائے تو یہ دعا پڑھ لینا۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ چیز یا آدمی ضرور مل جائے گا۔ دعا یہ ہے یَاجَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّارَیْبَ فِیْهِ اِجْمَعْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ کَذَا لفظ کذا کی جگہ اس گم شدہ چیز یا اس انسان کا نام لے۔ (مستطرف ج اص ۱۲۱)

تبصرہ: بزرگانِ دین علماء کرام اور اولیاء عظام سے جو دعائیں منقول ہیں بلاشبہ ان کی تاثیرات حق ہیں لیکن عوام جو کبھی کبھی ان دعاؤں کے پڑھنے سے فیض پاتے اور اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوتے تو یہ ان دعاؤں کا قصور نہیں ہے بلکہ دعائیں پڑھنے والوں کے اخلاص کی کمی' گناہوں کی شامت اور زبانوں کی گندگی کا قصور ہے۔ دعاؤں کی مقبولیت کے لیے کچھ شرائط و آداب ہیں۔ اگر ان شرائط و آداب کی پابندی نہیں ہوگی تو ظاہر ہے کہ دعائیں مقبول نہیں ہوں گی۔ مقبولیت دعا کے لیے تقویٰ و دینداری' اخلاص قلب' اکل حلال' صدقِ مقال وغیرہ نہایت ہی اہم اور ضروری شرائط ہیں۔ حدیث شریف میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَکْلُهٗ حَرَامٌ وَشَرْبُهٗ حَرَامٌ یَقُوْلُ اللّٰهُ اَنّٰی یُسْتَجَابُ لَهٗ یعنی ایک شخص حرام کھاتا ہے اور حرام پیتا ہے اور اللہ کر کے دعائیں مانگتا ہے۔ بھلا ایسے شخص کی دعائیں کہاں سے اور کیسے مقبول ہوں گی؟ غور فرمائیے! کہ حرام غذا کھا کر جس کے خون کا قطرہ قطرہ اور گوشت کی بوٹی بوٹی مال حرام کی نجاست سے آلودہ ہو چکی ہو اور جھوٹ غیبت' تہمت' گالی' فحش کلامی وغیرہ کرنے والی زبان سے نکلی ہوئی دعا کب اس قابل ہے کہ خداوند سبوح وقدوس کی بارگاہ عظمت میں شرفِ قبولیت سے سرفراز ہو۔ اس لیے ضرورت ہے کہ انسان پہلے تقویٰ و پرہیزگاری کے انوار سے اپنے

www.waseemziyai.com

ظاہر و باطن کو منور کرے اور لقمہ حلال کھائے اور اپنی زبان کو جھوٹ، غیبت، تہمت، بدکلامی وغیرہ کی لعنتوں سے پاک کرے اور پاک رکھے اور پھر انتہائی اخلاص قلب اور گریہ وزاری کے ساتھ جناب باری میں اپنی دعائے عجز وانکساری کو پیش کرے۔ تو اَرْحَمُ الرَّاحِمِینَ ایسا کریم اور نکتہ نواز ہے کہ وہ اپنے بندوں کے ٹوٹے ہوئے دلوں کی صداؤں کو اپنے دامنِ رحمت میں جگہ عطا فرما کر مقبولیت کے شرف سے نواز دیتا ہے۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے:

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا؟

اس تنبیہ کی ضرورت اس لیے پڑی کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض جہاں کوئی وظیفہ یا بزرگوں کی بتائی ہوئی دعاؤں کا ورد کرتے ہیں اور انہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو وہ شور مچانے لگتے ہیں کہ ان دعاؤں کا جو فائدہ بزرگوں نے بتایا ہے وہ معاذ اللہ غلط ہے۔ خود اپنی کوتاہیوں پر نظر نہیں ڈالتے اور اتنا بھی نہیں سوچتے کہ کتنی ہی زود اثر ظاہر اور سریع التاثیر دوا کیوں نہ ہو۔ مگر جب اس کی ترکیب استعمال کا خیال نہیں رکھا جائے گا تو کبھی ہرگز ہرگز اس دوا کا اثر ظاہر نہیں ہوگا۔ پھر ترکیب استعمال کے ساتھ دوا کے اثر کو زائل کرنے والی چیزوں سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کتنی ہی مفید دوا کیوں نہ ہو لیکن اگر دوا کے ساتھ بدپرہیزی ہوتی رہے گی تو ظاہر ہے کہ دوا کا فائدہ برباد ہوتا رہے گا۔ اب اگر کوئی شخص کسی دوا کا غلط طریقے سے استعمال کرے یا بدپرہیزی کرے اس طرح دوا کا اثر ظاہر نہ ہو تو کیا اس شخص کو یہ حق ہے؟ کہ وہ کہہ دے کہ یہ دوا بالکل بوگس اور بے اثر ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر عقل والا یہی کہے گا کہ دوا کا مفید و موثر ہونا بالکل یقینی ہے لیکن ترکیب استعمال کی غلطی اور بدپرہیزی نے اس دوا کے اثر کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔ بالکل یہی کیفیت وظیفوں اور دعاؤں کے ادا کرنے کی بھی ہے کہ کبھی ان کے شرائط اور آداب نہ پورے ہونے کے باعث غلط طریقے سے پڑھی جاتی ہیں اور کبھی ایسی بدپرہیزیاں ہو جاتی ہیں جن کی نحوستوں سے دعاؤں کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہرگز ہرگز کسی دعا اور وظیفے کی تغلیط اور اس کے فوائد و ثمرات کا انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہر دعا اس کے

www.waseemziyai.com

شرائط و آداب کے ساتھ پڑھی جائے۔ اور ان گناہوں سے پرہیز کیا جائے جن کی ظلمت دعا کے نور کو برباد و غارت کر دیتی ہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ ضرور مولیٰ عزوجل کرم فرمائے گا اور دعاؤں کو قبول فرما کر دعا مانگنے والے کی خالی جھولیوں کو گوہر مراد سے بھر دے گا۔ خداوندِ عالم کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے اگر ہماری دعا مقبول نہیں ہوتی اور ہماری مراد پوری نہیں ہوتی تو یقیناً اس میں ہماری کوتاہی اور تقصیر کا دخل ہے۔

ذاکر و صابر

حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ بڑے جلیل القدر تابعی عالم دین ہیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے کمال علم کو دیکھ کر یہ فرمایا ''بَحْرٌ لاَ یَنْزِفُ'' یہ علم کا ایسا سمندر ہے جو کبھی خشک نہیں ہوگا۔ مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہا میں ان کا شمار ہے۔ یہ جنتی صحابی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ''اسماء'' ہے جو امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ اپنے والد اپنی والدہ بی بی اسماء اور اپنی خالہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ اور بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد رشید ہیں حضرت عروہ بن زبیر میں سینکڑوں علمی و عملی کمالات کے ساتھ ذکر الٰہی اور صبر کا کمال بھی بدرجہ اتم موجود تھا۔

ایک مرتبہ آپ کو ولید بن یزید نے ''دمشق'' میں مدعو کیا۔ آپ تشریف لے گئے۔ اور راستے میں ایک ہڈی آپ کے پاؤں میں چبھ گئی۔ اور یہ زخم اس قدر بگڑ گیا کہ آپ کا پاؤں سڑنے لگا۔ ولید نے اطباء کو جمع کیا۔ مگر سب طبیبوں نے متفقہ فیصلہ کر دیا کہ پاؤں کاٹ دینے کے سوا کوئی علاج نہیں ہے۔ چنانچہ طبیبوں نے آپ کو بے ہوشی کی دوا پلا کر آپریشن کرنا چاہا تو آپ نے بالکل صاف انکار فرما دیا۔ اور یہ فرمایا کہ میں ایک منٹ کے لیے بھی ذکر الٰہی سے غافل ہو جاؤں یہ مجھے ہرگز ہرگز گوارا نہیں ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر نے آری گرم کر کے آپ کا پاؤں کاٹ ڈالا۔ مگر نہ آپ کے منہ سے اف نکلا۔ نہ آپ کی پیشانی پر کوئی بل یا چہرے پر کوئی تغیر پیدا ہوا۔ جب پاؤں کاٹ کر آپ کے سامنے رکھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ الحمد اللہ! اگر میرا ایک عضو کٹ گیا تو کوئی مضائقہ نہیں خداوند کریم کا شکر ہے کہ ابھی

www.waseemziyai.com

میرے بہت سے اعضاء سلامت ہیں۔ ابھی آپ اتنا خوفناک اور تکلیف دہ آپریشن کرا کے بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں ایک شخص یہ ہوش ربا اور اندوہناک خبر لے کر آیا کہ آپ کا ایک بچہ چھت سے گر کر مر گیا۔ آپ نے یہ دردانگیز خبر سن کر فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ اگر تو نے میرے ایک بچے کو موت دی تو ابھی تو نے میرے کئی بچوں کو زندہ رکھا ہے۔ (ثمرات الاوراق ج۲ ص ۲۸۸)

تبصرہ: سبحان اللہ! اس صبر جمیل اور عبادت و ذکر الٰہی کے ذوق کا کیا کہنا؟ کہ محض اس خیال سے کہ بے ہوشی کے عالم میں چند گھنٹے ذکر الٰہی نہ ہو سکے گا۔ آپ نے بے ہوشی کی دوا استعمال نہیں فرمائی۔ اور اطمینان سے بیٹھے ہوئے دل و زبان سے ذکر الٰہی کرتے رہے اور پاؤں آری سے کٹتا رہا۔ اور اتنی بڑی مصیبت پر بھی صبر و شکر کے ساتھ ایک لمحہ کے لیے بھی ذکر خداوندی سے غافل نہیں ہوئے اللہ اکبر! بلاشبہ یہی وہ ذکر خداوندی کے بلند منارے ہیں اور صبر و استقامت کے جبل راسخ ہیں جن کے لیے قرآن مجید میں خداوند قدوس نے بشارتِ عظمٰی کا مژدہ سنا کر ان کی مدح و ثنا کا خطبہ ارشاد فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی کہ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ (آل عمران:۱۹۱) یعنی (اہل ایمان) وہی لوگ ہیں جو کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اور کہیں یہ ارشاد فرمایا کہ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ یعنی (اے محبوب) آپ میرے صبر کرنے والے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنا افضل ترین عبادت ہے۔ چند احادیث کریمہ ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سے بندے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں سب سے زیادہ افضل و اعلیٰ درجے پر فائز ہوں گے؟ تو ارشاد فرمایا کہ "بہت زیادہ ذکر الٰہی کرنے والے مرد اور بہت زیادہ ذکر الٰہی کرنے والی عورتیں" تو لوگوں نے عرض کیا کہ کیا یہ لوگ ان مجاہدین سے بھی زیادہ بلند درجہ پائیں گے جو اللہ کی راہ میں جہاد

www.waseemziyai.com

کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ "اگر کوئی مجاہد اس شان سے جہاد کرے اور خون سے رنگین ہو جائے" ایسے مجاہد سے بھی ذکر الٰہی کرنے والے کا درجہ افضل ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۸)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر چیز کی پالش ہوتی ہے اور دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔ اور سب سے زیادہ اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی چیز اللہ کا ذکر ہے لوگوں نے عرض کیا کہ کیا اللہ کی راہ میں جہاد بھی اس سے بڑھ کر نہیں ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ اگر تلوار مارتے مارتے ٹوٹ جائے اس شان کا جہاد بھی خدا کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۸)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قوم کسی مجلس میں بیٹھی اور بغیر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے ہوئے مجلس سے اٹھ گئی تو اس قوم کی مثال مردار گدھے کی سی ہے۔ اور اس قوم پر افسوس ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۸)

بہر کیف ذکر خداوندی ایک نہایت ہی افضل ترین عبادت ہے یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ ہر وقت ذکر قلبی اور ذکر لسانی میں مشغول رہتے ہیں اور ایک لمحہ کے لیے بھی ذکر خداوندی سے غافل نہیں رہتے کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

یک لحظہ دلا! غافل ازاں ماہ نہ باشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشی

یعنی اے دل ایک لمحہ کے لیے بھی تو خدا کی یاد سے غافل مت رہا کر۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تجھ پر کسی وقت نگاہ کرم فرمائے اور تو اپنی غفلت کی وجہ سے اس وقت آگاہ نہ رہے۔ نہ معلوم کس وقت اس کی نظر کرم تیری طرف توجہ فرمائے۔ لہٰذا ہر وقت اس کا ذکر کرتے رہو اور اس کا دھیان رکھو۔

سَر پر ہُدہُد

شیخ تقی الدین مصری رحمۃ اللہ علیہ فن قرأت و تجوید کے بہت ہی بلند پایہ امام تھے۔ اور انتہائی خوش الحان بھی تھے اور نمازوں میں اس قدر سکون اور خضوع و خشوع کے ساتھ

www.waseemziyai.com

کھڑے رہتے تھے کہ گویا کوئی ستون کھڑا ہے ان کا ایک عجیب واقعہ منقول ہے جس کو ان کی کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ وہ یہ کہ ایک دن یہ نمازِ فجر میں سورۂ نمل پڑھنے لگے جب اس آیت پر پہنچے کہ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ○ (نمل:۲۰) تو کئی مرتبہ اس آیت کو تلاوت کیا اور لوگوں نے دیکھا کہ ایک پرندہ آ کر آپ کے سر پر بیٹھ گیا اور قرأت سننے لگا۔ یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو وہ پرند ''ہدہد'' تھا۔ (روح البیان ج۷ ص۶۹)

عمر بھر روزہ دار

جلیل القدر محدّث ''ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ'' اپنی علمی جلالت اور حق پر استقامت کے جوہر کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں بھی اس قدر مشہور و ممتاز تھے۔ کہ ان کی عبادتیں ان کی کرامتوں کے سوا کچھ بھی نہیں کہلا سکتی ہیں۔ درس حدیث کے علاوہ دن رات کے تمام اوقات قسم قسم کی عبادتوں میں بسر فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر ان سے کہہ دیا جاتا کہ کل ہی قیامت آنے والی ہے تو جتنی عبادت کرتے تھے اس سے زیادہ نہیں کر سکتے تھے۔ عمر بھر روزہ دار رہے اور اس قدر فقر و فاقہ اور مفلسی کی زندگی بسر کرتے تھے کہ ان کا حال پڑھ کر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ جو کی روٹی اور زیتون کا تیل ان کی غذا تھی۔ اور ایک کُرتا ایک چادر کے سوا کوئی لباس نہیں رکھتے تھے۔ اسی میں جاڑا گرمی گزار دیتے تھے۔ لاکھوں محدّثین کے استاذ تھے۔ اور عمر بھر حدیث کا درس دیتے رہے۔ سن ۸۰ھ میں اناسی برس کی عمر پا کر وفات پائی۔ (تبصرہ تاریخ بغداد ص۳۰۱)

تبصرہ: اللہ اکبر! جو کی روٹی اور روغن زیتون غذا' اور ایک کرتا ایک چادر لباس' فقر و فاقہ کی زندگی اس پر دل و دماغ کی طاقت کا یہ عالم کہ لاکھوں حدیثیں زبانی یاد رکھتے تھے۔ اور عمر بھر تمام رات تہجد گزار اور تمام دن روزہ دار رہتے تھے۔ پھر روزانہ درس حدیث کا شغل بھی رکھتے تھے۔ اس عظیم روحانی طاقت کو دیکھ کر اس حقیقت کی نقاب کشائی ہو جاتی ہے کہ جو مقدس علماء جذبۂ اخلاص کے ساتھ علم دین کی خدمت کرتے ہیں۔ اور تقویٰ و تقدس کی زندگی بسر کرتے ہیں اور عبادت و ریاضت میں بھی جہد و جہد کرتے رہتے ہیں تو مولیٰ

www.waseemziyai.com

عزوجل! باوجود غذاؤں کی کمی اور عسرت وتنگ دستی اور فقر وفاقہ کی زندگی کے انہیں ایسی بلند پایۂ روحانی طاقت عطا فرمادیتا ہے کہ وہ اپنے بے مثال کارناموں اور عظیم شاہکاروں سے بڑے بڑے پہلوانوں اور طاقت وقوت کے پہاڑوں کو دریائے حیرت میں غرق کر دیتے ہیں۔ ذکر الٰہی اور عبادت وریاضت سے جو روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے وہ دواؤں اور غذاؤں کی جسمانی طاقتوں سے لاکھوں درجے بڑھ کر ہوا کرتی ہے۔ اور روحانی طاقتوں سے جو عظیم الشان کارنامے انجام پاتے ہیں جسمانی طاقتوں کو ان کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔
اسی مضمون کو ڈاکٹر اقبال نے پیکرِ شعر میں اس طرح ڈھالا ہے کہ:

تری خاک میں ہو اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

مولانا جلال الدین مانک پوری

یہ مشہور بزرگ شیخ حسام الدین مانک پوری کے جد بزرگوار ہیں۔ بہت ہی جید عالم دین، مرد بزرگ، نہایت ہی صابر اور انتہائی متقی اور عابد تھے۔ ان کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد جب تک لوگ بیدار رہتے۔ یہ سوجاتے تھے۔ اور جب لوگ سوجاتے تھے تو یہ اٹھتے اور رات سے صبح تک نماز پڑھتے رہتے۔ ہر روز اکتالیس بار سورہ یٰس پڑھا کرتے تھے۔ اور چاشت کی نماز کے بعد طلباء کو دینی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے۔ نہایت ہی خوشخط تھے۔ اور کتابت کی اجرت سے گزر اوقات فرماتے تھے۔ قرآن شریف لکھ کر دہلی بھیجتے تھے اور پانچ سو ٹنکہ ہدیہ مل جاتا تھا۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کبھی بلا وضو قلم کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ اور جب ملک میں لوٹ مار ہوا کرتی تھی تو گوشت کھانا چھوڑ دیتے کہ شاید گوشت لوٹ کے جانوروں کا ہو۔ (رحمۃ اللہ علیہما) (اخبار الاخیار ص ۱۸۴)

تبصرہ: سبحان اللہ! کتنی مقدس زندگی تھی ان قدسی صفت بزرگوں کی۔ کہ لوجہ اللہ دینی کتابوں کا درس دیتے تھے اور قرآن مجید کی کتابت کی اجرت سے اپنے اہل وعیال کا خرچ چلاتے تھے۔ دن بھر تو حدیث وفقہ کی تعلیم اور قرآن مجید کی کتابت میں مصروف رہتے اور رات بھر نوافل اور سورۂ یاسین شریف کی تلاوت کا شغل رہتا۔ ان بزرگوں کی مبارک زندگی

www.waseemziyai.com

اوران کے اوقات کی خیر و برکت کا کیا کہنا؟ بلاشبہ یہ نفوس قدسیہ بڑی پاکیزہ اور نورانی زندگی گزار کر دنیا سے تشریف لے گئے۔ یقیناً ان مردان خدا کی تنہا ذات بے شمار صفات قدسیہ کا ایک قابل دید مرقع تھی۔ خوب کہا ہے کسی حق شناس نے کہ

ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں

چالیس حج

مشہور اور نامور محدّث حضرت وکیع بن الجراح جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ علیہ کے نہایت ہی والہانہ عقیدت رکھنے والے شاگرد رشید ہیں۔ جن کا تذکرہ میں نے اپنی کتاب ''اولیاء رجال الحدیث'' میں بھی تحریر کیا ہے۔ یہ اپنے علم وفضل کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں بھی اپنے وقت کے فرد فرید تھے۔ آپ نے چالیس حج کیے اور ''آبادان'' کے جہاد میں چالیس دن تک مجاہدانہ شان کے ساتھ مقیم رہے اور جہاد کے ان چالیس دنوں میں روزانہ ایک ختم قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ چالیس دنوں میں چالیس ختم پورے ہوگئے۔ اپنی زندگی میں چالیس ہزار درہم خیرات کیے اور چالیس ہزار حدیثوں کی روایت فرماتے رہے اور عمر بھر کبھی پیٹھ لگا کر نہیں سوئے۔ سفر حج سے واپس ہوتے ہوئے ۱۹۹ ہجری میں عراق کے راستے میں وصال فرمایا۔

(مستطرف ج ا ص ۱۳۸ و طبقات اما شعرانی)

تبصرہ: ایک عالم دین کا درس حدیث کے مشغلہ کے ساتھ ساتھ اس قدر قسم قسم کی عبادتوں میں دن رات مشغول رہنا پھر سفر حج اور جہاد بھی کرتے رہنا۔ یقیناً یہ آج کل کے کم ہمت لوگوں کی سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ کراماتی زندگی بجز توفیق ربانی کے ممکن بھی نہیں جن نفوس قدسیہ پر خداوند عالم کا فضل عظیم ہوجاتا ہے وہی ان سعادتوں سے سرفراز ہوتے ہیں۔ یہ محدّثین کرام اور علمائے سلف یقیناً فضل خداوندی کے مظہر ہیں کہ مولیٰ عزوجل نے اپنی توفیق سے نوازا ہے کہ ان کے اسلامی کارناموں اور ان کی عبادتوں اور ریاضتوں کو دیکھ کر عقل انسانی دنگ اور اپنے فہم ناقص کی نارسائی پر کف

www.waseemziyai.com

افسوس ملنے لگتی ہے۔ ایسے بہت سے محدثین کرام اور فقہائے عظام گزرے ہیں جن کی عبادتوں اور ریاضتوں کی کثرت کو کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔

مگر افسوس کہ آج کل ان نفوس قدسیہ کا وجود دنیا سے تقریباً ناپید ہو چکا ہے۔ آج کل ہم علماء کرام کہلانے والوں کا تو یہ حال ہے کہ نماز پنج گانہ باجماعت کی بھی پابندی نہیں کرتے۔ نوافل کا تو پوچھنا ہی کیا ہے؟ مولیٰ عزوجل اپنا فضل فرمائے اور ہم بدبختوں کو اپنے ان محبوب بندوں کے صدقے میں توفیق خیر رفیق کی کرامتوں سے سرفراز فرمائے کہ ہم اپنے سلف صالحین کی پیروی کر کے دولت دارین اور نعمت کونین کی سعادتوں سے سرفراز ہوں۔ ورنہ اس دور میں تو علماء وصوفیاء کے احوال کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر اقبال کے قول کی تصدیق کرنی ہی پڑتی ہے جس کو انہوں نے بڑی صاف گوئی کے ساتھ کہہ دیا ہے کہ

صوفی کی طریقت میں فقط مستیٔ احوال ملا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار
شاعر کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق افکار میں سرمست' نہ خوابیدہ نہ بیدار
وہ مرد مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو ہو جس کی رگ و پے میں فقط مستی کردار

☆☆☆☆☆

www.waseemziyai.com

کرامات

قطرے کو کریں دریا ذرّوں کو مہ و انجم
اللہ رے! مستوں کی "کرامات" کا عالم

www.waseemziyai.com

کبوتروں کی تسبیح

شیخ ابو عمرو جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مریدین میں بڑے ہی باکمال بزرگ ہوئے ہیں ان کی توجہ الی اللہ اور بیعت کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک رات بستر پر لیٹے لیٹے پانچ کبوتروں کی تسبیح سنی ایک کبوتر نے پڑھا کہ سُبْحٰنَ مَنْ عِنْدَهٗ خَزَائِنُ كُلِّ شَيْءٍ وَمَا يُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ٥ یعنی پاک ہے وہ ذات جس کے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور وہ اس کو ایک معین مقدار کے ساتھ نازل فرماتا ہے۔ دوسرے کبوتر نے یہ تسبیح پڑھی کہ سُبْحٰنَ مَنْ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا پھر اس کو ہدایت دی۔ تیسرے نے یہ پڑھا کہ سُبْحٰنَ مَنْ بَعَثَ الْاَنْبِيَآءِ حُجَّةً عَلٰى خَلْقِهٖ وَ فَضَّلَ مُحَمَّداً صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے انبیاء علیہم السلام کو اپنی مخلوق پر دلیل بنا کر بھیجا اور حضرت محمد ﷺ کو سب سے افضل بنایا۔ چوتھے نے یوں تسبیح کی کہ كُلُّ مَا فِي الدُّنْيَا بَاطِلٌ اِلَّا مَا كَانَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ یعنی دنیا کی ہر چیز باطل ہے بجز ان چیزوں کے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہوں۔ پانچویں نے یہ صدا سنائی کہ يَا اَهْلَ الْغَفْلَةِ قُوْمُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ يُعْطِي الْجَزِيْلَ وَيَغْفِرَ الذَّنْبِ الْعَظِيْمَ یعنی اے غافلو! اپنے ربّ کے لئے قیام کرو وہ بڑی بڑی نعمتیں دیتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

شیخ ابو عمرو ان کبوتروں کی تسبیحات کو سن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ بیہوش ہو گئے۔ پھر جب ان کے ہوش وحواس درست ہوئے تو ایک دم ان کی دنیائے دل میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا اور دنیا سے نفرت و بیزاری پیدا ہو گئی اور اسی وقت انہوں نے یہ عزم کر لیا کہ اب اپنے کو کسی شیخ وقت کے سپرد کر دوں گا۔ اور ذکر وفکر اور یاد الٰہی میں اپنی بقیہ زندگی گزار دوں گا۔ چنانچہ فوراً ہی ان کے پاس ایک بہت ہی باوقار شیخ تشریف لائے اور انہوں نے بتایا کہ میں ''خضر'' ہوں اور ابھی ابھی حضرت غوث اعظم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا تو حضرت ممدوح نے مجھ سے فرمایا کہ اے خواجہ خضر! اس وقت ایک بندۂ خدا کو جذب الٰہی

نے اپنی طرف متوجہ کرلیا ہے۔ لہٰذا آپ تشریف لے جاکر اس کو میرے پاس لایئے تاکہ اس کو میں خدا تک پہنچنے کا راستہ بتاؤں۔ حضرت خواجہ خضر کی گفتگو سن کر شیخ ابوعمرو کا جذبہ شوق عشق کی حد تک پہنچ گیا اور وہ بغداد کے سفر کے لئے تیار ہوگئے۔ چنانچہ خضر نے اپنی کرامت سے تھوڑی ہی دیر میں ان کو بغداد حضرت غوث اعظم کی درگاہ معلیٰ میں پہنچا دیا۔

جس وقت ابوعمرو بارگاہ غوثیت میں حاضر ہوئے تو ان کے دیکھتے ہی حضرت غوث اعظم نے فرمایا کہ مَرحَبًا بِمَنْ جَذَبَهُ مَوْلَاهُ بِأَلْسِنَةِ الطَّيْرِ ط وَجَمَعَ لَهُ كَثِيرًا مِّنَ الْخَيْرِ یعنی خوش آمدید! اے وہ شخص کہ جس کو اس کے مولیٰ نے پرندوں کی زبان سے نغمۂ حق سنا کر اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کے لئے خیر کثیر جمع فرمادیا۔ (روح البیان ج ۵ ص ۱۶۴)

تبصرہ: اس عبرت خیز حکایت کے دامن میں بڑے بڑے نتائج کے گوہر آبدار اور بڑی بڑی عبرتوں کے درشہوار بھرے ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند موتیوں کا آپ بھی نظارہ فرمالیجئے۔

(۱) شیخ ابوعمرو کو بڑے بڑے محدثین کی درس گاہوں اور بڑے بڑے آتش بیان مقررین کے وعظوں سے خدا شناسی اور معرفت الٰہی کا وہ جذبہ نہیں ہوا جو پانچ کبوتروں کی تسبیحات سے پیدا ہوگیا کہ ایک دم ان کے دل کی دنیا ہی ردّ و بدل ہوگئی۔ اور ان کے ظاہر و باطن میں ایسا عظیم انقلاب برپا ہوگیا کہ آن کی آن میں "جذبہ الٰہیہ" نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا اور ان کے دل و دماغ کے ہر ہر گوشے گوشے میں ربانی کشش کا ایسا برقی کرنٹ پیدا ہوگیا اور خداوند قدوس کی محبت و معرفت کی بجلیاں اس طرح ان کے ذرات وجود میں کوندنے لگیں کہ ان کے بدن کا بال بال زبان حال سے پکار اٹھا کہ ؎

دل ہے خیال یار کا محشر لیے ہوئے | قطرہ ہے بے قرار سمندر لیے ہوئے
میں کیا کہوں کہاں ہے محبت کہاں نہیں | رگ رگ میں دوڑی پھرتی ہے خنجر لیے ہوئے

یہ درحقیقت حضرت حق جل مجدہ کی توفیق کا ایک بہت روشن جلوہ ہے۔ اس رحیم و کریم مولیٰ کے لطف و کرم کا یہی حال ہے کہ جب وہ چاہتا ہے تو غیب سے کوئی ایسا سامان پیدا فرمادیتا ہے کہ آن کی آن میں مفلس و قلاش بندہ تمام جہان کے وبال اور دنیا بھر کے

www.waseemziyai.com

جنجال سے آزاد ہوکر لمحہ بھر میں اس کے وصال کی دولت لازوال سے مالا مال اور اس کے فیضان جودونوال سے نہال ہو جاتا ہے اور خدا کی اس شان کرم اور اس کی ذرہ نوازی کو دیکھ کر فرط حیرت سے اس کی قدرت کو یاد کرتے ہوئے بے اختیار اس طرح اس کی عظمت وکبریائی کا خطبہ پڑھنے لگتا ہے کہ ؎

تو اگر چاہے تو ذرّے کو صحرا کردے
اور اک قطرۂ بے مایہ کو دریا کردے
ادنیٰ سا کرشمہ ہے یہ قدرت کا تری
کُن کہہ کے تو کونین کو پیدا کردے

برسوں کی عبادت وریاضت، شب بیداری، گریہ وزاری کوئی چیز بھی بغیر اس کی توفیق اور اس کے کرم کے اس کے جام محبت کے آب حیات کے لئے خضر راہ نہیں بن سکتی۔ بہت سے مردان عبادت گزار اور زاہدان شب زندہ دار اس حسرت وتمنا میں برسوں سر رگڑ رگڑ کر مر گئے کہ یار حقیقی کے جلوؤں کی ایک جھلک نظر آ جائے مگر توفیق ربانی نے جب ان کی دستگیری نہیں فرمائی تو انہیں وصال یار کی شراب طہور کے چھلکتے جام میں سے ایک قطرہ بھی نہیں ملا۔ اور وہ ''العطش العطش'' پکارتے ہوئے پیاسے ہی دنیا سے چلے گئے۔ اس لئے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عبادات وریاضات، مجاہدات ومراقبات گو خداوند ذوالجلال کے وصال کے لئے وسائل وذرائع ضرور ہیں مگر وصال یار کا حقیقی دارمدار توفیق پروردگار اور اس کے فضل وکرم کا دریائے ناپیدا کنار ہی ہے۔ خدا کی قسم بے اس کی توفیق اور بغیر اس کے فضل وکرم کے کوئی شخص ہرگز ہرگز کبھی خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہر شخص کو اس حقانی حقیقت کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

منقول ہے کہ بادشاہ بغداد برسوں سے یہ تمنا رکھتا تھا کہ حضرت بہلول دانا علیہ الرحمہ سے ملاقات کرے مگر اس مست الست کے استغناء و بے نیازی کی ٹھوکر سے ہمیشہ بادشاہ کی عظمت شہنشاہی پامال ہی ہوتی رہی اور کبھی بھی آپ نے دربار شاہی میں قدم رکھنا گوارا

www.waseemziyai.com

نہیں فرمایا۔ آخر ایک دن ایسا اتفاق درپیش ہوگیا کہ آپ شاہی محل والے روڈ سے گزر رہے تھے۔ بادشاہ نے محل کی چھت سے آپ کو دیکھ لیا۔ فوراً ہی کمند ڈال کر آپ کو ایک دم محل کی چھت پر کھینچ لیا۔ بادشاہ نے آپ سے دریافت کیا کہ بہلول بابا! یہ بتائیے کہ آپ خدا تک کس طرح پہنچے؟ آپ نے فرمایا کہ ''جس طرح آپ کے پاس پہنچ گیا'' بادشاہ نے پوچھا کہ میرے پاس آپ کس طرح پہنچے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ ''جس طرح میں خدا تک پہنچا۔'' بادشاہ نے اس جواب سے حیران ہوکر عرض کیا کہ حضور! میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکا۔ آپ نے فرمایا کہ اے بادشاہ! میرا مطلب یہ ہے کہ اگر میں خود آپ کے پاس پہنچنا چاہتا تو میں نہا دھوکر، لباس فاخرہ پہن کر دربان کی عنایتوں کا مرہون منت بنتا، محل تک پہنچتا۔ عرضی پیش کرتا، پھر گھنٹوں بلکہ پہروں تک انتظار کرتا پھر بھی کچھ ضروری نہیں کہ میں آپ کے پاس پہنچ ہی جاتا۔ ممکن ہے کہ آپ میری درخواست کو ٹھکرا دیتے، لیکن جب آپ نے مجھے بلانا چاہا تو ایک منٹ میں کمند ڈال کر مجھے اپنے دربار میں بلا لیا بس یہی حال خدا تک پہنچنے کا ہے کہ بندہ برسوں عبادت و ریاضت میں رہ کر سجدے میں سر رگڑ رگڑ کر وصال خداوندی کا طلب گار رہتا ہے۔ ہزاروں مجاہدات کر ڈالتا ہے مگر خدا تک نہیں پہنچ پاتا لیکن خداوند کریم جب خود کسی بندے کو اپنے قرب و وصال کی دولت سے نوازنا چاہتا ہے تو بس آن واحد میں اس کے دل کے اندر ایک جذبہ حق پیدا فرما کر بندے کو خود اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور بندہ خدا تک پہنچ جاتا ہے۔

(۲) اس حکایت سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ چرندوں اور پرندوں کی صدائیں بالکل مہمل اور بے معنی آوازیں نہیں ہیں بلکہ ہر چرند و پرند اپنی اپنی زبان میں خداوند سبوح وقدوس کی تسبیحات کا ورد کرتا رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ انسان ان کی صداؤں کی تسبیحوں اور ان کے اوراد و وظائف کو نہیں سمجھ سکتا۔ مگر یہ ایمان رکھنا لازم ہے کہ چرندوں اور پرندوں کی بولیاں محض ایک لغو و مہمل شور و غوغا نہیں ہیں بلکہ یہ تسبیحات خداوندی کے پر کیف نغمات ہیں جو ان مستان شراب محبت کی زبانوں سے نکل رہے ہیں۔ ہرگز ہرگز کبھی ان پرندوں اور چرندوں کی آوازوں کو حقارت کے ساتھ نہیں دیکھنا چاہئے

www.waseemziyai.com

بلکہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی اس نصیحت کو پیش نظر رکھ کر عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ

گفتم ایں شرط آدمیت نیست　　　مرغ تسبیح خوان ومن خاموش

یعنی آدمی کی آدمیت کے لئے کسی طرح سزاوار نہیں ہے کہ پرند تو خدا کی تسبیح پڑھے اور میں خاموش رہوں۔

اور خداوند قدوس کے اس فرمان پر ہمیشہ ایمان رکھنا چاہئے کہ ''وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ط'' (اسراء:۴۴) یعنی ہر چیز خدا کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتی ہے لیکن تم انسان ان کی تسبیحوں کو سمجھ نہیں سکتے۔

لیکن اگر کسی بندے پر مولیٰ تعالیٰ کا فضل وکرم ہو جاتا ہے تو وہ ان بندوں کو ان کی تسبیحات سمجھا دیتا ہے اور وہ نہ صرف انہیں سن لیتے ہیں بلکہ اس کو سمجھ کر اس قدر متاثر بھی ہو جاتے ہیں کہ پہلے تو دنیائے ہوش وخرد سے بے نیاز ہو کر مدہوش اور بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ پھر ایسے ہوش میں آتے ہیں کہ انہیں خدا کے سوا کسی کا ہوش نہیں رہ جاتا۔ انہیں صرف خدا یاد رہتا ہے اور سب کچھ فراموش ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اس حکایت میں شیخ ابوعمرو کا حال ہوا۔ یہی مضمون ہے جس کو حضرت سعدی نے ایک معنی خیز شعر میں کتنے اچھے انداز میں پیش فرمایا ہے کہ

کسانیکہ وحدت پرستی کنند　　　بہ آواز دولاب مستی کنند

یعنی جو لوگ وحدت الٰہی کے پرستار ہو جاتے ہیں وہ چرخی کی ''چخ چوں''، ''چخ چوں'' کی آواز پر بھی مست ہو جایا کرتے ہیں کیونکہ اس آواز میں بھی انہیں کسی عبرت خیز تسبیح ربانی کے کیف آور نغمات کی مست کرنے والی دھن سنائی دیتی ہے۔ جس کے کیف وسرور سے ان کی دنیائے دل زیروزبر ہو جایا کرتی ہے۔ اور وہ جذبہ حق سے سرشار ہو کر خدا سے واصل اور ماسوا اللہ سے غافل ہو جاتے ہیں اور ان کا ایک ہی نعرہ ہوتا ہے جس کی ہیبت و جلالت سے سارا عالم دہلنے اور لرزنے لگتا ہے کہ

یکے دان ویکے بین ویکے گوئے　　　یکے خواہ ویکے خوان ویکے جوئے

یعنی بس ایک ہی ذات کو جانو' ایک ہی ذات کو دیکھو' ایک ہی ذات کی بات کرو۔

www.waseemziyai.com

ایک ہی ذات کو چاہو۔ایک ہی ذات کو پڑھتے رہو۔حضرت آسی علیہ الرحمۃ پر یہی حال طاری ہوگیا تھا تو انہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر اپنے حال کو اس طرح لباس مقال پہنایا کہ ؎

ان آنکھوں کو جب سے بصارت ملی ہے سوا تیرے کچھ میں نے دیکھا نہیں ہے

اور اصغر گونڈوی مرحوم نے انہیں باخدا بزرگوں کے حال کی ترجمانی فرماتے ہوئے اس حقیقت کو اپنے ایک شعر کے قالب میں ڈھال دیا کہ ؎

ردائے لالہ و گل پردۂ مہ انجم جہاں جہاں وہ چھپے ہیں عجیب عالم ہے

(۲) اس حکایت سے اس حقیقت کا بھی انکشاف ہوگیا کہ سینکڑوں میل دور ابوعمرو کے دل میں خداشناسی کا جذبہ پیدا ہوگیا۔اور انہوں نے اپنے کو بھی کسی شیخ کامل کے سپرد کرنے کا صرف دل میں ارادہ ہی کیا تھا کہ ان کے دل کے تمام خیالات اور ان پر گزرے ہوئے تمام حالات بغداد میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ پر ظاہر و منکشف ہوگئے اور آپ نے حضرت خواجہ خضر کو ان کے پاس بھیج کر انہیں دربار غوثیت میں طلب فرما کر منزل مقصود پر پہنچا دیا۔اس سے اندازہ لگایئے کہ اولیاء اللہ کی چشم بصیرت کی حد نگاہ کی کیا منزل ہوا کرتی ہے؟ طویل صحراؤں، گھنے جنگلات، گہرے سمندروں، اونچے پہاڑوں، گھٹاٹوپ تاریکیوں کے کوئی حجابات بھی اولیاء اللہ کی حق شناسی اور حقیقت بین نگاہوں کے سامنے رکاوٹ بن کر دیکھ لینے سے حاجب و مانع نہیں ہوسکتے۔تمام عالم اور جہاں بھر کے کوائف واحوال آٹھوں پہر ان کے پیش نظر رہتے ہیں اور وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے کائنات ملک وملکوت کا معائنہ اور مشاہدہ فرماتے رہتے ہیں۔ چنانچہ خود حضرت غوث اعظم نے اپنے قصیدہ غوثیہ میں ارشاد فرمایا:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھ لیا جس طرح کوئی رائی کے دانے کو دیکھ لے اور میرا یہ مشاہدہ اور معائنہ صرف کبھی کبھی نہیں ہوتا بلکہ میں ہمیشہ اور لگاتار اسی طرح دیکھتا رہتا ہوں۔

سبحان اللہ! اللہ والوں کی نگاہ معرفت اور چشم بصیرت کا کیا کہنا؟ دیکھتے سب ہیں مگر

www.waseemziyai.com

کہاں ہمارا دیکھنا؟ اور کہاں اللہ والوں کا دیکھنا؟ واللہ بڑا فرق ہے۔ بخدا بے انتہا تفاوت ہے کیوں نہ ہو؟ یہ ایک بڑی سچی حقیقت ہے کہ۔

دل زندہ و بیدار اگر ہوتو بتدریج بندے کو عطا کرتے ہیں چشم نگراں اور
احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور مکاں اور
الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن ''ملا'' کی اذان اور ''مجاہد'' کی اذاں اور
پرواز ہے دونوں کی سی ایک فضا میں کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

حلال مرغ حرام مرغ

منقول ہے کہ حضرت مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار شریف کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے چین کی سرحد کے قریب ایک قصبہ میں کسی امیر کے مہمان ہوئے۔ امیر نے بغرض امتحان دو مرغ مسلم تیار کرایا۔ ایک حلال کمائی کا اور دوسرا حرام کمائی کا۔ تمام کھانوں کے ساتھ دونوں مرغ بھی دستر خوان پر رکھے گئے۔ آپ ہر کھانے میں سے تناول فرماتے رہے' مگر مرغ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ امیر نے جب بار بار اصرار کیا کہ حضور والا مرغ مسلم بھی ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ تو آپ نے حلال کمائی کا مرغ مسلم اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا اور حرام کمائی والا مرغ امیر اور اس کے ہم نوالہ و ہم پیالہ لوگوں کی طرف بڑھا دیا اور فرمایا کہ درویش صرف لقمۂ حلال کھاتے ہیں۔ اس واقعہ سے امیر اپنے دل میں بہت نادم ہوا اور یہ حقیقت آفتاب بن کر اس کے دل میں چمک اٹھی۔ کہ اللہ والوں کی حق بین نگاہوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ وہ انسانوں کے دل میں چھپے ہوئے خیالات و خطرات کو بھی اس طرح دیکھ لیا کرتے ہیں۔ جس طرح عام لوگ چودھویں رات کے چاند کو دیکھا کرتے ہیں۔ (تذکرہ مخدوم ص ۳۳)

ہم لوگ غوغائی ہیں

ایک مرتبہ حضرت مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ قصبہ جائس ضلع رائے بریلی میں

www.waseemziyai.com

قیام فرماتھے۔آپ پر چشتی نسبت کا غلبہ تھا۔اس لئے آپ کے اصحاب ''ذکر جہری'' زور شور سے کرتے تھے۔قصبہ کے ایک فقیہ عالم مولانا غلام الدین نے ذکر کا شور سن کر فرمایا کہ ''یہ غوغائی لوگ کہاں سے آگئے'' اس کے بعد مولانا صاحب ممدوح ایک بزرگ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔اتفاق سے اس مجلس میں حضرت مخدوم سمنانی قدس سرہ بھی اپنے اصحاب و مریدین کے ساتھ رونق افروز تھے۔مولانا صاحب نے صاحب مجلس بزرگ سے حاضرین کے تعارف کی درخواست کی۔تو قبل اس کے کہ بزرگ صاحب کوئی جواب دیں۔حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ''ہم لوگ غوغائی ہیں'' مولانا صاحب ایک پوشیدہ بات کو جو مکان کی کوٹھڑی میں زبان سے نکل گئی تھی۔حضرت مخدوم کی زبان سے سن کر شرم سے پانی پانی ہو گئے اور دست بستہ معذرت کرنے لگے۔(تذکرہ مخدوم ص ۳۴)

تبصرہ: ان دونوں واقعات میں کتنی صاف اس حقیقت کی تجلی ہے کہ اولیاء اللہ کی بصیرت اور قلبی بینائی کی روشنی سے نہ محسوسات مخفی رہتے ہیں نہ معقولات۔جن کی نگاہیں لوحِ محفوظ کے رموز و اسرار تک رسائی رکھتی ہیں۔ان کے دلوں کی بینائی کی توانائیوں سے بھلا عالم شہادت کی کون سی چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے؟ واقعی اللہ والوں کے سمع و بصر' بینائی و نظر علم و ادراک' بصارت و بصیرت عام انسانی حواس اور ان کے علوم و معارف سے بہت بالاتر ہیں۔ان ہی باخدا بندوں کے احوال و مقامات کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک مومن کامل کو خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

ترا جوہر ہے نوری پاک ہے تو — فروغ دیدۂ افلاک ہے تو
ترے صید نظر فرشتہ و حور — کہ شاہین شہہ لولاک ہے تو

خلیفہ مہدی اور امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نور نظر حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو بادشاہ بغداد خلیفہ مہدی نے بغاوت کا الزام لگا کر قید کر دیا۔آپ صبر و سکون کے ساتھ جیل خانہ کے اندر عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔اچانک ایک رات مہدی نے یہ خواب

www.waseemziyai.com

دیکھا کہ حضرت مولائے کائنات جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ یہ آیت تلاوت فرمارہے ہیں کہ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ (محمد:۲۲) یعنی کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں؟ کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

خلیفہ مہدی حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کی زبان فیض ترجمان سے یہ آیت سن کر تڑپ گیا اور اپنے اس خواب سے چونک کر اس نے رات ہی میں اپنے دربان ربیع کو بلایا۔ ربیع گھبرایا ہوا آیا تو دیکھا کہ خلیفہ مہدی نہایت خوش الحانی کے ساتھ یہی آیت تلاوت کر رہا ہے۔ ربیع کے آتے ہی خلیفہ مہدی نے اس سے اپنا خواب بیان کیا اور حکم دیا کہ ابھی ابھی اسی وقت تم حضرت امام موسیٰ کاظم کو قید خانے سے رہا کر کے میری خواب گاہ میں لاؤ۔ چنانچہ فوراً ربیع روانہ ہو گیا اور حضرت امام ممدوح کو خلیفہ مہدی کی خواب گاہ میں پہنچا دیا۔ خلیفہ نے حضرت امام کا استقبال کیا اور انتہائی گرم جوشی کے ساتھ معانقہ کر کے اپنے پہلو میں بٹھایا اور عرض کیا کہ میں نے ابھی ابھی خواب میں حضرت اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ کو یہ آیت تلاوت فرماتے ہوئے دیکھا ہے اور یقیناً حضرت مولائے کائنات نے مجھے تنبیہ فرمائی ہے کہ میں نے آپ کو قید کیوں کر رکھا ہے؟ لہٰذا آپ مجھ سے یہ عہد فرمائیے کہ آپ میرے خلاف یا میری اولاد کے خلاف بغاوت نہیں کریں گے تو ابھی ابھی آپ کو رہا کرتا ہوں۔ حضرت امام نے فرمایا کہ امیر المؤمنین! بغاوت میرا کام نہیں اور میں بالکل ہی بے قصور ہوں۔ یہ سنتے ہی خلیفہ مہدی نے حکم دیا کہ اے ربیع! تین ہزار دینار حضرت امام کی خدمت میں نذرانہ پیش کرو اور ان کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ مدینہ منورہ ان کے اہل وعیال کے پاس بھیج دو۔ چنانچہ ربیع نے جلدی جلدی رات ہی میں سارا انتظام کر دیا اور صبح ہوتے ہوتے مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ (مستطرف ج۲ص۷۰)

تبصرہ: اس تاریخی حکایت میں حضرت شیر خدا اور حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما کی کرامت اور خداداد تصرفات کے جو جلوے نظر آرہے ہیں وہ کسی اہل فہم پر پوشیدہ نہیں۔ کیوں نہ ہو کہ مولائے کائنات کی ذات والا صفات سرچشمہ ولایت اور منبع تصرفات ہے۔

www.waseemziyai.com

بلاشبہ آپ سید الواصلین ہیں اور آپ کی آل امجاد یقیناً آپ کے کمالات کی صحیح وارث اور آپ کے جانشین ہیں۔ اللہ اکبر! بالکل حق کہا کسی حق شناس شاعر نے کہ ۔

علی کا گھر بھی وہ گھر ہے کہ جس گھر کا ہر اک بچہ
جہاں پیدا ہوا شیرِ خدا معلوم ہوتا ہے

ایک عبرت انگیز خواب

حافظ حدیث ''عبدالرحمٰن بن مندہ'' کا ان علماء حق میں شمار ہے جو بد مذہبوں اور باطل فرقوں کے حق میں برق خاطف تھے اور بلا خوف کلمۂ حق کہتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ابوالقاسم زنجانی کعبہ مکرمہ کے پاس علی الاعلان کہا کرتے تھے کہ اس دور پرفتن میں اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کے ذریعے اسلام کی حفاظت فرمائی۔ ایک عبدالرحمٰن بن مندہ دوسرے عبداللہ بن محمد انصاری کہ یہ دونوں گمراہیوں کی خوفناک آندھیوں میں بھی استقامت کا پہاڑ بنے ہوئے ڈٹے رہے اور گمراہ فرقوں کے دل بادل لشکروں سے تنہا زبانی و قلمی جہاد فرماتے رہے!

''ابوطالب بن طباطبا'' کا بیان ہے کہ میں عبدالرحمٰن بن مندہ سے غائبانہ بغض رکھتا تھا۔ اور ان کو ہمیشہ گالیاں دیا کرتا تھا۔ ایک دن ناگہاں میں نے خواب میں امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک شخص کا ہاتھ ہے جو نیلے رنگ کا جبہ پہنے ہوئے ہیں اور کوئی زور زور سے یہ کہہ رہا ہے کہ اے ابوطالب! دیکھ لے یہ امیرالمؤمنین حضرت عمر ہیں جو عبدالرحمٰن بن مندہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں۔ ابوطالب کہتے ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کر حضرت امیرالمؤمنین کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ اور انتہائی ناگواری کے ساتھ اپنی پرجلال آواز سے فرمایا کہ تم ان کو گالیاں کیوں دیا کرتے ہو؟ ابوطالب کہتے ہیں کہ میں اس خواب سے چونکا اور خوف و دہشت سے لرزہ براندام ہو کر اٹھا اور فوراً ہی عبدالرحمٰن بن مندہ کی زیارت کے لیے اصفہان روانہ ہو گیا وہاں جا کر دیکھا کہ عبدالرحمٰن بن مندہ نیلا جبہ پہنے ہوئے ہو بہو وہی

www.waseemziyai.com

شخص ہیں جن کا ہاتھ میں نے خواب میں حضرت امیر المؤمنین کے ہاتھ میں دیکھا تھا۔ میں نے جیسے ہی پہنچ کر انہیں سلام کیا تو انہوں نے **وعلیك السلام یا ابا طالب** ! کہہ کر جواب دیا۔ میں حیران رہ گیا۔ کہ آخر انہیں میرا نام کس طرح معلوم ہو گیا؟ پھر میں ابھی کچھ بولنے بھی نہیں پایا تھا کہ انہوں نے فرمایا کے اے ابو طالب! جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرام فرما دیا ہے کیا ہم میں کسی کی مجال ہے کہ کوئی اس کو حلال کر سکتا ہے؟ میں نے انہیں خدا کی قسم دلاتے ہوئے گڑگڑا کر ان سے معافی مانگی اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو انہوں نے فرمایا کہ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے۔ میں نے تمہاری سب بے ادبیوں کو معاف کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۴۰)

تبصرہ: اس رقت انگیز اور عبرت خیز حکایت میں جہاں امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حافظ عبدالرحمٰن بن مندہ کے تصرفات اور کرامتوں کا نور نظر آتا ہے۔ وہاں اس واقعہ سے اس معاملہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ جو علماء حق دین کی نصرت وحمایت میں گمراہ فرقوں کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں ان پر بزرگان دین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دامن امداد واعانت ہر وقت سایہ فگن رہتا ہے اور یہ علماء مجاہدین اس قدر سلف صالحین کے محبوب اور پیارے ہوتے ہیں کہ ان سے بغض وعناد رکھنے والا اگرچہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو بزرگوں کی نظر میں اس قابل نہیں رہتا کہ اس کا سلام بھی ان کے دربار میں مقبول ہو۔ چنانچہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ''ابو طالب بن طباطبا'' کا سلام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی بنا پر قبول نہیں فرمایا کہ وہ عبدالرحمٰن بن مندہ جیسے حق پرست اور حقانی عالم کو گالیاں دیا کرتے تھے اور ان سے بغض وعناد رکھتے تھے۔

اس واقعہ میں ان جاہل اور بے ادب مسلمانوں کے لئے بہت بڑا تازیانۂ عبرت ہے جو بلا وجہ علماء حق کے خلاف طعن وتشنیع اور زبان درازیاں کرتے رہتے ہیں۔ انہیں ہوش میں آ جانا چاہئے کہ وہ بزرگان سلف کی مقدس نگاہوں میں کہیں اتنے ذلیل اور قابل نفرت نہ ہو جائیں کہ ان کا سلام بھی ان کے لئے قابل قبول نہ ہو اور یاد رکھئے کہ جو اللہ والوں کی نظر سے گر گیا۔ خدا کی قسم یقین فرمائیے وہ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم ہو گیا۔ حدیث

www.waseemziyai.com

شریف کا مضمون ہے کہ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ یعنی مولا عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے اس کے لئے میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔ توبہ نعوذ باللہ! خداوند کریم بزرگان دین کی نگاہ قہر وغضب سے اپنی پناہ میں رکھے۔ بخدا یہ وہ زہر ہے جس کا کوئی تریاق نہیں۔ واللہ۔ یہ وہ تلوار ہے جس کی کوئی ڈھال نہیں کیا آپ نے یہ نہیں سنا کہ ؎

نگاہ مرد مومن برق عالم سوز ہوتی ہے
اگر گر جائے یہ بجلی تو دنیا خاک ہو جائے

چھپے درویش

حضرت ابوسعید خراز کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے حرم کعبہ میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کے بدن پر بس اتنا ہی کپڑا تھا کہ ناف سے گھٹنے تک بدن چھپا ہوا تھا۔ اس کو دیکھ کر میرے قلب میں کچھ نفرت اور گھن پیدا ہوئی اور میں نے اس کو حقارت کی نظر سے دیکھا تو اس نے فوراً ہی میری طرف دیکھ کر یہ آیت پڑھی کہ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ فَاحْذَرُوْہُ (البقرہ:۲۳۵) یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے لہٰذا اس سے ڈرو۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ یہ آیت اس کی زبان سے سن کر میں بے حد شرمندہ ہوا اور دل ہی دل میں توبہ واستغفار کرنے لگا تو اس نے میری طرف دیکھ کر یہ آیت تلاوت کر دی کہ وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ (الشوریٰ:۲۵) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (مستطرف ج۲ص۸۶)

تبصرہ: یہ برہنہ درویش یقیناً کوئی صاحبِ کشف بزرگ تھے جنہوں نے اپنے حال اور کمال کو چھپانے کے لئے یہ ہیئت بنا لی تھی۔ ایسے بہت سے خاصان خدا ہیں کہ ان کی ظاہری شکل وصورت سے ان کے بلند حال اور اعلیٰ کمال کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہی لوگ چھپے درویش کہلاتے ہیں اور ان کا حال گدڑی میں لعل جیسا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ یعنی بہت

www.waseemziyai.com

سے ایسے بندگان خدا ہیں جن کے بال الجھے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں جن کو لوگ (حقیر سمجھ کر) اپنے دروازوں سے دھکا دے کر بھگا دیتے ہیں لیکن خداوند ذوالجلال کے دربار میں ان کی مقبولیت کا یہ حال ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی بڑی سے بڑی بات کی قسم کھالیں تو خداوند کریم ضرور ان کی قسم کو پوری فرما دیتا ہے"۔ ظاہری آنکھوں سے ان بزرگوں کے مقام وحال کا کمال نہیں دیکھا جاسکتا۔ اور باطنی آنکھیں ہر شخص کے پاس موجود نہیں۔ اس لئے یہ لوگ پہچانے نہیں جاتے اور یہ لوگ خود بھی اپنے لباس وخوراک اور اپنے طرز زندگی کی سادگی اور ظاہری بے ڈھنگا پن ظاہر کر کے اپنے حال کو چھپائے رہتے ہیں۔ مگر یہ لوگ اس قدر قوی جذبہ اور روحانی طاقت کے مالک ہوتے ہیں کہ اگر جلال میں آجائیں تو ایک نگاہ ڈال کر عالم ملک میں انقلاب عظیم پیدا کر دیں اور ان لوگوں پر خداوند کریم کا اتنا پیار ہوتا ہے اور یہ لوگ مقبولیت کی ایسی منزل بلند پر فائز ہوتے ہیں کہ اگر یہ لوگ کسی پہاڑ کے ٹل جانے کی یا کسی سمندر کے خشک ہو جانے کی بھی دعا مانگ لیں تو مولیٰ عزوجل ضرور اپنے کرم سے ان کی دعاؤں کو قبول فرما کر ان کی تمناؤں اور مرادوں کو پوری فرما دیتا ہے۔ حضرت حافظ شیرازی نے انہیں کمبل پوش خاک نشینوں کے تصرفات وکرامات اور ان کی روحانی طاقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ؎

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں ــــ کہ ناز بر فلک وحکم بر ستارہ کنم

یعنی میں یوں تو تمہارے دیکھنے میں میکدہ کا ایک فقیر ہوں لیکن جب مجھ پر شراب وحدت کا نشہ اور جذبات الٰہیہ کی مستی سوار ہو جاتی ہے تو اس وقت مجھے دیکھو کہ آسمان میرا ناز اٹھاتا ہے اور ستاروں پر میرا حکم چلتا ہے۔ اور حدیث شریف کے فرمان کے ساتھ ساتھ برس ہا برس کا یہ تجربہ بھی ہے کہ یہ میلے کچیلے پراگندہ بال اور شکستہ حال فقراء جب جلال میں آجاتے ہیں تو ایسے ایسے کمال دکھلا دیتے ہیں کہ عقل انسانی دریائے حیرت واستعجاب میں غرقاب ہو جاتی ہے اور یہ حقیقت بالکل عریاں ہو کر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے کہ ؎

بشر خود اپنی طاقت سے ہلا سکتا نہیں ذرّہ
جو ہو جذب یقین پیدا تو پتھر موم ہو جائے

لہٰذا ضروری ہے کہ کسی پراگندہ بال اور خستہ حال درویش کو ہرگز ہرگز کبھی نفرت و حقارت کی نظر سے نہ دیکھے بلکہ ان خاک نشینوں کی اگر ہو سکے تو کچھ خدمت کرے ورنہ کم سے کم اتنا ضرور خیال رکھے کہ ان کی کوئی بے ادبی نہ ہونے پائے۔ تمہیں کیا معلوم کہ اس کملی کے اندر کون سا شہنشاہ اور اس گدڑی کے اندر کیسا لعل اور اس غبار میں کیسا شہسوار چھپا ہوا ہے؟ اسی لئے کہا گیا ہے کہ ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہوتو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

کشف القلوب

شیخ الحرم سعد بن علی زنجانی بہت سے ممالک کے محدثین سے تحصیل علم کر لینے کے بعد مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے۔ یہ بہت ہی پرہیز گار اور عبادت گزار عالم حدیث تھے۔ اور ان کی مقبولیت اور خلق خدا کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ یہ جب حرم شریف میں داخل ہوتے تھے تو لوگ کعبہ معظمہ کا طواف چھوڑ کر ان کی طرف دوڑ پڑتے تھے اور ''حجر اسود'' سے زیادہ لوگ ان کے ہاتھوں کا بوسہ دیتے تھے۔ جب مکہ مکرمہ پر رافضیوں کا قبضہ ہو گیا تو یہ اپنے مکان کے اندر چھپ کر حدیثوں کا درس دیا کرتے تھے اور مکان کے اندر ہی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ ان کو خداوند عالم نے ''کشف القلوب'' کی کرامت سے نوازا تھا۔ چنانچہ یہ حاضرین مجلس کے قلبی خطرات، اور دلی خیالات کو اپنے کشف سے جان لیا کرتے تھے۔ ''مرو'' کا باشندہ ایک شخص جس کا نام ابوالمظفر تھا۔ اس کو آپ سے بے حد عقیدت ہو گئی اور اس نے یہ عزم کر لیا کہ میں کبھی اپنے وطن نہیں جاؤں گا اور تمام عمر ''سعد بن علی'' کی خدمت و کفش برداری میں گزار دوں گا لیکن اسی رات میں یہ خواب دیکھا کہ اس کی ماں سر کھولے ہوئے، پراگندہ بال اور پریشان حال کھڑی ہے اور یہ کہہ رہی ہے کہ اے بیٹا! میں تیری جدائی ہرگز ہرگز برداشت نہیں کر سکتی۔ ابوالمظفر کہتے ہیں کہ میں خواب سے بیدار ہو کر سخت الجھن اور ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو گیا اور سعد بن علی کی خدمت میں مشورہ

www.waseemziyai.com

کے لئے چل دیا لیکن حرم میں ان کے ارد گرد لوگوں کا ہجوم تھا کہ باوجود انتہائی کوشش کے بھی ملاقات کا موقع نہیں مل سکا۔ جب وہ حرم سے نکلے تو میں ان کے پیچھے چلا۔ جب وہ اپنے مکان کے قریب پہنچے تو ایک دم مڑ کر مجھ سے فرمایا: کہ اے ابوالمظفر ! تیری بڑھیا ماں نہایت بے چینی اور بے قراری کے ساتھ تیرا انتظار کر رہی ہے۔ یہ فرمایا اور مکان میں داخل ہو گئے چنانچہ ابوالمظفر اپنا ارادہ فسخ کر کے' اپنے وطن چلے گئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۴۸)

تبصرہ: شیخ الحرم سعد بن علی زنجانی کسی خانقاہ کے پیر یا پیرزادہ' یا کسی درگاہ کے سجادہ نشین' یا کسی قبرستان کے فقیر' یا بابا نہیں تھے۔ بلکہ ایک با کمال محدث' اور علم حدیث کے مدرس اور پابند شرع عالم دین تھے لیکن خدمت حدیث اور علم دین کے انوار سے خداوند قدوس نے ان کے نورانی سینہ کو اتنا مصفی اور ان کے قلب منور کو اس قدر مجلّٰی فرما دیا تھا کہ یہ ''کشف القلوب'' کی کرامات سے سرفراز ہو گئے۔ یہاں تک کہ لوگوں کے دلوں کے پوشیدہ خطرات وخیالات اور دور دراز مقامات کے کوائف وحالات اس طرح پیش نظر رہتے تھے کہ گویا یہ اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ نورانی واقعہ ان فقیروں اور باباؤں کی بند آنکھیں کھول دینے کے لئے ایک عبرت آموز تازیانہ ہدایت سے کم نہیں جو اکثر یہ راگ الاپتے رہتے ہیں کہ صاحبان کشف وحال تو صرف فقراء اور درویشوں ہی میں ہوتے رہے ہیں اور ہوا کرتے ہیں۔ علماء تو صاحبان قال ہوتے ہیں اور ہمیشہ قال اقوال کی بحثوں میں الجھے ہوتے ہیں۔ انہیں ولایت کے احوال ومعارف اور کشف وکرامت سے کیا تعلق؟ اور لطف یہ کہ یہ اقوال ان باباؤں اور مصنوعی فقیروں کے ہیں جو گانجہ' بھنگ کے رسیا تارک صوم صلوٰۃ اور تمام حدود وقیود شرع سے آزاد بن کر درگاہوں میں سجادہ نشین بنے بیٹھے ہیں اور ان بزرگان سلف کے ناموں پر مفت روٹیاں کھا رہے ہیں جو علوم شریعت ومعارف طریقت کے مجمع البحرین تھے اور جن کے تقویٰ وتقدس اور علم وعمل نے امت مسلمہ کو لاتعداد فیوض وبرکات کی دولتوں سے مالا مال کیا تھا مگر آج ان نورانی مسندوں پر ایسے لوگ براجمان ہیں جو سراسر الحادی ظلمتوں کے پیکر' اور قسم قسم کی بدعات اور بداعتقادیوں کے مرقع' اور طرح طرح کی بداعمالیوں کے مجسمہ ہیں جن کے بارے میں ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے

www.waseemziyai.com

اور کتنی بہترین تشبیہ دی ہے کہ ؎

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن ہاتھ آئی وراثت میں انہیں پیر کی گدی

کاش جاہل مسلمان ان گندم نما جوفروش باباؤں کے دام تزویر سے نجات پا جاتے جو اس غلط فہمی کی عظیم وعمیق دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں کہ ہمیں سجادہ نشین کے اعمال وافعال سے کیا مطلب؟ ہم تو گدی کے ماننے والے ہیں۔ اس گدی پر جو بھی بیٹھے وہ ہمارا مرشد' وہ ہمارا پیشوا' وہ ہمارا بزرگ ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو ان عقل کے کچے اور گانٹھ کے پکے جہلا کو یہ سمجھا دے کہ گدی سے گدی نشین کو بزرگی نہیں ملتی بلکہ گدی نشین کی بزرگی سے گدی کو بزرگی ملا کرتی ہے۔ اگر کسی بڑے سے بڑے بزرگ کی گدی پر بھی اگر کوئی نااہل بیٹھ جائے تو وہ ہرگز ہرگز بزرگ نہیں ہو جائے گا اور کوئی بزرگ اگر کسی مسند پر بھی نہ بیٹھے ہوں بلکہ وہ کسی جنگل یا ویرانے میں اگر کوئی ٹوٹی چٹائی یا فرش خاک پر بھی بیٹھ جائیں تو بلاشبہ وہ ٹوٹی چٹائی فرشتوں کی بوسہ گاہ' اور وہ فرش خاک رشک عالم پاک بن جائے گا کیونکہ مسند نشین کی عظمت و بزرگی سے مسند کو عظمت و بزرگی ملا کرتی ہے' کیوں نہ ہو؟ سچ فرمایا کسی عارف حال بزرگ نے کہ ؎

جس جگہ بیٹھ کے پی لے وہی میخانہ بنے مست جو ظرف اٹھا لے وہی پیمانہ بنے

پھر اس حکایت میں یہ جملہ بھی بہت ہی نصیحت آموز ہے کہ جب سعد بن علی حرم شریف میں آتے تھے تو حاضرین حرم الٰہی حجر اسود سے زیادہ ان کے مقدس ہاتھوں کو بوسہ دینے کے لئے بے قرار نظر آتے تھے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ پہلے زمانہ کے دین دار مسلمانوں کو اپنے علماء کے ساتھ کتنا والہانہ جذبۂ عقیدت تھا اور علماء حق سے ان کی وابستگی اور شیفتگی کا کیا عالم تھا؟ کیوں نہ ہو کہ قرون اولیٰ کے مسلمان اپنی دین داری میں آج کل کے مسلمانوں سے ہزاروں درجے بڑھے ہوئے تھے اور جن کو دین سے تعلق اور لگاؤ ہوگا وہ لازمی طور پر علماء دین کے عقیدت مند اور محب ہوں گے اور آج کل کے مسلمانوں کے دلوں کی دنیا میں چونکہ دین داری کا چراغ تقریباً بجھ چکا ہے اس لئے ان کے دلوں سے علماء دین کے وقار و عزت اور ان کی محبت و عقیدت کا بھی جنازہ نکل گیا ہے۔ ہائے افسوس!

آج کل کے نام نہاد مسلمانوں کے بارے میں اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں

صاحبِ ہدایہ کی کرامت

شیخ برہان الدین محمود چھ سات برس کے بچے تھے اور اپنے والد محترم کے ساتھ کہیں جارہے تھے کہ یکایک راستہ میں صاحب ہدایہ مولانا برہان الدین مرغینانی کا شور سنائی دیا۔ شیخ برہان الدین محمود کے والد ان کو عین راستے پر کھڑا کر کے خود کسی گلی میں چلے گئے۔ جب صاحب ہدایہ کی سواری قریب پہنچی تو شیخ برہان الدین محمود نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ صاحب ہدایہ نے بڑی تیز نگاہوں سے اس چھ سات برس کے بچے کو دیکھا کہ ایک بچہ بیچ راستے میں کھڑا ہو کر نہایت ہی مودبانہ سلام کر رہا ہے۔ صاحب ہدایہ نے سواری روک کر حاضرین سے فرمایا کہ ''خدا مجھ سے یہ بات کہلوا رہا ہے کہ یہ بچہ اپنے زمانے کا ''علامہ'' ہوگا۔ شیخ برہان الدین محمود یہ بشارت سن کر چند قدم صاحب ہدایہ کے ساتھ چلے پھر صاحب ہدایہ نے یہ فرمایا کہ '' خدا مجھ سے یہ کہلوا رہا ہے کہ یہ بچہ ایسے بلند مرتبہ پر فائز ہوگا کہ ''بادشاہ اس کے دروازے پر حاضری دیں گے۔'' چنانچہ صاحب ہدایہ کی اس پیشین گوئی کا اس طرح ظہور ہوا کہ شیخ برہان الدین محمود اپنے دور کے اکابر علماء میں ممتاز اور جامع شریعت و طریقت ہوئے اور سلطان غیاث الدین بلبن آپ کا معتقد اور آپ کی مجلس کا حاضر باش ہوا۔ اور آپ اس قدر صاحب کرامت ہوئے اور قبول خلائق کی ایسی بلند ترین منزل پر پہنچے کہ آپ کی قبر شریف جو حوض شمسی دہلی کے مشرقی جانب میں ہے۔ لوگ بکثرت اس کی زیارت کرتے اور برکت حاصل کرتے ہیں اور فرط عقیدت سے لوگ آپ کی قبر انور کو ''تختہ نور'' کہتے ہیں۔ اور آپ کی قبر کی مٹی لوگ اپنے بچوں کو اس لئے کھلاتے ہیں کہ ان پر علم کے دروازے کھل جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی قبر پاؤں کی جانب سے کئی بار شکستہ ہوتی اور از سر نو تعمیر ہوتی رہی۔ (اخبار الاخیار ص ۵۳)

www.waseemziyai.com

تبصرہ: مولانا برہان الدین مرغینانی صاحبِ ہدایہ کو کون نہیں جانتا۔ آپ کی کتاب ''ہدایہ شریف'' فقہ حنفی کی وہ مایہ ناز کتاب ہے کہ تمام دنیا میں اس کی مثال نہیں مل سکتی اور تمام دنیا کے مدارس میں یہ کتاب داخل درس ہے۔ اس حکایت سے انداز ہ لگایئے کہ صاحب ہدایہ کو علم شریعت کے کمال کے ساتھ ساتھ خداوند عالم نے کس قدر کشف وکرامات کی بلند منزل پر بھی فائز فرمایا تھا کہ آپ نے ایک سات برس کے بچے کی صورت دیکھ کر اس کے شاندار مستقبل کو علی الاعلان بیان فرما دیا جو سو فیصدی صحیح ثابت ہوا۔ اب کون بدنصیب ایسا ہے جو یہ کہہ سکتا ہے کہ طبقۂ علماء میں کوئی شاہ ولایت اور صاحب کرامت ہوا ہی نہیں۔ صاحب ہدایہ عالم دین نہیں تھے تو کیا کسی تکیہ میں بھنگ گھوٹنے والے فقیر یا کسی قلندر کی گدی پر گانجہ پینے والے بابا تھے۔

برادران ملت! حقیقت تو یہ ہے کہ ولایت قرب خداوندی کی ایک خاص منزل کا نام ہے اور قرب خداوندی کے سب سے زیادہ اہل وہی لوگ ہیں جن کے سینوں میں خدا کے محبوب ﷺ کے علم نبوت کا نور ہوتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنا قرب خاص اپنے محبوب کے علم و فن کے خادموں کو نہیں عطا فرمائے گا تو کیا ان جاہل گانجہ، بھنگ پینے والوں کو عطا فرمائے گا جو محبوب خدا کے علم نبوت سے اتنے محروم اور کورے ہیں کہ انہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ استنجاء کرنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ حضرت حق جل مجدہ جس کو بھی ولایت کے شرف سے سرفراز فرماتا ہے علم نبوت کی روشنی سے بھی ضرور اس کے سینے کو منور فرما دیتا ہے۔ اگر وہ کسی مدرسہ میں لکھ پڑھ کر علم شریعت نہیں جانتا تو مولیٰ تعالیٰ علم لدنی کے طور پر اس کو علم شریعت سکھا دیتا ہے۔

چنانچہ تاریخی تجربہ شاہد ہے کہ بہت سے ایسے خاصان خدا جو ولایت سے قبل علم دین سے بالکل ہی کورے تھے۔ منصب ولایت پر سرفراز ہونے کے بعد خداوند قدوس نے ان کو علم دین کی اتنی عظیم اور کثیر دولتوں سے مالا مال فرما دیا کہ بڑے بڑے علماء جب مشکل سے مشکل ترین مسائل لے کر ان کی خدمتوں میں حاضر ہوئے تو ان بزرگوں نے چند اشاروں میں ان مسائل کو اس طرح حل کر دیا کہ علماء ان کے علوم کی گہرائیوں [illegible]

www.waseemziyai.com

حیرت و استعجاب کے دریا میں غرق ہو گئے اور اس کے سوا کچھ بھی نہ کہہ سکے کہ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ یعنی یہ خدا کا فضل ہے اور خدا جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نواز دیتا ہے اور اللہ کا فضل بہت ہی بڑا ہے۔

چنانچہ حضرت شیبان راعی جو ایک امی ولی تھے ان کی خدمت میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہو کر اس طرح باادب بیٹھا کرتے تھے جس طرح مکتب میں ایک بچہ اپنے استاذ کے سامنے بیٹھا کرتا ہے اور ''شیبان راعی'' سے وہ ان مشکل مسائل کو حل کراتے تھے جو ان کی مجتہدانہ نگاہوں سے بھی اوجھل رہا کرتے تھے۔ اسی طرح مشہور ہے کہ شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ جو کسی مدرسہ میں پڑھے ہوئے نہیں تھے مگر علماء فرنگی محل لکھنؤ جب ان سے مشکل مسائل دریافت کرتے تھے تو ان کا جواب سن کر حیران رہ جاتے تھے اور یہ کہہ کر چپ ہو کرتے تھے کہ بلاشبہ اس کو ''علم لدنی'' کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ سچ ہے کہ جن برگزیدہ ہستیوں کو عشق الٰہی کا جذبہ حاصل ہو گیا۔ تمام علوم و معارف خود بخود کشاں کشاں ان کے دامنوں میں پناہ لیتے ہیں بلکہ ان کے قدموں پر نثار ہوتے رہتے ہیں کیا خوب کہا شاعر مشرق نے کہ

عشق سراپا یقین، اور یقین فتح یاب
علم ہے ''ابن الکتاب'' عشق ہے ام لکتاب

مشکل کشا کا روضہ

شیخ محمد ترک نارنولی علیہ الرحمہ کا اصلی وطن ترکستان ہے۔ آپ ہندوستان تشریف لائے۔ اور نارنول میں قیام فرمالیا۔ مشہور ہے کہ آپ خواجہ عثمان ہارونی کے مرید ہیں۔ قصبہ نارنول کے عوام آپ کو ''پیر ترک'' یا ''ترک سلطان'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ آپ نے کفار کے ہاتھوں سے جام شہادت نوش فرمایا اور آپ کا مزار شریف زیارت گاہ خلائق ہے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بادشاہ نے

www.waseemziyai.com

زبردستی دہلی سے نکلوادیا اور ٹھٹھہ کی جانب نکل جانے کا حکم دے دیا۔ آپ نارنول کے راستہ سے ٹھٹھہ جارہے تھے۔ جب نارنول قریب آ گیا تو آپ سواری سے اتر پڑے اور شیخ محمد ترک کے مقبرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مراقبہ میں چلے گئے۔ جب مراقبے سے سراٹھایا تو ارشاد فرمایا کہ ''جس شخص کو کوئی مشکل درپیش ہواور وہ اس روضہ کی طرف متوجہ ہوتو امید ہے کہ اس کی مشکل آسان ہو جائے گی۔'' یہ سن کر ایک بے باک نے کہا کہ حضرت! آپ تو خود اس وقت ایک بہت بڑی مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ اُس مزار کی برکت سے میری مشکل آسان فرمادے گا۔ چنانچہ آپ نارنول سے دو تین منزل آگے نہ گئے ہوں گے کہ بادشاہ کی موت کی اطلاع ملی اور آپ واپس دہلی چلے گئے۔ (اخبار الاخیار ص ۸۴)

تبصرہ: شیخ نصیرالدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کتنے بلند پایہ عالم دین اور زہد وتقویٰ کے امام تھے۔ اس کو کون نہیں جانتا؟ آپ شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے خلیفہ اور جانشین تھے اور آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ دہلی محمد تغلق جب آپ کا دشمن ہو گیا تو طرح طرح کی ایذائیں پہنچانے لگا۔ ایک مرتبہ محمد تغلق بادشاہ نے آپ کے یہاں چاندی سونے کے برتنوں میں اس نیت سے کھانا بھیجا کہ اگر آپ اس سلطانی دعوت کے کھانے سے انکار کریں گے تو آپ کو سزا دینے کا ایک بہانہ مل جائے گا اور اگر آپ نے ان سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھالیا تو وہ ایک فعل حرام کے مرتکب ہو جائیں گے۔ پھر دوسروں کو حرام کاموں سے روکنے اور منع کرنے کے قابل نہ رہیں گے۔ حضرت نے دستر خوان پر سے ایک پیالہ اٹھایا اور یخنی اس میں سے نکال کر اپنے ہاتھ پر رکھ کر نوش فرمایا اس طرح بادشاہ محمد تغلق کا سارا منصوبہ ہی درہم برہم ہوگی اور وہ خائب و خاسر رہ گیا۔ محمد تغلق بڑا ہی ظالم اور علماء حق کا انتہائی دشمن تھا اور اسی ظالم نے آپ کو دہلی سے شہر بدر بھی کرایا تھا۔

بہر کیف یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی نے اپنے علم وعمل اور زہد وتقویٰ کے کمال کے باوجود یہ فرمایا کہ جو شخص کسی مشکل کے وقت شیخ محمد ترک کے روضہ کی طرف متوجہ ہوگا۔ امید ہے اس کی مشکل حل ہو جائے گی۔ اس طرح آپ نے

www.waseemziyai.com

ایک بزرگ کو ''مشکل کشا'' کہا اور یہ عقیدہ رکھا کہ ان صاحب مزار کی برکت سے میری مشکل بھی حل ہو جائے گی۔ چنانچہ حل ہوگئی کہ جلد ہی ظالم بادشاہ ہلاک ہوگیا اور آپ ترک وطن اور جلاوطنی کی مصیبتوں سے نجات پا گئے۔ بحمدہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ وعمل ہے کہ بزرگان دین کے مزارات طیبہ کی برکتوں سے خداوند کریم مشکلات حل فرما دیتا ہے اور بلائیں ٹال دیتا ہے۔ دیوبندی مکتبہ خیال کے لوگ جو ہم سنیوں کو قبر پرست' بدعتی اور مشرک کہا کرتے ہیں انہیں غور کرنا چاہئے کہ ان کے تیروں سے کون کون سے بزرگوں کے تقویٰ وتقدس مجروح ہو رہے ہیں اور ان کے اندھا دھند فتووں کی تیراندازی سے کیسے کیسے بزرگان زخمی اور مقتول ہو رہے ہیں؟ ہم ان اناڑیوں سے اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ۔

ترچھی نظروں سے نہ دیکھو عاشق دلگیر کو کیسے تیرانداز ہو؟ سیدھا تو کرلو تیر کو

باطنی نظر

حضرت خواجہ حسن افغان علیہ الرحمہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ حسن صاحب ولایت اور بہت بڑے بزرگ تھے۔ یہی خواجہ حسن افغان ایک دفعہ کسی گلی سے گزرتے ہوئے ایک مسجد میں پہنچے۔ موذن نے تکبیر کہی اور جماعت ہونے لگی۔ آپ بھی جماعت میں شریک ہوگئے۔ جب نماز پوری ہوگئی اور سب مسجد سے چلے گئے تو آپ نے امام صاحب سے فرمایا کہ اے خواجہ! تم نے نماز شروع کی اور میں تمہارے ساتھ نماز میں شامل ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ تم یہاں سے دہلی پہنچے وہاں سے غلام خرید کر واپس آئے' پھر ان غلاموں کو خراسان لے گئے اور وہاں سے چل کر ملتان آئے اور میں تمہارے پیچھے سرگرداں و پریشان پھرتا رہا۔ آخر یہ کیسی نماز ہے؟

تبصرہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ایک معجزہ تھا کہ حالت نماز میں آپ تمام مقتدیوں کی حرکتوں اور ان کے خضوع وخشوع کی حالتوں کو دیکھا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف کی

www.waseemziyai.com

روایت ہے کہ ایک مرتبہ پچھلی صفوں میں کسی نمازی سے کوئی نامناسب حرکت سرزد ہوگئی تو نماز سے فارغ ہو کر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اَمَا وَاللّٰہُ لَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا سُجُوْدُکُمْ یعنی خبردار! خدا کی قسم تم لوگوں کا رکوع و سجود میری نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہتا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ لَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ تمہارا رکوع و سجود ہی نہیں بلکہ تمہارے دلوں کے اندر چھپا ہوا تمہارا خضوع و خشوع بھی میری نظروں سے چھپا ہوا نہیں رہتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان امتیوں کو جو حضور ﷺ کی اتباع میں فنافی الرسول کا درجہ رکھتے ہیں۔ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل میں کبھی کبھی اس کرامت سے سرفراز فرماتا ہے کہ ان پر بھی حالت نماز میں ایسی تجلی ربانی ہوتی ہے کہ وہ سراپا نور بن جاتے ہیں۔ اور تمام حجابات ان سے اس طرح اٹھ جاتے ہیں کہ وہ حالت نماز میں امام اور مقتدیوں کے قلبی خطرات اور دلی خیالات کو اپنی نگاہ بصیرت سے دیکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ خواجہ حسن افغان علیہ الرحمہ بھی ان ہی بزرگوں میں سے تھے جو فنافی الرسول ہو کر اس کرامت کی بلند منزل پر فائز ہوئے تھے۔ اگلے زمانے میں ایسے بزرگان دین گزرے ہیں جن سے ایسی کرامتوں کا صدور ہوا۔ اس دور کا مسلمان تو اتباعِ سنت و پیروی شریعت ہی سے منحرف و برگشتہ ہو چکا ہے۔ پھر بھلا ان کو باطنی نظر، روحانی طاقت، روحانی بصیرت اور روشن ضمیری کی کرامت کہاں سے نصیب ہو سکتی ہے؟ اس دور کے مسلمانوں کو تو دیکھ کر بے اختیار زبان پر یہ شعر آجاتا ہے کہ

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری
اے کشتۂ سلطانی و ملائی و پیری

شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نجیب الدین متوکل حضرت بابا شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے بھائی اور خلیفہ ہیں ان کا لقب متوکل ہے۔ یہ ستر برس شہر میں رہے مگر کوئی ظاہری ذریعہ معاش نہ ہونے کے باوجود ان کے عیال و اطفال نہایت عیش و خوشی کی زندگی بسر کرتے رہے اور یہ اپنے مولیٰ کی یاد میں اس قدر مستغرق رہتے تھے کہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ آج کون سا دن

www.waseemziyai.com

ہے؟ اور یہ کون سا مہینہ ہے؟ اور یہ درہم کتنے کا ہے؟ ایک دفعہ عید کے دن آپ کے گھر میں بہت سے درویش جمع ہو گئے۔ اتفاق سے اس روز آپ کے گھر میں خورد ونوش کا کوئی سامان نہیں تھا۔ آپ بالا خانے پر جا کر یادِ مولیٰ میں مشغول ہو گئے اور اپنے دل میں یہ کہتے تھے کہ الٰہی! آج عید کا دن ہے اور میرے بچے اور مہمان بھوکے ہیں آپ اسی خیال میں تھے کہ اچانک ایک مرد چھت پر چلا آ رہا ہے۔ اس نے کھانوں سے بھرا ہوا ایک خوان پیش کیا اور کہا کہ اے نجیب الدین! تمہارے توکل کی دھوم ملاء اعلیٰ میں مچی ہوئی ہے اور تمہارا یہ حال ہے کہ تم ایسے خیال میں مشغول ہو؟ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں نے اپنی ذات کے لئے یہ خیال نہیں کیا بلکہ اپنے یاروں کے لئے اس خیال کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ غالبًا یہ مرد بزرگ حضرت خضر تھے۔ حضرت نجیب متوکل باوجود اپنی اس کرامت و بزرگی کے انتہائی منکسر مزاج و متواضع تھے۔ آپ کے تواضع اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک روز ایک فقیر بہت دور سے آپ کی ملاقات کے لئے آیا اور آپ سے پوچھا کہ کیا نجیب الدین متوکل (توکل کرنے والا) آپ ہی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جی ہاں۔ میں ہی ہوں نجیب الدین ''متاکل'' (یعنی بہت زیادہ کھانے والا)

(اخبار الاخیار ص ۲۶)

تبصرہ: وقت ضرورت بالکل اچانک کھانا پانی وغیرہ ضروریات زندگی کا حاضر ہو جانا یہ بہت سے بزرگوں سے کرامت کے طور پر وقوع میں آیا ہے۔ چنانچہ شرح عقائد نسفیہ میں جہاں کرامت کی چند مثالوں کا بیان ہے وہاں یہ بھی مذکور ہے کہ بوقت ضرورت کھانے پانی کا حاضر ہو جانا یہ بھی کرامت ہی کا ایک شعبہ ہے۔ بزرگان دین کے خداداد تصرفات وکرامات کا کیا کہنا؟ یہ ایسے مقبولانِ بارگاہ خداوندی ہوتے ہیں کہ ان کی زبان سے نکلی ہوئی بات اور دل میں سوچا ہوا خیال پورا ہو کر رہتا ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ؎

جو جذب کے عالم میں نکلے لب مومن سے
وہ بات حقیقت میں تقدیر الٰہی ہے

www.waseemziyai.com

ہر جمعرات کو زیارت رسول ﷺ

حضرت علامہ سید یوسف بن سید جمال الحسینی بہت ہی جلیل القدر عالم تھے۔ آپ نے قاضی نصیر الدین بیضاوی کی کتاب "لب الالباب" کی ایک بہت ہی طویل و بسیط شرح لکھی جو "یوسفی" کے نام سے مشہور ہے۔ اسی طرح آپ نے "منار" کی بھی شرح فرمائی ہے جس کا نام "توجیہ الافکار" ہے آپ منطق و فلسفہ میں مولانا جلال الدین رومی کے شاگرد ہیں جو "شمسیہ" اور "مطالع" کے شارح مولانا قطب الدین رازی کے تلامذہ میں سے ہیں۔

آپ کے بزرگ مشہد سے آکر ملتان میں متوطن ہو گئے تھے اور آپ سلطان فیروز شاہ کے زمانے میں ملتان سے دہلی آئے اور سلطان موصوف نے آپ کی علمی قابلیت سے متاثر ہو کر اپنے شاہی مدرسہ میں آپ کو مدرس مقرر کر دیا۔ اور آپ برسوں مسند تدریس و افادہ پر رونق افروز رہے۔ آپ کی ایک بڑی خاص کرامت یہ ہے کہ آپ ہر جمعرات کو خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے تھے۔ (اخبار الاخیار ص ۱۵۶)

تبصرہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے کسی امتی پر اتنا بڑا اکرم فرمانا کہ آٹھویں دن اپنی زیارت سے مشرف فرما دینا یہ ایک امتی کی اتنی بڑی سعادت عظمیٰ ہے کہ کروڑوں نعمتیں اس پر قربان ہیں اس سے پتا چلتا ہے کہ علماء حق پر حضور اکرم ﷺ کا کتنا پیار ہے؟

برادرانِ ملت! اس سلسلہ میں کہ علماء حق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے ہوتے ہیں۔ میں زندگی بھر ایک مجذوب کی بات کو فراموش نہیں کر سکتا جس کو سن کر میرے بدن پر ایک ایسی جھرجھری پیدا ہوگئی کہ میرے بدن کا رونگٹا کھڑا ہو گیا تھا۔ ۱۳۷۲ھ کا واقعہ ہے جب کہ میں دار العلوم شاہ عالم احمد آباد کی ملازمت کے دوران مدرسہ کی کوئی عمارت نہ ہونے کے باعث محلّہ چھیپا واڑہ کی مدرسہ والی مسجد کے اندرونی حصہ میں شمالی دیوار پر ٹیک لگا کر بخاری شریف کا درس دے رہا تھا۔ عین درس کے وقت میں حضرت شاہ عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں چلہ لگانے والا ایک فرسودہ حال فقیر میلے کچیلے لباس میں اچانک میری درس گاہ

www.waseemziyai.com

میں آ گیا۔ اور میرے سامنے بیٹھ کر مجھے بڑے غور سے اور بڑی تیز نگاہوں سے گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی تھی اور بہت ہی بھدے طریقے سے آنکھوں میں کاجل لگائے ہوئے تھا۔ مجھے اس کی اس ہیئت پر بڑا تعجب ہوا اور ہنسی بھی آ گئی۔ چنانچہ ہنستے ہوئے میں نے دریافت کیا کہ شاہ صاحب! کیا دیکھ رہے ہو؟ خیریت تو ہے؟ یہاں آپ کیسے تشریف لائے؟ اس نے جواب دیا کہ ''تم حسینوں کے دیدار کے لئے آ گیا ہوں''۔ میں نے ہنس کر کہا کہ شاہ صاحب! میں تو کوئی حسین نہیں ہوں' ایک کالا کلوٹا آدمی ہوں۔ یہ سن کر وہ فقیر بڑے جوش میں تڑپ کر بولا کہ میری نظروں سے پوچھو کہ تم کتنے حسین اور پیارے ہو؟ تم تو رسول اللہ ﷺ کے پیارے ہو۔ اسی لئے تو میں تمہارے دیدار کے لئے آیا ہوں۔ مجذوب فقیر کے ان کلمات کو سن کر میری ہنسی ایک دم غائب ہوگئی اور ان کلمات کا میرے قلب پر اتنا اثر ہوا کہ میرا بدن کانپ اٹھا اور رونگٹے کھڑے ہو گئے اور مجھ پر ایسی رقت طاری ہوگئی کہ میری آنکھوں سے آنسو چھلک گئے۔ پھر میں نے اس شخص سے خوف کھاتے ہوئے دریافت کیا کہ آپ کے لئے چائے منگالوں؟ تو اس نے کہا کہ نہیں۔ میں صرف تمہارے ہاتھ سے پانی پینا چاہتا ہوں۔ میں نے مسجد کے مٹکے سے ایک چمبو پانی منگا کر پیش کر دیا اور وہ پانی پی کر اٹھ کھڑے ہوئے اور چل دیئے مگر مجھ پر گھنٹوں ایک ایسی کیفیت طاری رہی کہ میں اس کی تعبیر کے لئے کوئی لفظ نہیں پاتا ہوں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ضرور یہ کوئی مجذوب ہے جس کے کلام میں اس بلا کی تاثیر ہے کہ اس کے ایک جملے سے میرا بدن لرز اٹھا۔ اور میں نے عزم کر لیا کہ حضرت شاہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں اطمینان کے ساتھ اس شخص سے ملاقات کروں گا لیکن اس واقعہ کے بعد پچاسوں مرتبہ میں نے درگاہ شریف میں اس شخص کو تلاش کیا مگر وہ نظر نہیں آیا اور آج تک نہیں ملا۔ میں نے اپنے ذہن میں یہ تصور قائم کر لیا کہ شاید میرے درس حدیث سے حضور اکرم ﷺ کو کچھ خوشی ہوئی ہوگی اور اس مجذوب پر اس کا انکشاف ہوا ہوگا۔ اس لئے وہ مجھے یہ سنانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد سے ہمیشہ میری یہ تمنا رہی کہ مولیٰ عزوجل تمام عمر مجھے درس حدیث کی خدمت کا شرف عطا فرماتا رہے اور کاش میرے آقا حضور اکرم

ﷺ مجھ سے خوش ہو جائیں تو پھر میں یقیناً کونین کی سعادتوں سے بہرہ ور ہو کر مقبول بارگاہ الٰہی ہو جاؤں گا اور اگر وہ ایک بار مجھے اپنے دیدار پر انوار کی نعمت بے بہا سے نوازیں تو واللہ میری خوش نصیبی کی معراج ہو جائے اور اگر یہ کہتے ہوئے کہ

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

میں ان پر نثار ہو جاؤں تو پھر میرے ملک سعادت کا بادشاہ بلکہ شہنشاہ ہو جانے میں کون شک کر سکتا ہے؟ کیا خوب فرمایا مولانا حسن بریلوی علیہ الرحمہ نے کہ

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ وَهُوَ حَسْبِىْ وَنِعْمَ الْوَكِيْل

ایک کراماتی تسبیح

شاہ احمد شرعی بڑے ہی متبحر عالم اور تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع تھے۔ صاحب کشاف نے اہل سنت و جماعت پر طعن کرتے ہوئے اعتراضات کیے تھے۔ آپ نے ان کا جواب لکھا ہے۔ بہت ہی صاحب کمالات تھے۔ ان کے شاگرد رشید عبدالغنی سنبھلی کا بیان ہے کہ جب میں ان کی خدمت میں پڑھتا تھا اس وقت ان کی عمر چھیانوے سال تھی مگر وہ تیراندازی میں ایسے نشانہ باز تھے کہ ایک دن تیراندازی کر رہے تھے۔ ایک تیر نشانہ پر لگا۔ کہنے لگے اگر تم لوگ کہو تو جس تیر کو چھوڑوں اس کو پہلے تیر کے منہ میں بند کر دوں۔ چنانچہ دو تین تیروں کو اس طرح چھوڑ کر دکھایا۔ پھر کہنے لگے کہ تیر ضائع ہوتے ہیں اور اسراف ہوتا ہے۔ ورنہ میں سارے تیروں کو ایک دوسرے میں پیوست کر دیتا۔

آپ علم دعوت میں بھی یکتائے دہر تھے۔ ہر جمعہ کو اس علم کی قوت تصرف سے بادشاہ کو اپنے پاس بلا لیتے تھے اور مسلمانوں کی حاجت روائی کراتے تھے۔ آپ کے پاس ایک تسبیح تھی جس کے پہلے دانہ کو حرکت دینے سے بادشاہ کو آپ کی ملاقات کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ اور دوسرے دانہ کے ہلانے سے بادشاہ روانگی کا عزم کر لیتا تھا پھر سوار ہو جاتا تھا یہاں

www.waseemziyai.com

تک کہ عدد معین کے پورا ہونے پر بادشاہ آپ کی خدمت میں آ موجود ہوتا تھا۔ ایک دن آپ وضو کے لئے گئے کہ آپ کے غلام نے اس تسبیح کے دانوں کو پھرانا شروع کر دیا۔ چنانچہ دانوں کی معین تعداد پوری ہوتے ہی بادشاہ ناگاہ آپ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ آپ اس وقت طہارت خانے میں تھے۔ حیران ہو گئے کہ کیا سبب ہے کہ آج بادشاہ خلاف معمول کیوں چلا آیا؟ پھر معلوم ہوا کہ غلام نے تسبیح کے دانوں کو اتفاقی طور پر پھرا دیا تھا اور بادشاہ کے آنے کا یہی سبب ہوا۔ چندیری آپ کا وطن تھا اور ۹۲۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (اخبار الاخیار ص ۲۲۶)

تبصرہ: دور ماضی کے علماء سلف کا یہ ذوق تھا کہ وہ مختلف علوم میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ کسی نہ کسی فن میں بھی کمال حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ بہت سے اکابر علماء کی سوانح حیات کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ کوئی شہسواری میں یکتائے زمانہ تھا تو کوئی تیر اندازی ونشانہ بازی میں فرید دہر تھا بعض شمشیر زنی اور بنوٹ کے فن میں درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے تو کچھ لوگ اعلیٰ درجے کے تیراک تھے۔ اسی طرح بعض علماء خطاطی وخوشنویسی کے ماہر ہوئے اور بعض نے نجاری اور لوہاری کے فن میں کمال کیا۔ الغرض دور سابق کے علماء ریاضت اور فن سپہ گری اور مختلف صنعتوں میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ اسی لئے ان بزرگوں کی تندرستی وصحت اور جسمانی طاقت قابل رشک ہوا کرتی تھی اور کسی نہ کسی صنعت میں کمال ہونے کی وجہ سے ہنر مند ہوا کرتے تھے۔ نہ کسی امیر و مالدار کے دست نگر ہوا کرتے تھے۔ مگر آج کل تو علماء اور عوام دونوں کا ذوق اس قدر بدل گیا بلکہ بگڑ گیا کہ فن سپہ گری، بنوٹ وغیرہ اور صنعت وحرفت کو علماء کرام کے لیے ایک بہت بڑا عیب شمار کیا جانے لگا۔ چنانچہ اس زمانے میں وہی مولوی بڑا محترم سمجھا جاتا ہے جو کبھی ایک قدم بھی پیدل نہ چلے اور دن رات مسند پر سر جھکائے اور نگاہیں نیچی کیے ہوئے بیٹھا رہے اور چند کتابیں پڑھ لینے کے بعد کسی مسجد یا مدرسہ کی نوکری، یا وعظ گوئی یا پیری مریدی کے سوا اور کسی کام کا نہ رہے۔

مگر میں ہمیشہ اس بد ذوقی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا رہا اور جب تک دم میں دم ہے اور ہاتھ میں قلم ہے اس کے خلاف بولتا اور لکھتا رہوں گا کہ فن سپہ گری،

www.waseemziyai.com

شمشیر بازی، بندوق چلانا، ورزش کرنا، لاٹھی پھرانا اور بنوٹ کی مشق کرنا ہرگز ہرگز طبقۂ علماء کی شان کے خلاف نہیں ہے۔ نہ عقلاً وشرعاً واخلاقاً علماء کے لئے یہ کوئی معیوب بات ہے۔ اسی طرح کوئی صنعت وحرفت سیکھ کر رزق حلال حاصل کرنے کے لئے کسی کاریگری کو اپنا پیشہ بنالینا ہرگز ہرگز اہل علم کے لئے عار یا عیب کی چیز نہیں۔ لہٰذا نوجوان علماء کو میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ وہ ورزش اور فن سپہ گری ضرور سیکھیں اور محنت ومشقت کے عادی بن کر سپاہیانہ زندگی بسر کریں اور علم دین کے ساتھ ساتھ کوئی نہ کوئی صنعت وحرفت بھی ضرور سیکھ لیں۔ تاکہ صحت وتندرستی بھی قائم رہے اور کسب معاش میں کسی نوکری یا گداگری کے محتاج نہ رہیں اور اس معاملہ میں ہرگز ہرگز جاہلوں کے طعن وتشنیع کی پروا نہ کریں بلکہ اپنی محنت و گرم رفتاری اور اپنی خود اعتمادی وخودداری کا ایسا جوہر دکھائیں کہ جہال کی نظروں میں علماء کا وقار واقتدار انتہائی بلند سے بلندتر ہو جائے اور علماء کا عمل وکردار قابل تقلید ولائق اعتبار کارنامہ شمار کیا جانے لگے۔ شاعر مشرق نے جوانوں کو جھنجھوڑتے ہوئے کیا خوب پیغام عمل دیا ہے کہ ؎

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی   ہو جسکے جوانوں کی خودی صورت فولاد
ناچیز جہان مہ و پرویں ترے آگے   وہ عالم مجبور ہے، تو عالم آزاد
شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا   پُردم ہے اگر تو، تو نہیں خطرۂ افتاد

کپڑا خود بخود بنتا رہا

شیخ احمد نہروانی علیہ الرحمہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ بہت ہی باکمال اور صاحب حال بزرگ تھے۔ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ بہت کم کسی کو پسند فرماتے تھے لیکن شیخ احمد نہروانی کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر شیخ احمد کی اپنے ربّ کے ساتھ مشغولیت کو وزن کیا جائے تو دس صوفیوں کی مشغولی کے برابر ہوگی۔ آپ کا پیشہ کپڑے کی بنائی تھی۔ شیخ نصیر الدین محمود فرماتے ہیں کہ شیخ احمد نہروانی جب کہ گھر پر کپڑے کی بنائی کرتے تھے تو کبھی کبھی ان پر ایسا حال طاری ہو جاتا تھا کہ وہ اپنے آپ سے غائب ہو جایا کرتے تھے۔ اور کام کرنا بند کر دیتے تھے مگر کپڑا خود بخود بنتا جاتا تھا۔ ایک دن آپ

www.waseemziyai.com

کے پیر قاضی حمید الدین ناگوری آپ کی ملاقات کے لئے آئے۔ بوقت رخصت فرمانے لگے کہ اے شیخ! یہ کام کب تک کرتے رہو گے؟ یہ کہہ کر وہ تو چلے گئے مگر شیخ احمد اسی وقت میخ کسنے کے لئے اٹھے۔ آپ کا ہاتھ میخ پر لگا اور ٹوٹ گیا۔ شیخ احمد فوراً یہ بول اٹھے کہ اس بوڑھے یعنی قاضی حمید الدین نے میرا ہاتھ توڑ ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد شیخ احمد نے بافندگی کا پیشہ بالکل ترک کر دیا۔ اور ہمہ تن اللہ سے لو لگالی۔ آپ کی قبر شریف بدایوں میں ہے۔ (اخبار الاخیار ص ۵۳)

تبصرہ: بافندگی یعنی کپڑے کی بنائی کرنے والے طبقے میں بڑے بڑے بلند پایہ علماء اور اکابر اولیاء اللہ ہوئے ہیں۔ محدّثین' صوفیا' فقہاء وغیرہ با کمالوں کا کوئی طبقہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں کپڑا بننے والے نہیں رہے۔ کپڑا بننے والے کو عربی میں ''نساج'' کہتے ہیں۔ اکابر واعلام امت کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ سینکڑوں اکابر ملت ''نساجی'' یعنی کپڑے کی بنائی کا پیشہ کرتے رہے طبقہ اولیاء میں مسلم الثبوت باکرامت بزرگ حضرت خواجہ عزیزان علی رامتینی قدس سرہ بھی نساج یعنی کپڑا بننے کا کام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا رومی نے آپ ہی کے بارے میں یہ شعر تحریر فرمایا ہے کہ

گر نہ علم حال فوق قال بودے کے شدے ... بندہ اعیان بخارا ''خواجہ نساج'' را

یعنی اگر علم حال علم قال سے بڑھ کر نہ ہوتا تو بھلا بخارا کے بڑے بڑے شرفاء لوگ ایک کپڑا بننے والے خواجہ (عزیزان علی رامتینی) کے غلام بن سکتے تھے؟

الغرض علماء اور اولیاء ہر قوم اور ہر پیشہ کرنے والوں میں ہوتے رہے اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ علم نبوت اور کرامت ولایت یہ خداوند کریم کا فضل عظیم ہے۔ اور فضل خداوندی کسی خاص نسل یا قوم کے ساتھ مخصوص نہیں' بلکہ اللہ عزوجل جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نواز دیتا ہے۔

ہندوستان میں مسلمان جہاں بہت سی ہندوانہ رسوم کے وبال میں گرفتار ہو گئے اور ہنود کی تہذیب وتمدن کے مشرکانہ رنگ میں رنگین ہو گئے۔ ان ہی ہندوانہ اور مشرکانہ رسوم بد میں سے یہ خیال بھی ہے کہ مسلمانوں میں ''اونچ نیچ کے طبقات قائم کر کے

www.waseemziyai.com

مسلمانوں نے اسلامی مساوات کے خوبصورت محل کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا"۔ اور بعض جائز پیشوں کو فرضی طور پر ذلیل پیشہ قرار دے کر اس پیشہ والوں کو ذلیل وحقیر سمجھنے لگے۔ اور ہر موقع پر حقارت کے ساتھ ان کا تمسخر اور مذاق اڑانے لگے۔ مثلاً کپڑا بننے والوں کی پوری قوم کو عرفی شرفاء حقیر قرار دے کر ہمیشہ ان کا مذاق اڑاتے رہے اور ان کو حقیر و ذلیل سمجھتے رہے اور طرح طرح کے فرضی قصوں اور ذلت آمیز القاب گھڑ گھڑ کر اس قوم کے ساتھ تمسخر اور ٹھٹھا کرتے رہے۔ حالانکہ تاریخی شواہد اور احادیث و آیات قرآنیہ انہیں ہمیشہ جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر متنبہ کرتی رہیں کہ خبردار تم کسی قوم کا مذاق نہ اڑاؤ اور ان کو برے القاب سے نہ یاد کرو۔ قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا فرمان کتنا واضح اور کس قدر عبرت خیز و نصیحت آمیز ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (حجرات:۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کی ہنسی نہ اڑائے عجب نہیں کہ وہ ان ہنسی اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اڑائیں کچھ بعید نہیں کہ وہ ان ہنسی اڑانے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے پر طعنہ زنی نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

برادران ملت! ملاحظہ فرمائیے کہ ان آیات بینات میں حضرت حق جل مجدہ نے کسی قوم کی ہنسی اڑانے کو حرام فرمایا اور کسی قوم یا کسی شخص کے لئے بُرے بُرے القاب اور خراب خراب نام رکھنے اور طعنہ زنی کرنے کو ناجائز قرار دیا اور ایسا کرنے والوں کو فاسق کہا اور جو لوگ اپنے اس برے کرتوت سے توبہ نہ کریں ان کو ظالم فرما کر ان کی مذمت فرمائی۔ لہٰذا دور حاضر کے علماء کرام کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے ان ہندوانہ خیالات کا شدید رد کر کے مسلمانوں کی اصلاح کریں کہ وہ ہرگز ہرگز کسی مسلمان کی

www.waseemziyai.com

قومی حیثیت سے نہ ہنسی اڑائیں نہ انہیں ذلیل وحقیر سمجھیں۔ ورنہ بلاشبہ وہ فاسق وظالم ٹھہریں گے۔ بلکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کو ہر وقت اپنے پیش نظر رکھ کر اسلامی مساوات اور ایمانی اخوت کے پرچم حقانیت کو سربلند کرتے رہیں اور ہر مومن کا اکرام واحترام کر کے ساری دنیا کو اس نورانی تصور سے آشنا کریں کہ اسلام میں عزت واحترام اور بزرگی واکرام کا دارومدار تقویٰ اور پرہیزگاری پر ہے اور ہرگز ہرگز اسلام میں بزرگی واحترام کسی خاص نسل یا قوم یا رنگ ووطن کے ساتھ مخصوص نہیں۔ پروردگار عالم کا ارشاد ہے کہ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○ (الحجرات:۱۳) ترجمہ: ''اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت (آدم وحواء) سے پیدا کیا۔ اور تمہاری چند شاخیں اور قبیلے بنادیئے تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہی ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ بہت زیادہ جاننے والا خبردار ہے۔

مسلمانو! دیکھ لو اس آیت نے سورج سے زیادہ اس حقیقت کو روشن کر دیا کہ مسلمانوں کی کوئی قوم قومی حیثیت سے نہ ذلیل ہے نہ کوئی قوم قومی حیثیت سے عزت دار ہے بلکہ اسلام میں عزت واحترام اور بزرگی واکرام کا دارومدار تقویٰ اور پرہیزگاری پر ہے جو جس قدر زیادہ متقی وپرہیزگار ہوگا بلاشبہ وہ اسی قدر قابل احترام اور عزت دار ہوگا۔ مگر افسوس کہ جہلا تو جہلا بعض علماء اور صوفیاء بھی اس کالی بھنور اور خطرناک دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جن کو اکثر یہ کہتے ہوئے سنا جاتا ہے کہ فلاں شخص چونکہ فلاں ذات اور فلاں قوم سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا وہ کمین وذلیل ہے اور فلاں شخص چونکہ فلاں ذات اور فلاں قوم سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا وہ شریف اور عزت دار ہے۔ اس طرح قوم مسلم کو شریف ورذیل دو طبقوں میں تقسیم کر کے ان لوگوں نے مساوات اسلام کے مضبوط ومستحکم قلعہ پر ایسی خوفناک بم باری کی ہے کہ اسلامی محل کی بنیادیں متزلزل اور اخوت ایمانی کی بنیان مرصوص اور دیوار محکم کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور ہندوؤں کی طرح مسلمانوں میں بھی نیچی اونچی ذاتیں پیدا

www.waseemziyai.com

کر کے ان لوگوں نے مسلمانوں میں افتراق واختلاف اور انتشار وتکرار کا ایسا بیج بو دیا کہ قیامت تک کے لئے اس کے خاردار جنگلوں کا صفایا دشوار نظر آ رہا ہے اور اس جنگ وجدال کے خاتمہ کی صورت ہی پیدا نہیں ہو رہی ہے۔ افسوس صد ہزار افسوس! سچ کہا ڈاکٹر اقبال نے کہا کہ

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک کچھ بڑی بات تھی؟ ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

قلم محفوظ

شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرۃ العزیز کو ہندوستان میں اگر عمارت ملت کا ستون محکم اور محل سنیت کا رکن اعظم کہہ دیا جائے تو یہ ایک ایسی حقیقت کا اظہار ہوگا جو آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور عالم آشکار ہے۔ آپ کے بزرگ جد اعلیٰ ''محمد ترک بخاری'' علیہ الرحمہ سلطان محمد علاء الدین خلجی کے زمانے میں بخارا سے دہلی تشریف لائے اور آپ کی نسل میں بے حد برکت ہوئی۔ مولانا شاہ عبدالحق محدّث دہلوی ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ''شیخ اولیاء'' آپ کی تاریخ ولادت کا مادہ ہے۔ بیس برس کی عمر سے پہلے ہی آپ تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں ماہر علوم وفنون ہو گئے اور اس کے بعد قرآن مجید بھی حفظ کر لیا۔ پھر حرمین شریفین کی زیارت سے سرفراز ہوئے اور علماء حرمین شریفین کے علمی فیوض و برکات اور حضور سرور کائنات ﷺ کی بے شمار بشارات سے مشرف ہو کر ہندوستان تشریف لائے اور باون برس تک اپنے فرزندوں اور دوسرے طالبان علوم کی تعلیم وتربیت اور کتابوں کی تصنیف وتالیف میں مصروف رہے۔ آپ کی چھوٹی بڑی تصنیفات کی تعداد ایک سو ہے۔ خاص کر فن حدیث میں مشکوٰۃ شریف کی دو شرحیں ''لمعات'' اور ''اشعۃ اللمعات'' اور سیرت میں آپ کی کتاب ''مدارج النبوت'' آپ کے ایسے انمول علمی شاہکار ہیں کہ تمام دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ فن شاعری میں بھی آپ کا

www.waseemziyai.com

بہت ہی بلند پایہ مقام ہے۔ ہزاروں اشعار آپ کے فکر سخن کا نتیجہ ہیں۔ قادری مشرب تھے اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے کمال عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کی تمام تصانیف سے حبِ رسول کا مقدس جذبہ اس طرح جلوہ ریز ہوتا ہے کہ آپ کی تصنیفات کے مطالعہ سے روح ایمان میں ایک پرکیف بالیدگی، اور ایک خاص قسم کا ایمانی سرور پیدا ہوتا ہے جو علماء اہلسنّت کی روحانی تسکین اور قلبی اطمینان کا بڑا ہی انمول سامان ہے۔ ۱۰۵۲ھ میں آپ کا وصال ہوا اور ''فخر العالم'' سے آپ کی تاریخ رحلت نکلتی ہے۔ مزار مبارک پرانی دہلی میں حوض شمسی سے ایک فرلانگ جانب مغرب ہے۔ شاندار گنبد بنا ہوا ہے۔

۱۹۴۸ء کے ہنگامہ میں پنجابی شرناتھیوں نے آپ کے گنبد کا دروازہ توڑ ڈالا۔ فقیر راقم السطور کئی بار مزار مقدس کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہے اور ایک بار دوران مراقبہ میں ایک بشارت بھی قلب پر منکشف ہوئی تھی جو بحمدہ تعالیٰ حرف بحرف پوری ہوئی۔

تبصرہ: ایک مرتبہ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں حضرت محدّث اعظم مولانا سید محمد صاحب قبلہ کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کا تذکرہ شروع ہوا۔ تو حضرت ممدوح نے آپ کے فضائل بیان فرماتے ہوئے آپ کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خاں صاحب قبلہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل فرمایا۔ جس کی ایمان افروز کیفیت اور روحانی لذت کو میں تمام عمر فراموش نہیں کر سکتا۔

حضرت محدّث اعظم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی مجلس میں مولانا شیخ عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرہ العزیز کی باکرامت تصنیفات کا ذکر آ گیا۔ تو اعلیٰ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ محقق کی کرامتوں میں سے ایک بڑی نمایاں کرامت یہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے آپ کو ''قلم محفوظ'' عطا فرمایا تھا۔ کہ آپ کی تصانیف میں عمر بھر آپ سے کبھی قلمی لغزش نہیں ہوئی۔ اور آپ کی پوری تصنیفات میں کہیں آپ کے قلم سے کوئی ایسی خطا نہیں سرزد ہوئی جو قابل گرفت ہو۔ یہ مولیٰ تعالیٰ کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے۔

سبحان اللہ! اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز جیسا علوم وفنون کا جبل راسخ اور مملکت

www.waseemziyai.com

نقد و تنقید کا سلطان اعظم جس کے محاسن تصانیف کا مداح اور اس کے قلم کی حفاظت کا شاہد عدل ہو۔ اس کے علم و فضل کی وسعت، اور اس کے قلم محفوظ کی عظمت کا کیا کہنا؟ اللہ اکبر! کیا خوب کہا شاعر مشرق نے کہ

جس بندۂ حق بیں کی خودی ہوگئی بیدار | شمشیر کے مانند ہے بُرندہ و براق
اس کی نگہِ شوق پہ ہوتی ہے نمودار | ہر ذرّہ میں پوشیدہ ہے جو قوت اشراق
اس مردِ حق سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو | تو بندۂ آفاق ہے وہ صاحبِ آفاق
تجھ میں ابھی پیدا نہیں ساحل کی طلب بھی | وہ پاکیٔ فطرت سے محرم اعماق

قبر قبلہ حاجات

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک سال بصرہ میں بالکل بارش نہیں ہوئی اور شدید قحط پڑ گیا۔ کئی بار لوگ نماز استقاء بھی پڑھ چکے لیکن دعا کی مقبولیت کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔ پھر میں اور عطاء سلمی اور ثابت بنانی اور یحییٰ بکاء اور محمد بن واسع، اور ابو محمد سختیانی وغیرہ بہت سے صالحین اور مکتبوں کے بچے نماز استسقاء اور دعا خوانی کے لیے عید گاہ میں نکلے۔ مگر دو پہر تک کچھ بھی دعا کا اثر ظاہر نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ تمام لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ صرف میں اور ثابت بنانی عید گاہ میں رہ گئے اور رات کا اندھیرا ہو گیا۔ اتنے میں ایک غلام حبشی، اون کا جبہ پہنے ہوئے عید گاہ میں داخل ہوا اور دو رکعت نماز پڑھ کر اس نے اس طرح دعا مانگی کہ الٰہی! تو کب تک اپنے بندوں کو اپنے در سے نامراد واپس کرتا رہے گا؟ کیا تیرے خزانوں میں کچھ کمی آ گئی ہے؟ یا اللہ! میں تجھ کو اس محبت کی قسم دلاتا ہوں جو تجھ کو میری ذات سے ہے کہ تو ابھی ابھی فوراً بارش بھیج دے۔ حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہی ایسی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی کہ گویا آسمان نے اپنی مشکوں کے منہ کھول دیے۔ میں فوراً ہی اس غلام کے پاس پہنچا اور میں نے اس سے کہا کہ تجھے ان کلمات کے کہنے سے شرم نہیں آئی؟ تجھے کیا معلوم کہ خداوند تعالیٰ کو تیری ذات سے محبت ہے؟ اس غلام نے کہا کہ اجی تم میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو وہ مجھے پیدا کیوں فرماتا؟ بلاشبہ اس کو مجھ سے محبت ہے۔

www.waseemziyai.com

اور مجھ کو اس سے محبت ہے لیکن میری محبت ایسی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے اس کے کلمات وکرامات سے متاثر ہو کر اس کے مالک سے اس کو بیس درہم میں خرید لیا اور اپنے گھر لایا۔ جب میں نے اس کا نام دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میرا نام ''میمون'' ہے۔ پھر وہ غلام مجھ سے کہنے لگا کہ اے میرے مولیٰ! آپ نے کس لیے مجھے خریدا ہے؟ میں تو کسی مخلوق کی خدمت کے لائق ہی نہیں ہوں۔ میں نے کہا کہ اے میرے آقا! میں نے آپ کو اس لیے نہیں خریدا ہے کہ آپ میری خدمت کریں بلکہ میں نے آپ کو اس لیے خریدا ہے کہ میں آپ کی خدمت کرسکوں۔ اس نے کہا کہ یہ کس لیے؟ میں نے کہا کہ کیا آپ سے کل میری عیدگاہ میں ملاقات نہیں ہوئی تھی؟ غلام نے چونک کر کہا کہ کیا آپ نے مجھے نماز پڑھتے اور دعا مانگتے ہوئے دیکھ لیا تھا؟ میں نے کہا کہ جی ہاں! میں نے ہی آپ سے کچھ سوال وجواب بھی کیا تھا۔ یہ سن کر وہ غلام ایک دم مسجد کی جانب چل پڑا اور دو رکعت نماز پڑھ کر اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ اور یہ کہنے لگا کہ الٰہی! میرے اور تیرے درمیان ایک راز تھا جس کو تو نے غیر پر ظاہر فرما دیا۔ تو میں تجھ کو قسم دلاتا ہوں کہ اب زندگی میں میرے لیے کوئی لطف اور مزہ نہیں ہے۔ لہٰذا تو ابھی ابھی فوراً ہی مجھے وفات دے دے۔ یہ کہہ کر وہ سجدے میں گر گیا۔ اور پھر سر نہیں اٹھایا۔ جب میں نے اس کے بدن کو حرکت دینا چاہا تو وہ مردہ ہو کر بالکل ہی ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اور اس کا سیاہ چہرہ اتنا روشن اور منور ہو گیا تھا کہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ پھر اچانک ایک جوان دروازے میں کفن لے کر آیا سلام کیا اور تعزیت کے کلمات کہہ کر کفن پیش کیا۔ پھر ہم لوگوں نے اس غلام کو غسل دے کر اسی کفن میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔ زندگی بھر میں کبھی میں نے اتنا اچھا کفن نہیں دیکھا تھا۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فَبِقَبْرِہٖ نَسْتَسْقِی الْاٰنَ وَنَطْلُبُ الْحَوَائِجَ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی آج تک ہم لوگ اس کی قبر مبارک کو وسیلہ بنا کر خداوند تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگتے اور اپنی حاجتیں طلب کرتے رہتے ہیں۔

(مستطرف ج ۱ ص ۱۴۶)

تبصرہ: حکایت مذکورہ بالا سے صاف صاف ظاہر ہے کہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جیسے علم و عمل کے آفتاب عالم تاب کا یہی عقیدہ تھا کہ اہل اللہ کی قبریں مقبولیت دعا کے لیے بڑا

www.waseemziyai.com

ہی خاص مقام ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اس اللہ والے حبشی غلام کی قبر کے پاس خداوند تعالیٰ سے بارش اور دوسری حاجتوں کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ اس خصوص میں ہم نے جلد اول میں بھی چند حکایات تحریر کی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ والے اس قدر خدا کے پیارے ہوتے ہیں کہ ان کی ہر ہر چیز اللہ کو پیاری ہوتی ہے اور ان کی ہر ادا پر رحمت خداوندی کو پیار آ جاتا ہے۔ جو ان کے منہ سے نکل جاتا ہے خداوند تعالیٰ ان کی ہر بات پوری فرما دیتا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ رُبَّ اَشْعَثُ اَغْبَرًا مَرْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ یعنی بہت سے ایسے بندگان خدا ہیں جن کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں۔ اور لوگ انہیں حقیر سمجھ کر اپنے دروازوں سے دھکا دے کر نکال دیتے ہیں لیکن بارگاہ خداوندی میں ان کی محبوبیت و مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ کسی بات کی قسم کھا جائیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ضرور ان کی قسموں کو پوری فرما دیتا ہے۔ چنانچہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ''میمون'' نے خدا کو اس کی محبت کی قسم دلا کر بارش کی دعا مانگی تو فوراً ہی خداوند عالم نے بارش بھیج دی اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ منجانب اللہ ایسے سیف زبان ہوتے ہیں کہ اگر یہ لوگ مٹی کو سونا کہہ دیں تو منٹوں بلکہ سیکنڈوں میں مٹی سونا بن جاتی ہے۔ اور اگر یہ لوگ آگ کو پانی اور پانی کو آگ کہہ دیں تو دم زدن میں آگ پانی اور پانی آگ ہو جائے۔ اللہ والوں کی خداداد روحانی طاقت کا کیا کہنا؟ سبحان اللہ۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں؟

خداوند تعالیٰ کے نام خط

حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ ایک مدت تک حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ چکے تھے ایک مرتبہ لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ حضرت ابراہیم خواص کی خدمت میں سب سے زیادہ عجیب و غریب چیز جو آپ نے دیکھی ہو اس کو بیان کیجئے۔ حذیفہ مرعشی نے فرمایا کہ ہم چند دنوں تک مکہ مکرمہ کے راستے میں بے آب و دانہ بھوکے پیاسے رہ گئے۔ پھر ہم کوفہ شہر میں داخل ہو کر ایک ویران مسجد میں پہنچے۔ تو حضرت ابراہیم خواص نے میری طرف

www.waseemziyai.com

دیکھ کر فرمایا کہ اے حذیفہ! میں تمہارے چہرے پر بھوک کے آثار دیکھتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ جی حضور! بجا ہے واقعی مجھے بڑی شدید بھوک لگی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم خواص نے فرمایا کہ اچھا تم قلم دوات اور کاغذ لاؤ۔ میں نے فوراً ہی سارا سامان حاضر کر دیا تو حضرت ابراہیم خواص نے کاغذ پر یہ عبارت تحریر فرمائی! بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ انت المقصود بكل حال والمشار اليه بكل معنى پھر آپ نے ان اشعار کو پڑھا کہ

۱-اَنَـا حَـامِـدٌ اَنَـا شَـاكِرٌ اَنَـا ذَاكِرٌ اَنَـا جَـائِـعٌ اَنَـا ضَـائِعٌ اَنَا عَارِیْ
۲-هِـیَ سِتَّةٌ وَاَنَـا الضَّـمِـيْـنُ لِنِصْفِهَا فَـكُـنِ الضَّمِينَ لِنِصْفِهَا يَا بَارِیْ
۳- مَـدْحِـیْ لِغَيْرِكَ لَهَبُ نَارِ خُضْتُهَا فَـاَجِـرْ عُبَيْـدَكَ مِنْ لَهِيْبِ النَّارِ

ترجمہ: (۱) میں حمد کرنے والا' میں شکر کرنے والا' میں ذکر کرنے والا' میں بھوکا' میں برباد' میں ننگا ہوں۔

(۲) میری یہ چھ صفتیں ہیں۔ان میں سے آدھی تین کا تو میں کفیل ہوں باقی تین آخری کا تو کفیل بن جا۔

(۳) میں تیرے غیر کی مدح کروں یہ ایسا ہی ہے کہ میں آگ کے شعلے میں داخل ہو جاؤں لہٰذا تو اپنے حقیر بندے کو آگ کے شعلے سے پناہ دے۔

حذیفہ مرعشی کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم خواص نے یہ پرچہ لکھ کر مجھے دیا اور فرمایا کہ تم یہ خط لے کر جاؤ۔ اور راستے میں خدا کے سوا کسی دوسرے کا خیال تمہارے دل میں نہ آئے۔ اور سب سے پہلا شخص جو تمہیں ملے اس کو یہ خط دے دینا۔ چنانچہ میں یہ خط لے کر چلا۔ اور پہلا شخص جو مجھ سے ملا وہ ایک مرد تھا جو خچر پر سوار تھا۔ میں نے اس کو پرچہ دیا۔ تو وہ خط پڑھ کر رو پڑا اور بولا کہ اس پرچہ کا لکھنے والا کس حال میں ہے اور کہاں ہے؟ میں نے کہا وہ بزرگ فلاں مسجد میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر اس نے مجھے چھ سو درہم کی ایک تھیلی دی۔ اور چل دیا۔ میں تھیلی لے کر چند قدم چلا ہی تھا کہ ایک شخص ملا۔ میں نے اس سے اس خچر سوار کے بارے میں دریافت کیا۔ تو اس نے بتایا کہ یہ ایک نصرانی ہے میں تھیلی لے کر

www.waseemziyai.com

حضرت ابراہیم خواص کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔اور پورا قصہ سنا دیا۔تو حضرت نے فرمایا کہ تم ان درہموں کو ہاتھ نہ لگاؤ۔یہ تھیلی دینے والا ابھی یہاں آئے گا۔چنانچہ ایک گھنٹہ کے بعد واقعی وہ نصرانی اپنے خچر پر سوار ہو کر آ گیا۔اور مسجد کے دروازے پر اپنی جوتیاں اتار کر مسجد میں داخل ہوا۔اور حضرت ابراہیم خواص کے قدموں پر سر رکھ دیا۔اور آپ کے سر اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھنے لگا۔نصرانی کی زبان سے کلمہ اسلام سن کر حضرت ابراہیم خواص کو اتنی خوشی ہوئی کہ ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل پڑے اور انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کا شکر ہے کہ تجھ کو اسلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ہدایت فرمائی۔

(مستطرف ج ا ص ۱۴۷)

ناچنے والا ولی ہوگیا

دریائے نیل میں کشتی چلانے والے ایک ملاح کا بیان ہے کہ ایک دن ایک بہت ہی نورانی چہرے والے بزرگ میرے پاس آئے اور فرمایا کہ کیا تم مجھے اللہ کے نام پر دریا کے پار اتار دو گے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں! وہ بزرگ میری کشتی پر سوار ہو گئے۔اور میں نے انہیں دریا کے پار اتار دیا۔جب وہ کشتی سے اترنے لگے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک امانت سونپتا ہوں۔کیا تم اس کو قبول کرو گے؟ میں نے کہا کہ جی حضور! میں ضرور قبول کرلوں گا۔تو انہوں نے فرمایا کہ کل تم فلاں درخت کے پاس ظہر کے وقت آنا تو تم کو وہاں میری لاش ملے گی۔تم مجھ کو غسل دینا اور میرے سرہانے جو کفن تم کو ملے اس کو مجھے پہنا کر اسی درخت کے نیچے مجھے دفن کر دینا اور میری گدڑی، اور عصا اور مشک کو اپنے پاس رکھنا۔اور جو شخص ان چیزوں کو طلب کرنے کے لیے تمہارے پاس آئے۔اس کو یہ سب سامان دے دینا۔ملاح کا بیان ہے کہ میں ان بزرگ کی وصیت کو بھول گیا۔اور بجائے ظہر کے عصر کے وقت مجھے خیال آیا تو میں اس درخت کے پاس حاضر ہوا تو واقعی ان بزرگ کو مردہ حالت میں پایا۔میں نے وصیت کے مطابق ان کو جو کفن پہنایا۔اس میں مشک کی خوشبو آرہی تھی۔میں نے جوں ہی ان کا جنازہ تیار کیا۔ایک دم ناگہاں ایک طرف

www.waseemziyai.com

سے انسانوں کی ایک بہت بڑی جماعت آ گئی اور میں نے ان لوگوں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کر کے اسی درخت کے نیچے دفن کر دیا اور اپنے گھر آ کر رات میں سو رہا۔ صبح سویرے ہی ایک جوان جو ناچنے گانے والے بھانڈ کا لڑکا تھا۔ میرے پاس آیا نہایت ہی باریک کپڑا پہنے ہوئے ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی اور بغل میں ستار دبائے میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ فلاں بن فلاں تم ہی ہو؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ میں ہی ہوں۔ اس نے کہا کہ پھر جو تمہارے پاس امانت ہے مجھے دے دو۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ تمہیں اس کی خبر کیوں کر ہوئی اس نے کہا کہ یہ نہ پوچھئے میں نے کہا یہ تو تم کو بتانا ہی پڑے گا۔ میرا اصرار سن کر اس نے کہا کہ بھائی! میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ میں گذشتہ رات ایک شادی میں ساری رات ناچتا اور گاتا رہا۔ جب صبح کو اذان فجر ہوئی تو میں ناچ ختم کر کے سو گیا۔ اچانک ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ کو جھنجھوڑ کر جگایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں ولی کو وفات دے دی ہے اور تجھ کو اس کا قائم مقام بنا دیا ہے۔ لہٰذا تو فلاں ملاح کے یہاں جا کر اس وفات پانے والے ولی کے تبرکات وصول کر لے۔ جن کو وہ بزرگ تیرے لیے بطور امانت ملاح کے پاس رکھ کر دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ ملاح نے بیان کیا کہ میں نے ان بزرگ کا تینوں سامان حسب وعدہ وصیت بھانڈ کے لڑکے کو دے دیا۔ لڑکے پر سامان ہاتھ میں لیتے ہی ایک انقلابی کیفیت نمودار ہو گئی۔ اس نے باریک کپڑوں کو اتار کر میری کشتی میں پھینک دیا۔ اور کہا کہ تم میرے ان کپڑوں کو جسے چاہو بطور صدقہ دے دینا۔ اور خود ان بزرگ کی گدڑی پہن کر اور عصا و مشک لے کر چل دیا۔ ملاح کا بیان ہے کہ میں اس بھانڈ کے لڑکے کی خوش نصیبی اور اپنی محرومی کا خیال کر کے رونے لگا۔ یہاں تک کہ رات آ گئی۔ اور میں روتے روتے سو گیا۔ تو مجھے اس رات خواب میں اللہ جل مجدہ کا دیدار ہوا۔ اور مجھ سے ربّ العزت جل جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ تم پر یہ گراں گزرا؟ کہ میں نے اپنے ایک گناہگار بندے پر احسان فرما کر اس کو اپنے دربار کی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اے ملاح! یہ میرا فضل ہے اور میں اپنا فضل جس کو چاہتا ہوں عطا فرما دیتا ہوں۔

(مستطرف ج ۱ ص ۱۴۷)

www.waseemziyai.com

دو عجیب وغریب مردے

شیخ ابو علی مصری فرماتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک مردوں کو غسل دینے والا رہتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم نے سب سے زیادہ عجیب و غریب جو مردہ دیکھا ہو اس کا حال بیان کرو۔ یہ سن کر غسال نے بیان کیا کہ ایک دن ایک بہت ہی خوبصورت اور خوش پوشاک نوجوان میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ کیا تم ہمارے ایک مردہ کو غسل دے دو گے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں! چنانچہ میں اس جوان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ وہ ایک مکان کے دروازے پر مجھ کو کھڑا کر کے اندر چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر میں ایک لڑکی مکان کے اندر سے نکلی جس کی صورت ہو بہو اس جوان سے ملتی جلتی تھی۔ اس نے مجھے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے اندر بلایا۔ میں نے اندر جا کر دیکھا کہ وہی جوان تخت پر مردہ پڑا ہوا ہے۔ جو چند منٹ پہلے مجھ کو مکان سے بلا کر لایا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کو غسل دے دیا اور کفن پہنا کر خوشبو لگا کر فوراً ہی اس کا جنازہ تیار کر دیا۔ جنازہ تیار ہو جانے کے بعد وہی لڑکی جو مجھے مکان کے اندر بلا کر لے گئی تھی جنازہ کے پاس آئی اور اس میت کی پیشانی چوم کر یہ کہا کہ خبردار عنقریب ہی میں بھی تم سے ملنے والی ہوں۔ جب میں واپس لوٹنے لگا تو اس لڑکی نے میرا شکریہ ادا کیا اور یہ کہا کہ اگر تمہاری بیوی اچھی طرح مردے کو غسل دینا جانتی ہو تو اس کو ابھی ابھی ہمارے پاس بھیج دو۔ غسال کا بیان ہے کہ میں اس لڑکی کی بات سن کر لرز گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ جوان کی طرح یہ بھی ابھی ابھی وفات پانے والی ہے۔ چنانچہ میں مکان پر آیا اور بیوی کو سارا ماجرا سنا کر اس کو ساتھ لے کر اس لڑکی کے مکان پر گیا۔ اور دروازہ پر دستک دی۔ تو وہ لڑکی اندر سے بولی کہ بسم اللہ تمہاری بیوی مکان کے اندر آ جائے۔ جب میری بیوی مکان کے اندر داخل ہوئی تو یہ دیکھا کہ وہی لڑکی قبلہ رخ لیٹی ہوئی مردہ پڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ میری بیوی نے اس کو غسل دے کر کفن پہنایا اور ان دونوں بھائی بہن کا جنازہ ایک ساتھ اٹھایا گیا۔ (مستطرف ج ص ۱۴۹)

تبصرہ: ان دونوں حکایتوں سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ بعض اولیاء کو خداوند کریم اس عظیم کرامت سے بھی سرفراز فرماتا ہے کہ انہیں اپنی وفات کا وقت وفات کی جگہ دفن کا مقام

www.waseemziyai.com

سب کچھ پہلے ہی سے معلوم ہو جاتا ہے۔قرآن مجید میں سورہ لقمان کے آخر میں خداوند قدوس نے فرمایا ہے کہ مندرجہ ذیل پانچ چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ (۱) قیامت کب آئے گی؟ (۲) بارش کب ہوگی؟ (۳) ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے؟ (۴) آدمی کل کیا کمائے گا؟ (۵) آدمی کہاں مرے گا؟

حالانکہ بہت سے انبیاء واولیاء اور فرشتوں نے ان باتوں کی خبر دی ہے۔ چنانچہ ملاح کی حکایت میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان بزرگ نے یہ بتایا کہ میں کل ظہر کے وقت مروں گا اور فلاں درخت کے پاس مروں گا۔ اسی طرح بارش کا وقت' اور حمل میں کیا ہے؟ اور آدمی کل کیا کرے گا؟ اور کہاں مرے گا؟ ان امور کی خبریں بکثرت انبیاء واولیاء نے دی ہیں جن کا تذکرہ قرآن وحدیث اور تاریخ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ لہٰذا سورۂ لقمان کا یہ مطلب تو ہوسکتا نہیں کہ ان پانچ چیزوں کا علم کسی طرح بھی خدا کے سوا دوسرے کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر آیت کا یہ مطلب ہوگا تو ان واقعات سے قرآن کریم کی تکذیب لازم آئے گی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ سورۂ لقمٰن کی آیت کا یہ مطلب لیا جائے کہ ان پانچ چیزوں کا علم بغیر خدا کے بتائے ہوئے کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ انہی پانچ چیزوں کے علم کے بارے میں خداوند قدوس نے سورۂ جن میں ارشاد فرمایا کہ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا ۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی اللہ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ غرض یہ کہ سورۂ لقمان کی آیت کا یہی مطلب متعین ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے ان پانچوں چیزوں کا علم کسی کو نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں میں سے جسے چاہے بتائے۔ چنانچہ سورہ لقمان کی آیت کا آخری جملہ کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ اس مطلب پر نہایت ہی واضح قرینہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جاننے والا اور بتانے والا ہے۔

دیوبندیوں کی طرح اس آیت کے یہ معنی لینا کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے سے بھی ان پانچ چیزوں کا علم کوئی نہیں جانتا یہ سراسر باطل وغلط اور سینکڑوں آیات واحادیث کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وَهُوَ الْهَادِی الی الرشاد ۔

www.waseemziyai.com

پہاڑ ہلنے لگا

مشہور بزرگ عبداللہ ہروی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت فضیل بن عیاض کے ساتھ ابوقبیس پہاڑ پر تھے۔ دوران گفتگو حضرت فضیل نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی آدمی اپنے توکل میں سچا ہو تو اس کی یہ شان ہوگی کہ اگر وہ اس پہاڑ سے کہہ دے کہ تو ''ہل جا'' تو اس کے حکم دیتے ہی یہ پہاڑ لرزہ براندام ہو کر ہلنے لگے گا۔ عبداللہ ہروی کہتے ہیں کہ خدا کی قسم حضرت فضیل کے منہ سے یہ لفظ کہ ''تو ہل جا'' نکلتے ہی ہم نے دیکھا کہ کوہ ابوقبیس ایک دم ہلنے لگا۔ اس وقت حضرت فضیل نے فرمایا کہ اے پہاڑ! خدا تجھ پر رحمت نازل فرمائے۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ تو حرکت میں آ کر ہلنے لگے۔ میں نے تو مثال کے طور پر تیری جانب اشارہ کر دیا تھا۔ یہ سن کر پہاڑ بالکل ساکن ہو گیا۔ (مستطرف ج ۲ ص ۲۵۱)

تبصرہ: اس قسم کی کرامت بہت سے بزرگان دین سے منقول ہے کہ جو کچھ ان کی زبان سے نکل گیا۔ وہ فوراً ہی عالم وجود میں آ گیا۔ نمک کہ یہ کہہ دیا کہ یہ شکر ہے تو نمک شکر بن گیا۔ اور شکر کو کہہ دیا کہ یہ نمک ہے تو شکر نمک بن گئی۔ خداوند تعالیٰ کا اپنے ان نیک بندوں پر اتنا پیار ہوتا ہے کہ اس کے کرم کو یہ گوارا نہیں ہوتا کہ اس کے محبوب بندے کی زبان سے نکلی ہوئی بات غلط اور جھوٹ ہو جائے۔ اس لیے وہ جو کہہ دیتے ہیں وہ ہو جایا کرتا ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ ؎

جو جذب کے عالم میں نکلے لب مومن سے
وہ بات حقیقت میں تقدیر الٰہی ہے

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا پورا حال ہم نے اپنی کتاب اولیاء رجال الحدیث میں تحریر کیا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ اللہ والوں کے احوال و معارف کا تذکرہ پڑھ کر سینے کے صندوق اور دل کی تجوری میں وہ دولت بے بہا حاصل ہوتی ہے جو ایک مومن کے فلاحِ دارین کا بہت ہی بڑا سرمایہ ہے۔ اور خاصانِ خدا و درویشانِ باصفا کی خدمت سے کیا ملتا ہے؟ یہ نہ پوچھئے بس اتنی بات یاد رکھیے کہ ؎

www.waseemziyai.com

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

قدرت اور عفو

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سمندر میں کشتی پر سوار تھے۔ ناگہاں خوفناک طوفان آگیا اور موجوں کے تھپیڑوں سے کشتی غرق ہونے لگی۔ کشتی پر سوار ہونے والے تمام مسافروں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اور سب زاروقطار رونے لگے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ اپنی کملی اوڑھ کر سو رہے تھے۔ جب مسافروں کی چیخ و پکار کی آواز سن کر بیدار ہوئے تو صرف اتنا کہا کہ یا اللہ! تو نے اپنی قدرت تو ہم کو دکھلا دی۔ اب اپنا عفو بھی دکھلا دے؟ آپ کے منہ سے یہ جملہ نکلتے ہی ایک دم طوفان ختم ہو گیا۔ اور سمندر بالکل ساکن ہو گیا۔ (مستطرف ج ۲ ص ۲۵۱)

تبصرہ: عاشقان الٰہی کا اپنے یار حقیقی کے کرم پر ناز کرنے کا یہ منظر ملاحظہ فرمائیے۔ ذرا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کا انداز تو دیکھئے؟ احکم الحاکمین کے دربار میں یوں عرضی پیش کرتے ہیں کہ ''یا اللہ تو نے اپنی قدرت تو ہم لوگوں کو دکھلا دی اب اپنا عفو بھی تو ہم لوگوں کو دکھلا دے'' سبحان اللہ! سبحان اللہ! اللہ والوں کے ''ناز و نیاز'' کا کیا کہنا؟ اس بلند منزل کا تو ہم عوام تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اسی مضمون کو کسی صاحب حال نے زبان قلم سے یوں ادا کیا ہے کہ۔

میں جو چاہوں تو بنا ڈالوں مقدر اپنا
مجھ کو آتے ہیں وہ انداز جبیں سائی کے

قبر سے کفن واپس

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک سائل جو بظاہر بھیک مانگنے والا فقیر مگر درحقیقت خدا رسیدہ بزرگ تھا۔ مسجد میں آیا۔ اور لوگوں سے روٹی کے ایک ٹکڑے کا سوال کیا۔ مگر کسی نے بھی اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا نہیں دیا۔ اور وہ غریب بھوک سے تڑپ

تڑپ کر مر گیا۔ جب موذن نے مسجد میں اس کو مردہ پایا۔ تو لوگوں کو اس کی خبر دی۔ درویش کی موت کا حال سن کر لوگ جمع ہوئے۔ اور آپس میں چندہ جمع کر کے درویش کے کفن دفن کا انتظام کیا۔ درویش کو دفن کر دینے کے بعد جب موذن مسجد میں گیا۔ تو یہ دیکھا کہ جو کفن درویش کو دیا گیا وہ مسجد کی محراب میں پڑا ہوا ہے اور اس کفن پر یہ عبارت تحریر کی ہوئی ہے کہ

''تم لوگوں کا دیا ہوا کفن تمہارے پاس واپس لوٹایا جا رہا ہے۔ کیونکہ تم لوگ بدترین قوم ہو۔ تم سے درویش نے روٹی کا ایک ٹکڑا مانگا تھا۔ مگر تم لوگوں نے نہیں دیا۔ یہاں تک کہ وہ بھوکا مر گیا۔ ہم اپنے دوستوں کو اپنے غیر کے سپرد نہیں کیا کرتے۔'' (مستطرف اص ۱۴۹)

تبصرہ: یہ حکایت نہایت ہی رقت انگیز اور عبرت خیز ہے۔ ایسے بہت سے گدڑی میں چھپے ہوئے لعل ہیں۔ جو بظاہر میلے کچیلے اور حقیر نظر آتے ہیں۔ مگر وہ بارگاہ الٰہی میں محبوبیت کی ایسی بلند ترین منزل پر فائز ہوتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ ان کو اپنے قرب خاص کی عزت و عظمت کا تاج دار بنا دیتا ہے اور ان کے سینوں کو نور باطن کا سفینہ بنا کر انہیں ایسا مخزن انوار بنا دیتا ہے کہ ان کی ایک نگاہ سے ذرے رشک آفتاب و غیرت ماہتاب بن جاتے ہیں۔ اس لیے ان فرسودہ حال فقراء کو ہرگز ہرگز کبھی حقارت کی نظروں سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ بلکہ اگر ہو سکے تو ان کی کوئی خدمت کر دے۔ ورنہ کم از کم اتنا خیال رکھے کہ ان لوگوں کی کوئی دل آزاری نہ ہونے پائے۔ بزرگوں نے سچ کہا ہے۔

غبار آلودہ ہیں لیکن حقارت سے نہ دیکھ ان کو
کہ ان کی ٹھوکروں سے سلطنت بنتی' بگڑتی ہے

جبرئیل علیہ السلام نے پانی پلایا

حافظ الحدیث ابو محمد خلال نے اپنی کتاب ''کرامات الاولیاء'' میں نقل فرمایا ہے کہ حسن بن صالح نے فرمایا کہ میرے بھائی علی بن صالح محدث نے اپنے وصال کے وقت رات میں بستر بیماری پر مجھ سے پانی مانگا میں اس وقت نماز میں تھا اور میرے سوا کوئی دوسرا شخص مکان میں نہیں تھا۔ نماز پوری کر کے میں نے جلدی سے پانی پیش کیا تو انہوں نے

www.waseemziyai.com

فرمایا کہ میں نے تو ابھی پانی پی لیا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ کس نے آپ کو پانی پلا دیا؟ میرے سوا تو کوئی یہاں موجود نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تشریف لا کر مجھے پانی پلایا ہے اور یہ بشارت دی ہے کہ تم اور تمہارے بھائی اور تمہاری والدہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر خداوند قدوس نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء وصالحین اور شہدا کے ساتھ اتنا فرمایا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ (شرح الصدور ص ۳۳)

تبصرہ: خداوند عالم کا اپنے خاص بندوں پر بے انتہا فضل وکرم ہوتا ہے۔ بہت سے خاصان خدا کے پاس فرشتوں کو پروردگار عالم نے ان کی امداد ونصرت اور بشارت کے لئے بھیجا ہے اور فرشتوں نے اولیاء وعلماء اور مجاہدین کی بے شمار موقعوں پر قسم قسم کی معاونت اور امداد واعانت کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ مومن کامل اور صاحب دل کا مقام عظمت اور مرتبہ رفعت بہت بلند ہے مگر افسوس کہ خود مومن سے مومن کا مقام پوشیدہ ہے۔ ورنہ کائنات عالم کی ہر چیز مومن کو اس کے منصب عزت کی یاد دلانے کے لئے ہر وقت یہ نغمہ ورد زبان رکھتی ہے۔

ہر شے مسافر ہر چیز راہی — کیا چاند تارے کیا مرغ و ماہی
تو مردِ میداں تو میر لشکر — نوری حضوری تیرے سپاہی
کچھ قدر تو نے اپنی نہ جانی — یہ بے سوادی یہ کم نگاہی
دنیائے دوں کی کب تک غلامی — یا راہبی کر یا بادشاہی

کفن چور کی مغفرت

ایک کفن چور جو قبریں کھود کر کفن چرایا کرتا تھا۔ ایک صالحہ عورت کی نماز جنازہ میں اس لئے شریک ہوا تا کہ اس عورت کی قبر دیکھ لے۔ چنانچہ رات میں جب یہ کفن چور اس عورت کو قبر کھود کر کفن کھینچنے لگا تو اس نیک بی بی نے فرمایا کہ سبحان اللہ! ایک بخشا ہوا انسان ایک بخشے ہوئے انسان کا کفن چھین رہا ہے۔ کفن چور نے کہا کہ اے اللہ والی! یہ تو میں مانتا ہوں کہ تیری مغفرت ہو چکی ہے۔ مگر یہ تو بتا کہ میری مغفرت کس طرح ہو گئی؟ تو اس صالحہ بی بی نے فرمایا کہ جن لوگوں نے میرے جنازہ کی نماز پڑھی ہے سب کو خداوند تعالیٰ نے

بخش دیا ہے اور چونکہ تو بھی میری نماز جنازہ میں شریک تھا اس لئے یقیناً تو بھی مغفور ہے۔
یہ سن کر کفن چور کے دل پر عبرت کی ایسی چوٹ لگی کہ اس کا دل بھر آیا اور وہ رو پڑا۔ پھر اس نے قبر کو بند کر کے سچی توبہ کر لی۔ (شرح الصدور ص ۸۶)

تبصرہ: امت رسول کے صالحین پر خداوند قدوس کے فضل و کرم کا یہ بھی ایک بڑا تجلی افروز جلوہ ہے کہ جو مسلمان بھی ان مقبولان بارگاہ الٰہی سے کسی طرح بھی وابستہ ہو جاتا ہے وہ بھی ارحم الراحمین کے رحم و کرم کا مستحق ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے مجرم اور پاپی قیامت کے دن محض اس لئے بخش دیئے جائیں گے کہ وہ اولیاء اور شہداء سے محبت کرتے تھے یا ان کی کوئی خدمت انجام دیتے تھے یہاں تک کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ایک گنہگار کی قیامت میں صرف اتنی ہی بات پر مغفرت ہو جائے گی کہ اس نے ایک مرتبہ کسی نیک بندے کو پانی پلا دیا تھا۔ یہی وہ مضمون ہے جس کو حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے بڑے ہی والہانہ انداز میں بیان فرمایا ہے کہ

شنیدم کہ در روز امید و بیم ۔۔۔ بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

یعنی میں نے یہ سن لیا ہے کہ قیامت کے دن بہت سے بدکاروں کو خداوند کریم نیکو کاروں کے طفیل میں بخش دے گا۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! نیک بندوں سے تعلق بلاشبہ بڑی دولت ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ خدا کے محبوب بندوں سے والہانہ عقیدت و محبت رکھے اور جس قدر ہو سکے ان کی نصرت و خدمت سے سعادت دارین حاصل کرے۔

رقت انگیز وعظ

سلیم بن منصور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد منصور بن عمار کو خواب میں دیکھ کر یہ پوچھا کہ دربار خداوندی میں آپ کا معاملہ کیسا رہا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے ربّ نے مجھے اپنا قرب عطا فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے بدعمل بڈھے! تجھ کو معلوم ہے کہ میں نے کیوں تجھ کو بخش دیا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، اے میرے معبود! تو میرے ربّ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ایک وعظ کی مجلس میں اپنی رقت انگیز تقریر سے حاضرین کو رلا دیا اور اس وعظ میں ایک ایسا بندہ بھی تھا جو تمام عمر کبھی بھی خوف الٰہی سے نہیں رویا تھا مگر تمہارا وعظ سن کر وہ بھی

www.waseemziyai.com

رونے لگا تو میں نے اس بندے کی گریہ وزاری پر رحم فرما کر اس کو اور تمام حاضرین مجلس کو بخش دیا۔ اسی لئے تمہاری بھی مغفرت ہوگئی۔ (رحمۃ اللہ علیہما) (شرح الصدور ص ۱۱۸)

تبصرہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ ان واعظین کا درجہ بہت ہی بلند و بالا اور عظمت والا ہے جو اپنی رقت انگیز و عبرت خیز تقریروں سے بندگان خدا کے قلب میں رقت پیدا کرتے ہیں اور خدا کی بارگاہ عظمت سے بچھڑے ہوئے بندوں کو اپنے مواعظ کی کشش سے کھینچ کھینچ کر دربار الٰہی میں لاتے ہیں۔ یقیناً یہ لوگ اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (التوبہ:۱۱۲) کی وہ خوش نصیب سعادت مند جماعت ہیں جن کے بارے میں خداوند قدوس کا وعدہ ہے کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یعنی جو لوگ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور فلاح پانے والے ہیں۔

مولیٰ عزوجل ایسے نیک واعظین کے کلام میں ایک ایسی کشش اور جاذبیت پیدا فرما دیتا ہے کہ ان کے منہ سے نکلا ہوا کلمہ حق سامعین کے کانوں میں لفظ بن کر پہنچتا ہے مگر کراماتی تاثیر کا تیر بن کر ان کے دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو جاتا ہے اور بڑے بڑے سنگدل اور قسی القلب انسان جذبات تاثر سے تڑپ تڑپ کر مرغ بسمل بن جاتے ہیں جس کو دیکھ کر بڑے بڑے ملحد اور منکر بھی بے اختیار پکار اٹھتے ہیں کہ

سخن میں سوز الٰہی کہاں سے آتا ہے
یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے

تین سو حوریں

حبیش بن مبشر نے بیان فرمایا کہ امام الحدیث یحییٰ بن معین کا مجھے خواب میں دیدار ہوا تو میں نے ان سے سوال کیا کہ خداوند تعالیٰ کے دربار میں ان کی پیشی کا کیا انجام ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے اپنے قرب خاص سے نوازا۔ اور مجھے بار بار اپنی بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا اور دو مرتبہ اپنے دیدار سے مشرف فرمانے کے لئے اپنے دربار میں باریاب فرمایا اور تین سو حوریں میرے نکاح میں آئیں حبیش بن مبشر کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ سب انعام و اکرام آپ کو کون سی عبادت کے بدلے میں عطا کیا گیا تو انہوں نے اپنی آستین سے حدیثوں کے چند اوراق نکال کر فرمایا کہ ان حدیثوں کی

www.waseemziyai.com

وجہ سے۔(رحمۃ اللہ علیہما)(شرح الصدور ص۱۲۰)

(یحییٰ بن معین کا تذکرہ، ہماری کتاب اولیاء رجال الحدیث میں مطالعہ فرمائیے)

تبصرہ: سبحان اللہ! محدثین کرام جن کا سینہ احادیث نبویہ کا سفینہ اور جن کا دل علوم نبوت کا خزینہ ہے ان کے مدارج علیا اور فضائل عظمیٰ کا کیا کہنا؟ بلاشبہ یہ لوگ وارث الانبیاء اور مقبولان بارگاہ مصطفیٰ ہیں اور یقیناً یہ وہ ارباب صفا ہیں جو دربار خدا میں مظفر ومنصور اور دونوں جہان میں ارحم الراحمین وخیر الغافرین کے مرحوم ومغفور ہیں۔ واقعی جن خوش نصیبوں کے سینوں میں علوم نبوت کی تجلیاں جلوہ فگن ہو جائیں اور مشکوٰۃ نبوت کے روشن چراغوں سے جن کا دل پرنور بلکہ نورٌ علیٰ نور ہو جائے وہ یقیناً اگر زبان قال سے نہیں تو زبان حال سے ضرور حالت وجد میں یہ کہتا پھرے گا کہ۔

عرش کا ہے کبھی کعبہ کا ہے دھوکا اس پر
کس کی منزل ہے الٰہی! مرا کاشانۂ دل؟

کفن میں پرند

مشہور تابعی محدث میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں طائف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے جنازہ میں حاضر تھا۔ جب نماز جنازہ کے لئے لوگ کھڑے ہوئے تو اچانک ایک سفید پرند آیا اور ان کے کفن کے اندر داخل ہو گیا۔ نماز کے بعد ہم لوگوں نے ان کے کفن میں ٹٹول ٹٹول کر بہت تلاش کیا۔ مگر کچھ نہیں ملا۔ پھر جب ہم انہیں دفن کر چکے تو ایک غیبی آواز تمام حاضرین نے سنی کہ کوئی یہ آیت پڑھ رہا ہے۔

یعنی اے اطمینان پانے والی جان تو اپنے ربّ کے دربار میں اس طرح حاضر ہو جا کہ تو خدا سے خوش ہے اور خدا تجھ سے خوش ہے۔(مستطرف ج۲ص۲۸۱)

تبصرہ: یہ سفید پرند یا تو ان کے اعمال صالحہ کا نور تھا۔ جو ان کی قبر شریف میں گیا۔ یا رحمت الٰہی کا سکینہ تھا جو عالم بالا سے پرند کی شکل میں اتر کر ان کے جسم منور پر جلوہ فگن ہو گیا۔ خاصان خدا کے لئے اس قسم کی بشارتیں دیکھنے والوں کے لئے عبرت ونصیحت کا سامان اور خاصان خدا کے لئے خداوند قدوس کے رضوان وغفران کا نشان ہیں اور قدرت کی طرف

www.waseemziyai.com

سے اس حقیقت کا اعلان ہے کہ صالحین کی حیات ووفات دونوں ہی عام انسانوں کی زندگی اور موت سے بالاتر اور اعلیٰ ترین ہے۔ یہ دنیا میں رہے تو ایمانی عزت و وقار کے تاجدار رہے اور دنیا سے گئے تو رحمت پروردگار طرح طرح سے ان پر اپنے فضل وکرم کے گوہر آبدار نثار کرتی رہی۔ اور انہیں اپنے فضل عظیم کے قرب وجوار کا سزاوار بناتی رہی۔ یہاں تک کہ ملاء اعلیٰ کے مقدس فرشتوں نے بھی ان کے جنازے کو دیکھ کر زبان حال سے اپنے قدسی لہجے میں یہ ترانہ سنادیا کہ

یہ وہ مرحوم ہیں جن کے لیے خود رحمت حق ــــ لے کے اتری ہے ''حیات ابدی'' کا پیغام

نجات کا پروانہ

جلیل القدر محدّث ''رجاء بن حیوۃ'' بیان فرماتے ہیں کہ مشہور تابعی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نزع کی حالت میں مجھ سے فرمایا کہ اے رجاء! میں اس وقت اپنے سامنے ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں۔ جو نہ انسانوں کے چہرے ہیں نہ جنوں کے۔ پھر آپ دائیں بائیں کروٹ بدلنے لگے اور یہ دعا مانگنے لگے کہ یا اللہ! تو میرا رب ہے تو نے مجھے کچھ باتوں کے کرنے کا حکم فرمایا تھا تو مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی اور تو نے چند باتوں سے مجھے منع فرمایا تھا تو مجھ سے تیری نافرمانی ہوئی۔ اب اگر تو مجھے بخش دے تو یہ تیرا احسان ہی احسان ہے اور اگر تو مجھے عذاب دے تو ہرگز ہرگز تو ظالم نہیں ہے۔ یا اللہ! تو سن لے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تو یکتا اور ایک ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور تیرے برگزیدہ رسول اور پسندیدہ نبی ہیں۔ انہوں نے تیرے پیغام کو پہنچا دیا اور امانت کو ادا فرما دیا اور امت کی خیر خواہی فرمائی۔ ان پر میری طرف سے سلام و درود ہو۔ ان کلمات کو کہا اور اس کے بعد فوراً روح پرواز کر گئی۔ حضرت رجاء کہتے ہیں کہ اپنی حیات میں مجھ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ اے رجاء! تم مجھے قبر میں اتار کر میرے کفن کو سرکا کر میرا چہرہ دیکھنا۔ اگر میرے چہرے پر کوئی خیر کا نشان دیکھو تو خدا کی حمد کرنا اور اس کا شکر بجالانا۔ ورنہ پھر یہ سمجھ لینا کہ عبدالعزیز کا بیٹا ہلاک ہوگیا۔ حضرت رجاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن

www.waseemziyai.com

عبدالعزیز کو ان کی لحد میں سلا کر جب وصیت کے مطابق کفن ہٹا کر ان کا چہرہ دیکھا تو مجھے ایسا نظر آیا کہ ان کے چہرے سے نور کی شعاعیں بلند ہو رہی ہیں اور جیسے ہی ان کے دفن سے فارغ ہو گئے۔ایک دم بارش شروع ہو گئی۔پھر لوگوں کو ان کی قبر کے پاس ایک چادر ملی جس پر نورانی تحریر میں یہ لکھا تھا کہ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ امان لعمر بن عبدالعزیز من النار ۔ یعنی عمر بن عبدالعزیز۔کے لئے جہنم سے امان ہے۔(حجۃ اللہ علی العالمین)
(مستطرف ج ۲ ص ۲۸۲)

تبصرہ : غور فرمایئے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جو تابعی محدث اور خلفاء بنو امیہ میں سب سے زیادہ عادل خلیفہ تھے۔خداوند عالم نے ان کو کتنی بشارتوں سے نوازا۔آپ کا تذکرہ ہم نے اپنی کتاب ''اولیاء رجال الحدیث'' میں بھی تحریر کیا ہے جو قابل مطالعہ ہے کیوں نہ ہو کہ واللہ! یہ لوگ علم وعمل اور صلاح وتقویٰ کے وہ اونچے اونچے پہاڑ ہیں جن کی عظمتوں کی رفعت کو آسمانوں کی سر بلندیاں بھی جھک جھک کر سلام کرتی ہیں اور یہ وہ پاکباز و پاک دامن مردان خدا ہیں جن کے دامن تقدس کو فرشتے اپنا مصلی بنانے کی تمنائیں کرتے رہتے ہیں۔بلاشبہ ان خاصان خدا کی موت ایسی وجد آفریں موت ہے کہ ان کے بارے میں تم برملا ڈنکے کی چوٹ پر یہ ترانہ گا سکتے ہو کہ ؎

لحد میں ان کی وہ نوری حضور رہتا ہے | کہ وصل حق کا ابد تک سرور رہتا ہے
فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن ان کا | مگر وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

دیدار رسول کا ایک منظر

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضرت علی مرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ جب ابن ملجم خبیث کی تلوار سے شدید زخمی ہو کر نزع کی حالت میں تھے تو ہم اس وقت وہاں حاضر تھی دیر تک بے ہوشی وغفلت کے بعد ناگہاں آپ چونکے اور ہوش میں آئے اور بلند آواز سے فرمایا کہ ''مرحبا'' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ لوگوں نے عرض کیا کہ مولیٰ! اس وقت آپ کیا دیکھ رہے ہیں تو فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور یہ میرے بھائی حضرت جعفر اور یہ میرے چچا

www.waseemziyai.com

حضرت حمزہ ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمانوں کے دروازے کھلے ہیں اور فرشتوں کی نورانی جماعت میرے پاس جنت کی بشارت لے کر اتر رہی ہے اور یہ حضرت بی بی فاطمہ ہیں اور ان کے ارد گرد ان کی خدمت گزار حوریں کھڑی ہیں اور یہ میرے جنتی محلات میری نظروں کے سامنے ہیں۔ یہ سب کچھ فرمایا پھر آپ کا طائر روح فردوس اعلیٰ کے گلشن کی سیر کے لئے پرواز کر گیا۔ (مستطرف ج۲ ص۲۸۲)

تبصرہ: اللہ اکبر! فاتح خیبر علی حیدر اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے فضائل و مناقب کے بارے میں کس قلم میں یہ تاب و توانائی ہے کہ کما حقہ آپ کے کمالات ولایت و مقامات کرامت کو دائرہ تحریر میں لا سکے۔ ہزاروں کرامات آپ کے قدموں پر نثار اور لاکھوں بشارات آپ کے نقش پا پر تصدق۔ کیوں نہ ہو کہ آپ لاریب سید الاولیاء و سند الاصفیاء، تمام امت کے مولیٰ اور مشکل کشا ہیں اور آپ کے فضل و کمال ولایت کے بارے میں تمام اولیاء امت کا یہ ایمانی نعرہ ہے کہ۔

اللہ اللہ شہہ حیدر کے فضائل کیا خوب
ان کے افضال و مناقب کا ہے قرآن گواہ

شیر کا کان پکڑنے والے

نامور محدّث حضرت سفیان ثوری اور شیبان راعی دونوں ایک ساتھ حج کے لئے جا رہے تھے۔ ایک تنگ راستے میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک شیر راستہ روکے ہوئے کھڑا ہے۔ حضرت سفیان ثوری نے حضرت شیبان راعی سے فرمایا کہ اب کیا ہوگا؟ شیبان راعی نے فرمایا کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ کہہ کر بے دھڑک آپ آگے بڑھے اور شیر کا کان پکڑ کر زور زور سے موڑنا شروع کر دیا اور شیر سر جھکائے کھڑا دم ہلاتا رہا اور قافلہ والے انتہائی حیرت و تعجب سے اس منظر کو دیکھنے لگے جب بہت دیر تک یہ تعجب خیز تماشا ہوتا رہا تو حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ شیبان راعی! اب بس کرو۔ یہ کیا شہرت کا دھندا کر رہے ہو؟ شیبان راعی نے یہ سن کر فرمایا کہ اے سفیان! اگر مجھے شہرت کا خوف نہ ہوتا تو میں اپنا توشہ اسی شیر کی پیٹھ پر لاد کر مکہ مکرمہ تک لے جاتا۔ (رحمۃ اللہ علیہما) (روح البیان)

www.waseemziyai.com

تبصرہ : سبحان اللہ! اولیاء اللہ کے تصرفات وکرامات اوران کی خداداد روحانی طاقتوں کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟ یہ نفوس قدسیہ اپنے وجود کی عظمتوں کے ساتھ جب احکم الحاکمین کے دربار عالی میں پورے خضوع خشوع کے ساتھ جھک کر سربسجود ہوگئے تو خالقِ کائنات نے ان کے سروں پر بلندیٔ حکومت کا ایسا تاج رکھ دیا کہ جن بشر' شجر وحجر' پرندے' چرندے درندے سب ان کے زیر فرمان ہوگئے۔ بالکل حق فرمایا بلبل شیراز جناب سعدی نے کہ

تو ہم گردن از حکم داور پیچ　　　　که گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

یعنی اے مومن! تو خدا کے حکم سے گردن مت پھیر تو تیرے حکم سے دنیا کی کوئی چیز بھی گردن نہ پھیرے گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ یعنی جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا اس کا ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ! خدا جس کا ہوگیا بھلا ساری خدائی کیوں نہ اس کی ہو جائے گی۔

مسلمانو! یہی وہ اللہ والے تھے جو خانقاہوں میں جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا کھا کر کمبلوں میں لپٹے ہوئے اپنی چٹائیوں پر بیٹھ کر کائنات عالم کے دلوں پر اپنی حکومت و بادشاہی کا سکہ بٹھائے رہتے تھے اور اپنی نگاہوں کی گردش سے نظام عالم کو زیروزبر کردیا کرتے تھے اوران کی روحانی طاقتوں کی ہیبتوں سے بڑے بڑے کروفر والے تخت نشین بادشاہ لرزہ براندام ہوکر اس حقیقت کا بہ بانگ دہل اعتراف واعلان کرنے پر مجبور ہوتے تھے کہ

گو تاج شہنشاہی میں طاقت ہے' خطر بھی
اللہ کی تلوار ہے مومن کی نظر بھی

مگر افسوس کہ آج ان بزرگوں کی خانقاہوں میں بکثرت ایسے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جن کو دیکھ کر ڈاکٹر اقبال یہ کہہ دینے پر مجبور ہوئے کہ

تھا جہاں مدرسہ شیری وشاہنشاہی　　　　آج ان خانقاہوں میں ہے روباہی
نظر آئی نہ مجھے قافلہ سالاروں میں　　　　وہ "شبانی" کہ ہے تمہید "کلیم اللہی"

ایک محدّث کا جنازہ

محدّث ابن عساکر ناقل ہیں حمص کے ایک شیخ کا بیان ہے کہ میں یہ خیال کرکے کہ صبح ہوگئی۔ مسجد میں چلا گیا لیکن وہاں پہنچ کر مجھے پتا چلا کہ ابھی کافی رات باقی ہے۔ جب

www.waseemziyai.com

میں قبہ کے نیچے پہنچا تو میں نے مسجد کے فرش پر کچھ سواروں کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے ملاقات اور گفتگو کر رہے ہیں۔ دورانِ گفتگو میں لوگوں نے پوچھا کہ تم لوگ کہاں سے آرہے ہو؟ تو کچھ سواروں نے جواب دیا کہ کیا تم لوگ ہمارے ساتھ نہیں تھے؟ کیا تمہیں خبر نہیں؟ کہ خالد بن معدان محدّث کا وصال ہو گیا اور ہم لوگ ان کے جنازے سے آرہے ہیں۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ افسوس! کیا خالد بن معدان وفات پا گئے۔ ہم لوگوں کو تو اس کی اطلاع ہی نہیں ملی۔ شیخ حمص کہتے ہیں کہ میں ان سواروں کی گفتگو سنتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح کو میں نے یہ سارا ماجرا اپنے ساتھیوں سے بیان کیا تو لوگ سن کر حیران رہ گئے اور ہر ایک کو حضرت خالد بن معدان کی وفات کی خبر سے انتہائی حیرت تھی کیونکہ سارے شہر میں کوئی نہیں جانتا تھا لیکن دوپہر کو شاہی ڈاک آئی تو حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہونے لگا کہ خالد بن معدان محدّث کا وصال ہو گیا۔ (رحمۃ اللہ علیہ) (شرح الصدور ص ۹۰)

تبصرہ: خالد بن معدان کے جنازے میں جو غیبی سوار حاضر ہو کر ان کی نماز جنازہ اور دفن کی سعادت سے سرفراز ہوئے تھے۔ یہ لوگ یا تو رجال الغیب تھے یا جنوں کی جماعت تھی یا ملائکہ سیاحین کا مقدس گروہ تھا۔ بہرکیف اس واقعہ سے ہمیں روشنی ملتی ہے کہ علماء حق کے جنازوں پر حاضر ہونے والوں میں صرف انسانوں کا ہجوم نہیں ہوتا' بلکہ جن' رجال الغیب' صلحاء کی روحیں اور فرشتے بھی ان کی نماز جنازہ میں دور دور سے آ کر شرکت کرنے کو اپنی سعادت تصور کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ ایک عالم ربانی کی شان بہت ہی بلند و بالا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک عالم کے لئے جن و انسان اور ہر مخلوق یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں دریاؤں کی گہرائی میں دعائے مغفرت کرتی رہتی ہیں۔ جب علماء حق کے لئے اس قدر قبول فی الارض کی بشارت آئی ہوئی ہے تو ان کے جنازوں پر جنوں اور فرشتوں کی تشریف آوری میں کیا تعجب کی بات ہے؟ علماء حق علم نبوت کے مدرس و مبلغ ہیں۔ خداوند قدوس نے ان کو شریعت اسلام کا امین اور پیغمبروں کا جانشین بنایا ہے۔ ان کا مقدس وجود کائنات عالم کے لئے رحمت الٰہی کا سامان اور ان کا دنیا سے اٹھ جانا اہل عالم کے لئے ناقابل تلافی نقصان اور باعث حرمان وخسران ہے مگر یہ ساری بشارتیں

www.waseemziyai.com

اور کرامتیں انہیں علماء ربانیین کے لئے ہیں۔ جن کے قلوب علم و عمل کے انوار سے امت رسول کے سینوں کو جگمگاتے رہتے ہیں مگر افسوس‘ صد ہزار افسوس! کہ آج کل دنیا ان معارف و اعمال کے حق نما روشن میناروں سے روز بروز خالی ہوتی جا رہی ہے اور دور حاضر کی خانقاہوں کی طرح اس زمانے کے مدارس و مکاتیب بھی علوم نبوت کی روح سے تقریباً بالکل ہی بے بہرہ و تہی دست نظر آ رہے ہیں۔ غول کے غول ہر سال دستار بند ہو کر مولویوں کی جماعت مدارس اسلامیہ سے نکلتی ہے۔ مگر ان میں ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جس کے علم و معارف اور عمل و کردار میں‘ حسن بصری‘ امام غزالی‘ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہم کی اداؤں کی جھلک نظر آئے۔ بار بار نگاہیں ہر طرف اٹھتی ہیں مگر ایسے پاک باز پاک باطن علماء حق کے دیدار سے محروم رہتی ہیں اور آخر کار ناکام و نامراد ہو کر نہایت ہی حسرت و افسوس کے ساتھ یہ شکوہ نما سوال کرنے لگتی ہیں کہ۔

مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے؟ خانقاہوں میں کہیں لذت اسرار بھی ہے؟
منزل راہ رواں دور بھی دشوار بھی ہے کوئی اس قافلہ میں قافلہ سالار بھی ہے؟
بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین و وطن اس زمانے میں کوئی حیدر کرار بھی ہے؟

طاق پر درہم

میمون کردی فرماتے ہیں کہ میں نے عروہ بن بزارکوان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے میمون! فلاں سقاء کا میرے ذمے ایک درہم باقی ہے اور میرے مکان کے فلاں طاق پر ایک درہم رکھا ہوا ہے۔ تم وہ درہم اس سقا کو دے دو۔ میمون کردی کا بیان ہے کہ جب صبح کو میں بیدار ہوا تو میں نے اس سقاء سے دریافت کیا کہ کیا عروہ بن بزار کے ذمہ تمہارا کوئی مطالبہ ہے؟ تو اس نے کہا کہ جی ہاں! میرا ایک درہم ان پر رہ گیا ہے۔ پھر میں نے ان کے مکان میں داخل ہو کر طاق پر دیکھا تو واقعی ایک درہم پڑا ہوا تھا۔ وہ میں نے سقاء کو دے دیا۔ (رحمۃ اللہ علیہما) سبحان اللہ۔ (شرح الصدور ص ۱۱۶)

زندۂ جاوید ہے اللہ والوں کا گروہ امت‘ مرحومہ ہو سکتی ہے مر سکتی نہیں

www.waseemziyai.com

ایک متوکل کی کرامت

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ بڑے عابد و متقی عالم دین تھے۔ کثیر العیال اور نہایت ہی مفلس تھے مگر قناعت و توکل میں یکتائے روزگار تھے۔ ''اصم'' کے معنی ''بہرا'' یہ در حقیقت بہرے نہیں تھے مگر اس لقب سے اس لئے مشہور ہوگئے کہ ایک دن ایک عورت ان سے ایک مسئلہ پوچھنے آئی۔ اتفاق سے مسئلہ پوچھنے والی عورت کی زور سے ریاح خارج ہوگئی اور وہ بے چاری شرم کے مارے پانی پانی ہوگئی اور ندامت و حیا سے اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ آپ نے اس کی خجالت و شرمندگی کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ تم نے کیا کہا؟ خوب زور سے چلا کر مجھ سے پوچھو۔ میں ''اصم'' یعنی بہ نسبت دوسرے لوگوں کے کچھ اونچا سنتا ہوں۔ یہ سن کر عورت کی شرمندگی دور ہوگئی۔ اسی دن سے آپ کا یہ لقب مشہور ہوگیا۔

آپ نے ایک دن حج کا ارادہ ظاہر کیا۔ تو بیوی اور اہل و عیال اور سب پڑوسیوں نے منع کیا کہ گھر والوں کو تنگدستی میں چھوڑ کر حج کے لئے جانا مناسب نہیں ہے لیکن آپ کی چھوٹی بچی نے کہا کہ کیوں تم لوگ ان کو ایک نیکی سے روک رہے ہو؟ یہ باپ ہی تو ہیں ہمارے ''رزاق'' تو نہیں ہیں۔ رزق کا دینے والا تو خدا ہے۔ چنانچہ اس بچی کی تقریر سن کر سب نے آپ کو سفر حج کی اجازت دے دی اور آپ فوراً ہی روانہ ہوگئے اور یہ خبر سارے شہر میں مشہور ہوگئی کہ حاتم اصم بغیر اہل و عیال کو خرچ دیئے اور بغیر کوئی توشہ لیے حج کو روانہ ہوگئے۔ پڑوسیوں نے ان کے گھر والوں خصوصاً چھوٹی بچی کو خوب خوب ملامت کیا کہ کیوں اس حالت میں تم لوگوں نے جانے دیا؟ اسی حالت میں شہر کا امیر جو شکار کے لئے نکلا تھا اپنے لشکر سے بچھڑ کر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ پیاس سے بیقرار ہو کر اس گاؤں میں حاتم اصم کے دروازے پر آ گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے حاتم اصم کی بیوی نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو جواب دیا کہ میں شہر کا امیر ہوں۔ تم مجھے پانی پلاؤ؟ حاتم اصم کی بیوی نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا کہ الٰہی! تیری شان کا کیا کہنا؟ رات بھر تو ہم بھوکے رہے اور دن کو ہمارے دروازے پر شہر کا حاکم کھڑا پانی کا سوال کر رہا ہے۔ عورت نے ایک نیا مٹی کا پیالہ پانی سے بھر کر پیش کر دیا اور یہ عذر کیا کہ ہمارے پاس اس سے اچھا کوئی برتن

www.waseemziyai.com

نہیں ہے۔ حاکم شہر کو پانی میں بڑا مزہ آیا۔ اس نے پوچھا کہ کیا یہ کسی رئیس کا گھر ہے؟ ساتھیوں نے کہا کہ نہیں یہ ایک عالم دین کا مکان ہے جن کا نام حاتم اصم ہے۔ حاکم شہر نے کہا کہ غالباً یہ انہی حاتم اصم کا مکان ہے جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مفلسی کے باوجود حج کو چلے گئے؟ ساتھیوں نے کہا کہ جی ہاں! یہ سن کر حاکم شہر نے کہا کہ جواں مردی کی بات نہیں ہے کہ ہم جیسے دولت منداں جیسے غریبوں پر بار بنیں۔ حاکم شہر نے فوراً اپنی کمر کا پٹکا کھولا اور مکان کے اندر پھینک دیا پھر اس کے ساتھیوں نے بھی اپنا اپنا پٹکا کھول کر گھر میں ڈال دیا اور کہا کہ اے گھر والو! یہ سب پٹکے تم لوگوں کو عطا کئے گئے اور بہت جلد ہم ان کی قیمت بھیج کر تم سے ان پٹکوں کو خرید لیں گے۔ چنانچہ حاکم شہر نے اپنے گورنمنٹ ہاؤس میں پہنچ کر ایک کثیر رقم بھیجی اور ان پٹکوں کو خرید لیا۔ اس طرح حاتم اصم کے گھر والے دولت سے مالا مال ہو گئے۔

ادھر حاتم اصم کا یہ حال ہوا کہ آپ جس قافلہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اتفاق سے امیر قافلہ بیمار ہو گیا۔ لوگوں نے کسی طبیب کو تلاش کیا مگر کوئی علاج کرنے والا نہیں ملا۔ امیر قافلہ نے حکم دیا کہ اگر قافلہ میں کوئی مرد صالح ہو تو بلاؤ۔ شاید اس کی دعا سے مجھے شفا حاصل ہو جائے۔ لوگوں نے حاتم اصم کو بلایا۔ آپ نے امیر قافلہ کے لئے دعا فرمائی اور وہ فوراً ہی شفایاب ہو گیا۔ امیر قافلہ نے خوش ہو کر حاتم اصم کے لئے سواری اور کھانے پینے اور تمام اخراجات سفر کا سامان کر دیا۔ حاتم اصم کو اس رات فکر دامن گیر ہوگئی کہ خداوند عالم نے میرے لئے تو غیب سے سارا سامان فرما دیا مگر میرے بچوں کا کیا حال ہوگا؟ اسی فکر میں سو گئے تو خواب میں یہ دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے حاتم اصم! جو اپنا معاملہ ہمارے ساتھ اچھا رکھتا ہے۔ ہم بھی اپنا معاملہ اس کے ساتھ اچھا ہی رکھتے ہیں۔ تم اہل و عیال کی فکر نہ کرو۔ تم سے پہلے ان کا انتظام ہو چکا ہے۔ حاتم اصم نے خدا کا شکر ادا کیا اور جب حج سے واپس لوٹے تو اپنی چھوٹی بچی کو گلے لگا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑی عمر کو دیکھ کر نظر عنایت نہیں فرماتا بلکہ جس کی معرفت بڑی ہو اس پر نظر عنایت فرماتا ہے۔ اگر چہ اس کی عمر چھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ (رحمۃ اللہ علیہ) (مستطرف ج ا ص ۶۴)

www.waseemziyai.com

تبصرہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ مومن کی سب سے زیادہ کامیاب تدبیر اور مومن کا سب سے بڑھ کر طاقتور ہتھیار خدا پر توکل ہے۔ مولیٰ عزوجل کا ارشاد ہے کہ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (طلاق) یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہے اور قرآن مجید میں بار بار پروردگار عالم نے توکل کرنے والے بندوں کی مدح وثنا بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ یعنی اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اسی طرح دوسری آیتوں اور حدیثوں میں بھی ''متوکلین'' کے فضائل ومناقب کا بکثرت بیان ہے۔

''توکل'' کے معنی ہیں۔ خدا پر بھروسہ رکھنا۔ یعنی رنج وراحت نعمت ومصیبت، فقیری و امیری، تندرستی وبیماری، عزت وذلت، غرض ہر حالت میں مومن یہ بھروسہ اور اعتماد رکھے کہ وہی ہو کر رہے گا جو کچھ خداوند قدوس چاہے گا۔ میں اور ساری دنیا لاکھ تدبیریں کر ڈالیں مگر بغیر میرے مولیٰ کی مرضی کے ایک ذرہ بھی نہیں ٹل سکتا۔ اور ساتھ ہی یہ مضبوط اعتقاد رکھے کہ میرا ربّ میرے ساتھ جو کچھ بھی کرتا ہے یا کرے گا۔ یقیناً اس میں میری بہتری اور بھلائی ہی ہوگی۔

جب توکل کے معنی یہ ہوئے کہ ''ہر حال میں خدا پر بھروسہ رکھنا'' تو یادرکھئے کہ جس طرح ایک ٹوٹی چٹائی پر بیٹھ کر ایک فقیر خدا پر توکل کرسکتا ہے۔ اسی طرح ایک حکومت کا تاجدار بھی اپنے تخت شاہی پر بیٹھ کر بھی توکل کی فضیلت حاصل کرسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ایک شہنشاہ تمام ذرائع واسباب اور ہر قسم کی نعمت ودولت کا مالک ہونے کے باوجود اپنے دل میں یہ اعتقاد رکھے کہ یہ ساری نعمتیں، تمام دولتیں، کل طاقتیں اسی وقت میرے کام آسکتی ہیں جب میرا مولیٰ چاہے گا ان چیزوں پر ذرہ برابر اعتماد اور بھروسہ نہ رکھے۔ تو یقیناً وہ شہنشاہ ہونے کے باوجود ''متوکل'' ہے اور اگر کوئی مسکین جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ مگر اس کا بھروسہ خدا پر نہیں ہے بلکہ وہ یہ اعتقاد واعتماد رکھتا ہے کہ جب مجھے بھوک لگے گی تو میں دس گھروں میں چکر لگا کر اور بھیک مانگ کر ضرور اپنا پیٹ بھرلوں گا۔ اس کا اعتقاد اور دھیان اس طرف نہیں ہے کہ بھیک مانگنے کے باوجود بھی مجھے روٹی اس وقت ملے گی جب خدا مجھے روٹی دے گا۔ تو یقیناً یہ شخص مسکین اور بھکاری ہونے کے باوجود ''متوکل'' نہیں

www.waseemziyai.com

ہوسکتا لیکن ہاں! اس مقام پر ایک بڑا ہی خاص نکتہ یہ بھی ذہن نشین کرا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس زمانے میں بعض فقیری اور درویشی کا دعویٰ کرنے والے پیروں نے اپنے عمل وکردار سے توکل کی ایک ایسی غلط تصویر دنیا کے سامنے پیش کر رکھی ہے جو سراسر معنی توکل کے بالکل ہی خلاف ہے۔ اس دور میں بعض لوگوں نے توکل کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ کوئی دھندا اور کوئی کمائی نہ کرے۔ اور دن رات ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہے اور مفت کی روٹیاں کھاتا رہے۔ اس کا نام توکل ہے۔ حالانکہ یہ توکل کا اتنا غلط تصور ہے جو قرآن و حدیث کی تعلیم کے بالکل ہی خلاف ہے۔ کیونکہ خداوند عالم اور اس کے پیارے حبیب ﷺ نے مومنین کو رزق حلال کی طلب کے لئے جدوجہد اور کسب معاش کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ لہٰذا یاد رکھئے کہ توکل کے لئے یہ ضروری ہے کہ عمل' جدوجہد اور اپنی طاقت بھر پوری پوری کوشش کر لینے کے بعد خدا پر توکل رکھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے دربار رسول میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اونٹ کے پاؤں میں رسی باندھ کر توکل کروں یا اونٹ کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں کہ خدا اس کی حفاظت فرمائے گا تو حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے کیا فرمایا؟ اس کو ذرا بغور سنیے۔

گفت پیغمبر بہ آواز بلند ۔۔۔ برتوکل پائے اشتر را بہ بند

یعنی حضور اکرم ﷺ نے اس سوال کرنے والے سے بہ آواز بلند یہ فرمایا۔ پہلے تم اونٹ کے پاؤں میں رسی باندھ لو اور اپنی طاقت بھر اس کی حفاظت کی کوشش کرلو۔ پھر اس کے بعد خدا پر توکل اور بھروسہ کرو کہ وہی حفاظت کرنے والا ہے اور بغیر اس کی حفاظت کے کوئی حفاظت کارآمد نہیں ہوسکتی۔

حضور اقدس ﷺ کا یہ جواب بتلا رہا ہے کہ خدا پر توکل کرنے کا حقیقی مفہوم یہی ہے کہ بندہ اپنی پوری پوری عملی جدوجہد کرے پھر اس کے بعد خدا پر توکل کرے۔ کاہلی اور سستی سے بے عمل بن کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور پھر یہ کہے کہ میں نے خدا پر توکل کرلیا ہے۔ یہ معنی توکل کا مذاق اڑانا اور قرآن و حدیث کے مفہوم حق کو مسخ کر دینا ہے۔ توبہ نعوذ باللہ منہ۔ لہٰذا خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ بندہ اپنی پوری پوری عملی

www.waseemziyai.com

جدو جہد اور سعی پیہم کر لینے کے بعد پھر خدا پر بھروسہ رکھے۔ یہی ''توکل'' کا حقیقی مفہوم ہے جو بلاشبہ مومن کے لئے بہت ہی بڑا فتح و کامرانی اور فلاح و کامیابی کا سامان ہے۔ حضرت مولانا رومی علیہ الرحمہ نے کتنے واضح اور صاف صاف لفظوں میں اس مضمون کو ارشاد فرمایا ہے کہ۔

گر توکل می کنی دو کارکن　　　کارکن پس تکیہ بر جبار کن

یعنی اگر تم توکل کرتے ہو تو دو کام کرو۔ پہلا کام تو یہ کہ تم اپنا کام کر لو پھر دوسرا کام یہ ہے کہ اپنا کام پورا کر لینے کے بعد بھروسہ حضرت جبار پر رکھو جو سارے عالم کا پروردگار اور سب کا کارساز ہے! مگر افسوس کہ اس دور کے مولویوں اور صوفیوں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں　　　ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

حیات جاودانی

حضرت ابوبکر بن خیاط علیہ الرحمہ سے منقول ہے۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں یہ دیکھا کہ گویا میں قبرستان میں داخل ہوا ہوں اور تمام مردے اپنی اپنی قبروں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان لوگوں کے سامنے پھول رکھے ہوئے ہیں۔ اتنے میں اچانک میری نظر اٹھی تو میں نے دیکھا کہ حضرت معروف کرخی علیہ الرحمہ بھی ان مردوں کے درمیان ٹہل رہے ہیں۔ میں نے انہیں پہچان کر ان سے دریافت کیا کہ اے ابومحفوظ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ آپ کی تو وفات ہو چکی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کیا شک کہ میرا انتقال ہو چکا ہے لیکن کیا تم نے یہ شعر نہیں سنا ہے۔ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھ کر مجھے سنایا کہ:

''یعنی متقی کی موت ایسی زندگانی ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے ایک قوم ایسی ہے کہ مرنے کے بعد بھی لوگوں میں زندہ ہے۔''

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی مشہور بزرگ ہیں اور علم و عمل کے لحاظ سے اپنے دور کے عدیم المثال اور یکتائے دہر مقدس ہستی ہیں۔ انتہائی مستجاب الدعوات اور صاحب کرامت بزرگ ہیں اور زہد و ترک دنیا میں بھی اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے

www.waseemziyai.com

مرض الموت میں یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو تم لوگ میرے اس کرتے کو بھی صدقہ کر دینا۔ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح میں ننگے بدن دنیا میں آیا تھا اسی طرح میں ننگے بدن دنیا سے جاؤں۔ (مستطرف ج ا ص ۱۴۲)

ایک سخی کی قبر

چند عرب ایک سخی کی قبر کی زیارت کے لئے گئے اور قبر کے پاس ہی رات کو سو گئے۔ ایک شخص نے رات میں یہ خواب دیکھا کہ صاحب قبر اس سے فرما رہے ہیں کہ کیا تم اپنا اونٹ میری اونٹنی کے بدلے بیچو گے؟ اس نے کہہ دیا کہ جی ہاں۔ چنانچہ سودا طے ہو گیا۔ اور بیع مکمل ہو گئی۔ پھر صاحب قبر نے میرے اونٹ کو ذبح کر دیا۔ ایسا خواب دیکھ کر یہ شخص چونک کر اٹھ بیٹھا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ واقعی اس کا اونٹ ذبح کیا ہوا پڑا ہے۔ اور تازہ تازہ خون بہہ رہا ہے۔ چنانچہ اس شخص نے اٹھ کر اونٹ کی کھال اتاری اور گوشت پکایا اور سب ساتھیوں نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ پھر دوسرے دن جب یہ قافلہ روانہ ہوا تو راستے میں ایک شتر سوار ملا اور اس نے خواب دیکھنے والے کا نام پکارا کہ تم میں فلاں فلاں کون شخص ہے؟ خواب دیکھنے والے نے کہا کہ وہ میں ہوں۔ تو اس نے کہا کہ فلاں شخص کے ہاتھ تم نے اپنا اونٹ ایک اونٹنی کے بدلے بیچا ہے؟ یہ سن کر خواب دیکھنے والے نے اپنا پورا پورا خواب بیان کر دیا۔ تو شتر سوار نے کہا کہ لیجئے صاحب قبر کی یہی وہ اونٹنی ہے جس کے بدلے اس نے تم سے تمہارا اونٹ خریدا ہے۔ میں اسی صاحب قبر کا بیٹا ہوں۔ اس نے مجھ کو خواب میں یہ فرمائش کی ہے کہ میں نے فلاں بن فلاں کے ہاتھ اونٹنی اس کے ایک اونٹ کے بدلے فروخت کر دی ہے۔ اور میں نے اس اونٹ کو ذبح کر کے اس کی اور اس کے ساتھیوں کی دعوت کر دی ہے۔ لہٰذا اگر تم میرے بیٹے ہو تو فوراً میری اونٹنی اس شخص کو دے دو۔ چنانچہ میں یہ اونٹنی لے کر تمہاری تلاش میں نکلا ہوں۔ حجۃ اللہ

تبصرہ: مذکورہ بالا دونوں واقعات اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ صالحین وفات کے بعد اپنی قبروں میں بھی خداداد کراماتی قوتوں سے طرح طرح کے تصرفات فرماتے رہتے ہیں۔ اور اس آخری واقع سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ زندگی میں اللہ والوں کا جو محبوب

www.waseemziyai.com

مشغلہ ہوتا ہے وفات کے بعد بھی وہ اپنے اس محبوب مشغلہ میں مشغول رہا کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ شخص اپنی دنیاوی حیات میں چونکہ بڑا ہی سخی اور مہمان نواز تھا تو وفات کے بعد بھی اپنی قبر پر آنے والے مہمانوں کی نہایت ہی شاندار مہمان نوازی فرمائی۔ سچ ہے کہ انسان کی فطری خصلتیں اور طبعی عادتیں، رنج وراحت، فقیری وامیری یہاں تک کہ موت وحیات کی حالت میں بھی نہیں بدلا کرتی ہیں۔ شفیق جونپوری مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

فقیری میں بھی اپنی شان سلطانی نہیں جاتی
غلامی ہے، مگر خوئے جہاں بانی نہیں جاتی

ایک حاجی کی دعا

قاسم بن عثمان جو بہت ہی صاحب علم وعمل بزرگ تھے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو بیت اللہ شریف کا طواف کرتے دیکھا کہ صرف ایک ہی دعا پڑھتا تھا۔ بار بار یہی دعا میں اس کی زبان سے سنتا تھا کہ اَللّٰھُمَّ قَضَیْتَ حَاجَةَ الْمُحْتَاجِیْنَ وَحَاجَتِیْ لَمْ تُقْضَ یعنی اے اللہ! تو نے سب محتاجوں کی حاجت پوری فرمادی اور میری حاجت نہیں پوری ہوئی۔ قاسم بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص سے یہ دریافت کیا کہ تم اس کلام کے سوا کوئی دوسری دعا دربار الٰہی میں عرض نہیں کرتے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس نے بتایا کہ ہم سات آدمی ایک ساتھ جہاد میں گئے۔ اور ہم سب کے سب کفار کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہو گئے۔ کافروں نے ہم ساتوں کو میدان میں لے جا کر قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو مجھے یہ نظر آیا کہ آسمان میں سات دروازے کھلے ہیں۔ اور ہر دروازے پر ایک حور کھڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ جیسے ہی ہمارا ایک ساتھی کفار کی تلوار سے شہید ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک حور فوراً ہی ہاتھ میں ایک رومال لیے ہوئے شہید کی روح کو لینے کے لیے زمین پر اتر پڑی۔ اس طرح میرے چھ ساتھی شہید کیے گئے اور سب کی روحوں کو لینے کے لیے ایک ایک حور اترتی رہی جب میرے قتل کی باری آئی تو کافر بادشاہ کے ایک مقرب درباری نے مجھ کو بادشاہ سے اپنی خدمت کے لیے مانگ لیا۔ اور میں قتل سے بچ گیا۔ تو میں نے سنا کہ ایک حور نے کہا کہ اے محروم! کیا بات ہوگئی کہ تو

www.waseemziyai.com

اس فضیلت سے محروم رہا؟ پھر آسمان کے سب دروازے بند ہو گئے۔ تو اے بھائی! میں آج تک اپنی اس محرومی پر ہر وقت افسوس کرتا رہتا ہوں اور میری دعا کا یہی مطلب ہے کہ اے اللہ! سب محتاجوں کی حاجت تو نے پوری فرما دی مگر میری حاجت پوری نہیں ہوئی۔

قاسم بن عثمان نے فرمایا کہ میرے نزدیک ان ساتوں خوش نصیبوں میں سب سے افضل یہی ساتواں ہے جو قتل سے بچ گیا۔ کیونکہ اس نے وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا جو دوسروں نے نہیں دیکھا۔ پھر یہ زندہ رہا۔ اور انتہائی ذوق وشوق سے عمل خیر کرتا رہا۔ رحمۃ اللہ علیہم

(مستطرف ج ۱ ص ۱۴۲)

تبصرہ: حوریں، حوروں کے رومال، اور جنت کی دوسری نعمتیں یہ عالم آخرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان چیزوں کو دنیا میں سر کی آنکھوں سے کوئی عام آدمی ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں البتہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اپنے انبیاء علیہم السلام کو بطریق معجزہ یا اپنے محبوب بندوں کو کرامت کے طور پر جنت کی نعمتوں کا معائنہ ومشاہدہ کرا دیتا ہے۔ بلاشبہ یہ اس مرد مجاہد کی کرامت ہے کہ اس نے حوروں کو اس دنیا میں اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ سبحان اللہ! ایک اللہ والے مومن کامل کی نگاہ بصیرت وچشم معرفت کا کیا کہنا؟ کاش مومن کو اپنی عظمت وبرتری کا احساس ہو جائے۔ تو اس کی ہر سانس خداوند قدوس کے تشکر وامتنان کی دولت سے مالا مال اور تمام عمر اس کی پیشانی عبودیت مسجود حقیقی کے سجدۂ شکر میں سجدہ ریز رہے۔ اسی سربلندی مومن کا احساس دلاتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے اپنے چار مصرعوں میں کیا خوب کہا ہے کہ ؎

ترا جوہر ہے نوری پاک ہے تو — فروغ دیدۂ افلاک ہے تو
ترے صید نظر فرشتہ و حور — کہ شاہین شہ لولاک ہے تو

دربارِ رسول میں سلام

ابن ابی بلال خزاعی جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو عبدالاعلیٰ محدث ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور ان سے یہ فرمایا کہ اے ابن بلال! جب تم وفات کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے مشرف ہونا تو میرا اسلام عرض کر دینا۔ اور اگر ہو

www.waseemziyai.com

سکے تو مجھے اس کی اطلاع بھی ضرور دینا کہ میرا سلام بارگاہ رسالت میں قبول ہوا یا نہیں۔ چنانچہ ابن ابی بلال کا وصال ہوگیا۔ اور وصال کے تیسرے دن ان کی بیوی ام عبداللہ نے انہیں خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا کہ اے بیوی! میں تو وفات پا ہی گیا لیکن تمہیں دو باتوں کی اطلاع دیتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ آج سے تیسرے دن میری بچی کا بھی انتقال ہو جائے گا۔ اور دوسری بات یہ کہ تم عبدالاعلیٰ محدّث کے پاس یہ اطلاع کرا دینا کہ میں نے آپ کا سلام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں عرض کر دیا۔ تو آپ کا سلام دربار رسالت میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوگیا۔ چنانچہ ابن ابی بلال کی بیوی نے اپنے بھائی ''ابوالزاہریہ'' کے ذریعے عبدالاعلیٰ محدّث کے پاس یہ پیغام پہنچا دیا۔ رحمۃ اللہ علیہم (شرح الصدور ص ۱۱۵)

تبصرہ: یہ حکایت بہ بانگ دہل اعلان کرتی ہے کہ عبدالاعلیٰ جیسے مایہ ناز محدّث و علماء دین کا یہ عقیدہ تھا کہ مومنین صالحین وفات کے بعد حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف دیدار سے سرفراز ہوتے ہیں۔ اور بارگاہ رسالت میں سلام و کلام بھی عرض کرتے ہیں۔ اور ان کو خداوند عالم یہ طاقت بھی عطا فرماتا ہے کہ وہ دنیا والوں کو اپنا پیغام بھی ارسال کر سکتے ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ اگر ان کا یہ اعتقاد نہ ہوتا تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں ہدیہ سلام کیوں ایک وفات پانے والے کے ذریعے ارسال خدمت کرتے۔ اور پھر یہ بھی کہتے کہ تم مجھے مطلع کر دینا۔ کہ میرا سلام دربار رسالت میں مقبول ہوا یا نہیں؟ اور بلاشبہ یہ عقیدہ حق اور یہ اعتقاد برحق ہے کیونکہ قرآن و حدیث کے انوار تجلیات سے یہ مسئلہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ کہ مقبولان بارگاہ الٰہی کی موت و حیات عام انسانوں کی موت و حیات کے مثل نہیں ہے۔ بلکہ ان پاک نفوس کی موت درحقیقت ان کی حیات جاودانی کا دروازہ ہے۔ کہ یہ موت کے دروازے سے داخل ہو کر ایک عالم حیات کے باشندے بن جاتے ہیں جہاں موت کا گزر ہی نہیں ہوتا۔

مگر افسوس کہ آج ان نفوس قدسیہ کے وجود سے رفتہ رفتہ ملک خالی ہوتا جا رہا ہے اور ایسی ہستیوں کا باوجود تلاش و جستجو کے بھی دور دور تک کہیں سراغ نہیں ملتا۔ اس لیے اب تو بار بار زبان پر یہ دعا آتی رہتی ہے کہ۔

www.waseemziyai.com

لا پھر اک بار وہی بادۂ جام اے ساقی | ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی
کتنے ہی سال سے ہیں ہند کے میخانے میں | اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی
شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی | رہ گئے ''صوفی و ملا'' کے غلام اے ساقی

روشن ضمیری

جناب سید ایوب علی صاحب رضوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ بریلوی قدس سرہٗ العزیز سے دریافت کیا کہ ''اسم اعظم'' کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہر شخص کے لیے اسم اعظم جدا جدا ہے۔ ہر شخص کے نام میں جو حروف ابجد ہیں۔ ابجد کے قاعدہ سے ان حرفوں کے اعداد کا مجموعہ نکال کر اس عدد کے مطابق خداوند تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام یا دو نام اس عدد کی دوگنی تعداد بڑھا کر پڑھا کریں۔ تو یہ باری تعالیٰ کا اسم مبارک اس شخص کے حق میں ''اسم اعظم'' کا کام کرے گا۔ مثلاً ''ایوب علی'' کے اعداد ۱۲۹ ہیں۔ اور ''لطیف'' کے اعداد ۱۲۹ ہیں۔ تو اگر ایوب علی صاحب روزانہ ۲۵۸ بار ''یا لطیف'' پڑھتے رہیں تو یہ ان کے حق میں ''اسم اعظم'' ہے۔ پھر تمام حاضرین سے بلا تکلف یہ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا فلاں نام تمہارے لیے اسم اعظم ہے۔ صرف برادرم ''قناعت علی'' کا اسم اعظم نہیں بیان فرمانے پائے تھے کہ عصر کی اذان ہو گئی۔ اور جلسہ برخاست ہو گیا۔ برادرم قناعت علی اپنی محرومی پر دل ہی دل میں افسوس کر رہے تھے اور بار بار امید لگائے تھے کہ شاید اب حضور فرمائیں۔ یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہوئی۔ اور حضور مسجد کی شمالی فصیل پر تشریف فرما تھے۔ اس وقت برادرم قناعت علی بالکل مایوس ہو گئے۔ اور ان کے دل میں یہ وسوسہ آ گیا کہ آج پہلی مثال ہے کہ میں محروم رہا جاتا ہوں حضور نے اپنے نور بصیرت سے فوراً ہی اس وسوسہ کو معلوم فرما لیا۔ اور مصلے پر کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ سے پہلے قناعت علی صاحب کی طرف رخ کر کے ارشاد فرمایا کہ سید صاحب آپ کے لیے اسم اعظم یا خالق یا اللہ ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۴۳)

۷۳۱

تبصرہ: سبحان اللہ! اس نور فراست اور روشن ضمیری کا کیا کہنا؟ کہ ادھر دل میں وسوسہ آیا

www.waseemziyai.com

ادھر انکشاف ہو گیا۔ اور دم زدن میں ان کی امید وتمنا پوری ہو گئی۔ اس میں شک نہیں کہ علماء حق کو خداوند عالم نے بڑی بڑی کرامتوں سے نوازا ہے۔ علماء حق اور صوفیاء برحق کا یہی وہ نور فراست ہے جس کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ یعنی مومن کی فراست سے ڈرو۔ کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔ مگر افسوس کہ آجکل کے ہمارے جیسے علماء کہلانے والوں کے سینوں کے صندوق اور دلوں کی تجوریاں اس دولت بے بہا سے خالی ہو گئیں۔ اور ایسا منحوس دور آ گیا کہ ڈاکٹر اقبال کو زمانے کا ماحول اور دور حاضر کا رخ دیکھ کر یہ کہہ دینا پڑا کہ

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری ‏ رہا صوفی گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب وجگر مانگ ‏ نہیں ممکن امیری بے فقیری

لکڑی سونا ہو گئی

شیخ الحدیث محمد بن اسلم طوسی علیہ الرحمہ متوفی ۲۴۲ھ جن کا تذکرہ ہم نے اپنی کتاب ''اولیاء رجال الحدیث'' میں تحریر کیا ہے۔ بہت ہی بلند پایہ محدث ہیں اور خلق قرآن کے مسئلہ پر دو برس تک قید وبند کی سختیاں اور کوڑوں کی سزائیں بھی برداشت فرماتے رہے۔ انتہائی متبع سنت و پابند شریعت بزرگ ہیں۔ عام طور پر لوگ انہیں طبقہ ابدال کے اولیاء میں شمار کرتے تھے اور ان کی کرامتیں دیکھا کرتے تھے۔ ان کی ایک بڑی مشہور کرامت یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی کے قرض دار ہو گئے۔ یہودی نے بہت سخت تقاضا کیا۔ آپ اس وقت حدیثیں لکھنے کے واسطے قلمیں بنا رہے تھے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اس وقت تو میرے پاس قلم کے تراشوں اور چھلکوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے جو تمہارا قرض ادا کروں۔ اگر تم چاہو تو ان تراشوں اور چھلکوں کو لے لو۔ یہودی یہ جواب سن کر مارے غصے کے طیش میں آ گیا لیکن اس نے جب ان تراشوں کو دیکھا تو وہ بالکل خالص سونا بن چکے تھے۔ یہودی نے انہیں ہاتھ میں لے کر جو الٹ پلٹ کر دیکھا اور اس کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ قلم کے چھلکے سونا بن چکے ہیں تو وہ بہت شرمندہ ہو کر آپ کے قدموں پر گر پڑا اور اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ جس دین میں ایسے ایسے باکمال

www.waseemziyai.com

بزرگ ہوں کہ ان کی ایک نظر سے لکڑی سونا بن جائے یقیناً وہ دین حق اور سچا ہے۔

(ماخوذ از رسالہ آستانہ)

میں کب مروں گا؟

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا حال بھی ہم ''اولیاء رجال الحدیث'' میں مفصل تحریر کر چکے ہیں۔ یہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی مایہ ناز شاگرد رشید ہیں۔ حضرت امام ممدوح نے پہلے ہی ان کے بارے میں فرما دیا تھا کہ داؤد طائی! تم عبادت کے ہو کر رہ جاؤ گے چنانچہ واقعی حضرت داؤد طائی عبادت و ریاضت میں یکتائے روزگار ہوئے اور آپ سے بڑی بڑی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید اپنے قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو ہمراہ لے کر ان کی ملاقات کے لئے آیا اور آپ کے حقیقت افروز کلمات اور آپ کی مقدس زندگی سے انتہائی متاثر ہو کر اشرفیوں کی ایک تھیلی نذر کر کے عرض کیا کہ یہ مال حلال ہے اس کو آپ قبول فرما لیجئے۔ حضرت داؤد نے ارشاد فرمایا کہ میں تمام زندگی بادشاہوں اور امیروں کے احسانوں سے پرہیز کرتا رہا ہوں اور ابھی میرے پاس اخراجات کے لئے اتنی رقم ہے جو میری زندگی بھر کے لئے کافی ہے اور میں نے خدا سے دعا مانگی ہے کہ یا اللہ! میری رقم جس دن ختم ہو جائے اسی دن مجھے وفات دے دینا۔ اس لئے امیر المؤمنین کی نذر قبول کرنے سے معذور ہوں۔ یہ سن کر ہارون رشید پر سکتہ طاری ہو گیا پھر حضرت امام ابو یوسف نے آپ کے خادم سے دریافت کیا کہ کل کتنی رقم ان کے پاس ہے؟ تو اس نے بتایا کہ دس اشرفیاں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ ان کا روزانہ خرچ کتنا ہے؟ تو خادم نے بتایا کہ ایک دانق۔ حضرت امام ابو یوسف خلیفہ بغداد کے ساتھ چلے آئے اور چند ماہ کے بعد ایک دن فرمانے لگے کہ غالباً آج حضرت داؤد طائی کا وصال ہو گیا۔ چنانچہ جب لوگوں نے حضرت امام ابو یوسف سے دریافت کیا کہ آپ کو ان کی وفات کا علم کیونکر ہوا؟ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے حضرت داؤد طائی کی دعا مقبول ہونے کا یقین تھا اور میں نے ان کی رقم اور خرچ کی مقدار کا حال ان کے خادم سے پوچھ لیا تھا اور برابر حساب لگاتا رہا کہ کس دن ان کی ساری رقم خرچ ہو جائے گی۔ چنانچہ جب میں نے

www.waseemziyai.com

اپنے حساب سے یہ سمجھ لیا کہ آج ان کی رقم ختم ہوگئی ہوگی تو میں نے کہہ دیا کہ آج ان کی وفات ہوگی۔ کیونکہ انہوں نے یہی دعا مانگی تھی کہ الٰہی! جس دن میرا سرمایہ ختم ہو جائے تو اس دن مجھے دنیا سے اٹھا لینا۔ چنانچہ میرا حساب صحیح نکلا اور اسی دن ان کی وفات ہوگئی۔ (رسالہ آستانہ)

تبصرہ: مذکورہ بالا دونوں واقعات میں اولیاء اللہ کے تصرفات و کرامات کے جو جلوے نظر آ رہے ہیں وہ آفتاب عالم تاب کی طرح روشن ہیں۔ علماء حق وفقہا کی یہ کرامتیں عوام تو عوام بہت سے خواص بھی ان سے ناآشنا ہیں۔ چنانچہ عام طور پر لوگ حضرت خواجہ داؤد طائی کو ایک خانقاہی پیر یا صوفی سمجھتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور علم حدیث وفقہ میں حضرت امام ابو یوسف و حضرت امام محمد و حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھیوں میں سے ہیں اور مایہ ناز محدث وفقیہ اور نہایت ہی جید عالم امام حدیث وفقہ ہیں۔ اب بھلا ان حقیقت افروز اور حق نما واقعات کی روشنی میں کون یہ کہہ سکتا ہے؟ کہ با کرامت اولیاء تو صرف فقیروں اور درویشوں میں ہوئے۔ علماء کی جماعت میں کوئی با کرامت بزرگ ہوا ہی نہیں۔ دیکھ لیجئے یہ سب آسمان ولایت کے روشن ستارے جماعت علماء ہی کے مقدس افراد ہیں جن کے ذکر جمیل سے آپ کے گلشن ایمان میں بہار آ رہی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ اگر نائبین مصطفیٰ کے سروں پر ولایت و کرامت کا تاج نہ رکھا جائے گا تو پھر کون ہے جو اس اکرام وشرف سے نوازا جائے گا؟ اللہ اکبر! دور حاضر کے ان بے بصر اور بے خبر لوگوں کو کیا خبر؟ کہ

رسائی اہل دل کی ہے جہاں تک
خرد والے نہ پہنچیں گے وہاں تک

www.waseemziyai.com

مفرحات

خوش طبعی

دور حاضر کے بعض خشک مغز ملاؤں نے عوام پر اپنی تقدس مآبی کا سکہ بٹھانے کے لئے اپنے قول وعمل سے عوام کو یہ باور کرادیا ہے کہ مزاح وتفریح اور خوش طبعی وخوش مزاجی علماء کی شان کے خلاف ہے چنانچہ اس زمانے میں سب سے زیادہ وہی مولوی عوام کے لئے جاذب نظر و پسندیدہ سمجھا جاتا ہے جو ہر مجلس میں اپنے چہرے پر سنجیدگی و وقار کا مظاہرہ کرتے ہوئے نیچی نظر کیے خاموش ''گڈا'' بنا بیٹھا رہے نہ کبھی ہنسے نہ مسکرائے۔ نہ کوئی تفریح ومزاح کرے۔ نہ کبھی کسی سے خوش طبعی کی بات کرے۔ مگر ہم نے اس کتاب کی جلد اول میں ''تفریحات'' کے زیرعنوان بڑی صفائی کے ساتھ یہ تحریر کردیا ہے کہ ایسا مزاح جس میں کذب نہ ہو نہ کسی کی دل آزاری' نہ کوئی فحش کلامی ہو نہ بے حیائی ہرگز ہرگز علماء کی شان کے خلاف نہیں ہے' بلکہ اس قسم کے مزاح اور تفریحات خود حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہیں اور صحابہ کرام اور تابعین کی مقدس جماعتوں نے بھی اس قسم کی تفریحات میں حصہ لیا ہے۔ بڑے بڑے جلیل القدر محدثین وفقہا بھی کبھی کبھی تفریحات کرتے اور ہنستے ہنساتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس کے چند شواہد تو ہم جلد اول میں تحریر کر چکے ہیں۔ یہاں بھی بات آگئی ہے تو چند مثالیں حاضر ہیں تاکہ ان شواہد کی روشنی میں اس حقیقت کی نقاب کشائی ہو جائے کہ اس قسم کی جائز ومباح تفریحات نہ تو مذموم ومعیوب ہیں نہ علماء کی شان کے خلاف۔ نہ یہ تقویٰ وتقدس کے منافی ہیں نہ اہل علم کے لئے عیب اور باعث عار۔

چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ سے بہت سے مزاح لطیف منقول ہیں۔ جس کی چند مثالیں ہم جلد اول میں تحریر کر چکے ہیں۔ سرکار رسالت کا اور بھی تفریحی مزاح سن لیجئے:

www.waseemziyai.com

ایک انصاری عورت دربار رسالت میں حاضر ہوئی تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور اپنے شوہر سے ملاقات کرو۔ اس کی دونوں آنکھوں میں سفیدی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ عورت گھبرائی ہوئی دوڑتی بھاگتی اپنے شوہر کے سامنے جا کر کھڑی ہوگئی اور اپنے شوہر کی آنکھوں کو بغور دیکھنے لگی۔ شوہر نے عورت کی گھبراہٹ اور توحش و پریشانی کو تاڑتے ہوئے دریافت کیا کہ خیر تو ہے؟ تمہاری اس وحشت اور گھبراہٹ کا کیا سبب ہے؟ عورت نے کہا کہ مجھ سے ابھی ابھی حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ تم اپنے شوہر کے پاس فوراً ہی جاؤ۔ اس کی دونوں آنکھوں میں سفیدی ہے۔ میں یہ سن کر گھبرائی ہوئی بھاگ کر آپ کو دیکھنے کے لئے آئی ہوں۔ یہ انصاری حضور انور ﷺ کے مزاج داں تھے سمجھ گئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تفریح طبع کے لئے مزاح فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد بالکل بجا ہے دیکھ لو۔ میری آنکھوں میں سفیدی بھی ہے اور سیاہی بھی۔ پتلی سیاہ ہے اور آنکھ کے ڈھیلے سپید ہیں یہ سن کر عورت کو اطمینان وسکون ہوا۔

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تفریحاً میرے ساتھ دوڑے تو میں دوڑ میں حضور سے آگے نکل گئی۔ پھر چند برسوں کے بعد ایک مرتبہ میرا دوڑنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مقابلہ ہوا تو چونکہ میرا بدن کچھ فربہ اور بھاری ہو گیا تھا اس لئے دوڑ میں اب کی مرتبہ میں پیچھے رہ گئی اور حضور مجھ سے آگے نکل گئے۔ پھر میرے شانے پر ایک ہاتھ مارتے ہوئے خوش طبعی کے طور پر فرمایا کہ یہ تمہاری اس جیت کا بدلہ ہے۔

مشہور اور بلند پایہ تابعی محدّث حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا صحابہ کرام بھی ہنسی مزاح فرمایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں باوجود یکہ ان صحابہ کے دلوں میں مضبوط اور بلند پہاڑوں جیسا ایمان مستقیم تھا۔ پھر بھی یہ لوگ تفریح طبع کے لئے ہنسی اور مزاح فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ صحابہ میں حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ تو اس قدر مزاح پسند اور ہنسنے والے صحابی کہ ان کے بارے میں عام طور پر یہ مشہور تھا کہ یہ جنت میں بھی ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔ اسی طرح عطا بن سائب کا بیان ہے کہ خیر التابعین

www.waseemziyai.com

اور سند المحدثین حضرت سعید بن جبیر تابعی جب وعظ بیان کرتے تھے تو لوگوں پر خوف الٰہی سے ایسی رقت طاری ہو جاتی تھی کہ حاضرین زاروقطار رونے لگتے تھے۔ پھر اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ اخیر میں کوئی ایسا دلچسپ لطیفہ سنا دیا کرتے تھے کہ ہم سب سامعین ہنسنے لگتے۔ اسی طرح دور تابعین میں ایک عالم جو اپنی پر تاثیر تقریروں کی وجہ سے ''تاج الواعظ'' کے معزز لقب سے مشہور و ممتاز تھے۔ ایسا پراثر وعظ بیان فرماتے تھے کہ حاضرین مجلس ان کا وعظ سن کر جوش تاثر میں روتے روتے نڈھال ہو جاتے تھے پھر وعظ کے خاتمہ پر وہ کچھ ایسے نادر لطائف وظرائف سنا دیا کرتے تھے کہ لوگ ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت علامہ ابن سیرین کی حدیث دانی وفقاہت' تقویٰ و تقدس تمام عالم میں مشہور ہے۔ ان کی جلالت علم اور عظمت عمل کا محدثین وفقہا کی دنیا میں ہر طرف ڈنکا بج رہا ہے۔ ان کے متعلق منقول ہے کہ مجمع عام میں کسی ہزل گو شاعر کا یہ شعر پڑھ کر اس قدر ہنستے اور ہنساتے تھے کہ ان کے منہ سے لعاب بہنے لگتا تھا۔ وہ شعر یہ ہے کہ

اُنْبِئْتُ اَنَّ فَتَاةً كُنْتُ اَخْطِبُهَا

عُرْقُوْبُهَا مِثْلُ شَهْرِ الصَّوْمِ فِي الطَّوَالِ

یعنی لوگوں نے مجھ کو یہ خبر دی ہے کہ وہ نوجوان عورت جس کو میں نے نکاح کا پیغام دیتا تھا اس کی ایڑی رمضان کے مہینے کی طرح لمبی ہے۔ (مستطرف ج ۲ ص ۲۳۲)

چنانچہ علامہ ابن جوزی نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''الاذکیاء'' میں فرمایا کہ میں نے اپنی کتاب میں چند احمقوں کے لطائف اسی لئے تحریر کر دیئے ہیں کہ ہمیشہ خالی سنجیدہ ہی گفتگو سنتے سنتے کبھی کبھی نفس انسانی اکتا جاتا ہے۔ تو اس کا علاج یہی ہے کہ چند دلچسپ لطائف وظرائف اور تفریحی مضامین بھی پیش کر دیئے جائیں تاکہ سامعین کا دل تھوڑی دیر تفریح ومزاح سے بہل جائے اور نفس کی کبیدگی اور تھکاوٹ دور ہو کر طبیعت میں نشاط پیدا ہو جائے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جب حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب ہم آپ کے وعظ وتذکیر کی مجالس میں حاضر رہتے ہیں تو ہم پر

www.waseemziyai.com

خوف وخشیت خداوندی کا ایسا غلبہ رہتا ہے کہ گویا جنت وجہنم ہماری نظروں کے سامنے ہے لیکن جب ہم اپنی بیویوں اور بچوں کے پاس جاتے ہیں اور دنیاداری کے معاملات میں پڑ جاتے ہیں تو یہ حضوری کی کیفیت زائل ہو جاتی ہے اور ہم ہنسنے ہنسانے بھی لگتے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اسی حضوری کی کیفیت میں ہمیشہ رہتے تو فرشتے تم سے تمہارے بچھونوں پر آ کر مصافحہ کرتے لیکن ہونا چاہئے کہ گھڑی بھر ایسے رہو اور گھڑی بھر ایسے بھی رہا کرو۔ یعنی ہر وقت خوف خداوندی سے تم لوگ سنجیدہ اور غمگین ہی رہا کرو یہ ضروری نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی خوش طبعی اور ہنسی مزاح سے اپنے قلب کو راحت بھی پہنچایا کرو۔ چنانچہ حضور ﷺ نے بھی فرمایا کہ رَوِّحُوْا قُلُوْبَکُمْ بِطَرَائِفِ الْحِکَمِ یعنی کبھی کبھی حکیمانہ دلچسپ لطائف سے اپنے قلوب کو راحت پہنچایا کرو۔ اسی طرح صحابہ کرام کا معمول تھا کہ جب احادیث بیان کرتے کرتے تھکاوٹ محسوس ہونے لگتی اور قلب میں کچھ کبیدگی اور اکتاہٹ کے آثار نمودار ہونے لگتے تو تھوڑی دیر طبیعت کا ذوق بدلنے کے لئے شعر وشاعری کا مشغلہ شروع کر دیتے اور اشعار عرب سے دل بہلا لیا کرتے تھے۔ حضرت ابوالدرداء صحابی رضی اللہ عنہ دوران درس میں کبھی کبھی کچھ تفریحات فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرما دیتے تھے کہ میں ان بیکار باتوں پر اپنے نفس کو اس لئے آمادہ کرتا ہوں اور یہ لطائف اس لئے سنا دیا کرتا ہوں تاکہ تم لوگ کلام حق کو سنتے سنتے کہیں اکتا نہ جاؤ۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس وامام زہری وامام مالک بن دینار وامام شعبہ وغیرہ کا بھی طریقہ تھا کہ گھڑی بھر احادیث بیان فرمالینے کے بعد ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "حَمِّضُوْنَا" یعنی اب ہمیں ترشی چکھاؤ اور پھر عرب کی داستانیں اور شعراء عرب کا کلام سنانا شروع کر دیتے تھے۔ (ثمرات الاوراق ج ۱ ص ۱۵۹)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عوام کے ذہنوں میں جو یہ راسخ ہو گیا ہے کہ تفریح ومزاح اور خوش طبعی وخوش مزاجی علماء کے لئے یہ بہت بڑا عیب ہے۔ یہ بالکل ہی غلط ہے اور بعض ملائے مسجدی قسم کے مولوی صاحبان جو اپنے زہد وتقویٰ اور بزرگی وتقدس کا پروپیگنڈا کرنے کے لئے ہر وقت تیوری چڑھائے ایسی صورت بنائے بیٹھے رہتے ہیں کہ گویا ابھی

www.waseemziyai.com

ابھی سوکر اٹھے ہیں یا دو چار لیموں ان کے منہ میں نچوڑ دیئے گئے ہوں ہر وقت خاموش بیٹھے بس فرش زمین کو گھور گھور کر دیکھا کرتے ہیں نہ کسی سے خوش روئی کے ساتھ ملتے ہیں نہ کبھی ہنستے یا مسکراتے ہیں اور اپنی ان حرکتوں کو اپنی تقدس مآبی کا نشان سمجھ کر خوش خلق و خوش طبع اور تفریح پسند علماء کو بہ نظر حقارت دیکھتے اور عوام کی نظروں میں انہیں ''پھکڑ باز'' ظاہر کر کے اپنی بزرگی کا سکہ بٹھاتے رہتے ہیں۔ ایسے خشک ملا لوگ درحقیقت علماء سلف کی تواریخ زندگی و سوانح حیات سے بالکل ہی ناواقف ہیں۔ چنانچہ اس نظریہ سے کہ کبھی کبھی مزاح لطیف کے ساتھ خوش طبعی کر لینا یہ علماء کے لئے نہ کوئی مذموم عادت ہے نہ یہ زہد و تقویٰ کے منافی ہے۔ ہم تفریحات علماء کی چند حکایات تحریر کرتے ہیں۔ جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علماء سلف اپنی علمی جلالت اور علمی عظمت کے باوجود کتنے خوش مزاج اور خوش طبع تھے؟ اور ان کی تفریحات اور ان کی باغ و بہار طبیعت کی خوش مزاجیوں کے باوجود کسی مورخ نے ان کے دامن تقدس پر کوئی خفیف سا دھبہ بھی نہیں لگایا۔

صغیر کبیر سے بہتر ہے

قاضی حمید الدین ناگوری ہندوستان کے مشائخ متقدمین میں بہت ہی مشہور و ممتاز بزرگ ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید و خلیفہ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مصاحبین میں سے ہیں۔ جامع علوم شریعت و طریقت ہیں اور صاحب تصانیف عالم دین ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں ''طوالع شموس'' بہت ہی مشہور اور معرکۃ الاراء کتاب ہے لیکن اپنی اس جلالت شان کے باوجود آپ کی طبیعت بہت ہی ظریفانہ تھی اور کبھی کبھی احباب سے خوش طبعی اور مزاح بھی فرما لیا کرتے تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک دن آپ اور شیخ برہان الدین اور قاضی کبیر جو اپنے زمانے کے مشاہیر میں سے تھے۔ گھوڑوں پر سوار ہو کر جا رہے تھے جس گھوڑے پر قاضی حمید الدین سوار تھے وہ بہت چھوٹا تھا اور اپنے ساتھیوں کے گھوڑوں کی برابری نہ کر سکتا تھا۔ قاضی کبیر نے کہا کہ تمہارا گھوڑا بہت صغیر ہے۔ قاضی حمید الدین نے مزاح فرماتے ہوئے فوراً برجستہ جواب دیا کہ ''مگر کبیر سے بہتر ہے۔'' اس جملہ سے قاضی کبیر جھینپ گئے۔ رحمۃ اللہ علیہم (اخبار الاخیار ص ۲۳۱)

www.waseemziyai.com

شاید کوئی رسی ٹوٹ گئی

یزید بن مزید بہت ہی صاحب علم اور نہایت ہی سخی امیر تھا۔ ایک دن اس کے دستر خوان پر ایک بدوی آ کر بیٹھ گیا۔ یزید بن مزید نے حاضرین دستر خوان سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے بھائی کے لئے جگہ کشادہ کر دو۔ بدوی نے کہا کہ کوئی ضرورت نہیں ہے اور اپنے دونوں ہاتھوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میرے خیمہ کی رسیاں بہت لمبی ہیں۔ میں دور ہی سے لپک لپک کر کھاتا رہوں گا۔ چنانچہ جب کھانا دستر خوان پر رکھ دیا گیا اور بدوی نے ہاتھ بڑھا کر لقمہ اٹھانا چاہا تو اتفاقاً زور سے اس کی ریاح خارج ہوگئی تو یزید بن مزید نے فوراً ہی کہا کہ اے اعرابی بھائی! دیکھو شاید تمہارے خیمہ کی کوئی رسی ٹوٹ گئی ہے۔

(مستطرف ج ۲ ص ۲۳۴)

مجنون طاق اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

ایک مرتبہ مجنون طاق بالکل مادر زاد برہنہ ہو کر حمام میں غسل کر رہا تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہ جب حمام میں داخل ہوئے تو مجنون طاق کو بالکل ننگا دیکھ کر حیا سے اپنی آنکھیں بند فرمالیں تو مجنوں طاق نے آپ سے مذاق کرتے ہوئے کہا کہ اے ابوحنیفہ! تم کو خدا نے اندھا کر دیا تو آپ نے بھی مزاح فرماتے ہوئے جواب دیا کہ جب سے خدا نے تمہارا پردہ چاک کر دیا۔ (مستطرف ج ۱ ص ۵۹)

دو قبرستانوں کے درمیان

ایک واعظ جو بہت ہی خوش طبع اور حاضر جواب تھے۔ لوگوں نے ان سے تفریحاً یہ سوال کیا کہ اگر کوئی نصرانی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہ پڑھے اور مر جائے تو اس کو نصرانیوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے یا مسلمانوں کے قبرستان میں؟ تو خوش مزاج واعظ نے تفریحاً برجستہ یہ جواب دیا کہ اس کو دونوں قبرستانوں کے درمیان میں دفن کرنا چاہئے تاکہ قبر میں بھی یہ شخص مذبذب ہی رہے۔ نہ ادھر کا رہے نہ ادھر کا۔

(مستطرف ج ۲ ص ۲۴۶)

www.waseemziyai.com

چھت سجدہ نہ کرے

ایک عالم جو فقیہ تھے ایک کرایہ کے مکان میں رہنے لگے۔ مکان کی چھت بہت بوسیدہ اور کمزور ہوگئی تھی اور ہر وقت کڑیوں سے چڑ چڑانے کی آواز آتی رہتی تھی۔ جب مالک مکان کرایہ لینے کے لئے آیا تو فقیہ صاحب نے فرمایا کہ تم پہلے اس مکان کی چھت درست کراؤ۔ اس میں سے ہر وقت چڑ چڑ کی آواز آتی رہتی ہے۔ مالک مکان نے کہا کہ حضرت! آپ بالکل نہ ڈریں۔ اس مکان کی چھت باری تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی رہتی ہے۔ فقیہ صاحب جو بہت ہی زندہ دل اور تفریح پسند تھے فوراً بول اٹھے کہ تسبیح میں تو خیر کوئی مضائقہ نہیں مگر کہیں تسبیح پڑھتے پڑھتے اس پر رقت طاری ہو جائے اور وہ سجدہ میں چلی جائے تو پھر کیا ہوگا۔ (مستطرف ج ۲ ص ۲۳۸)

ہاتھ باندھ کر روزہ رکھ

ایک شخص ایک فقیہ عالم کے پاس فتویٰ لینے کے لئے آیا اور کہا کہ میں نے روزہ رکھا تھا پھر روزہ توڑ دیا۔ فقیہ نے فتویٰ دیا کہ تم اس روزہ کی قضا رکھو۔ اس نے کہا کہ جی میں نے قضا کا روزہ رکھا لیکن گھر والوں کے پاس گیا تو ایک لذیذ کھانا ''مامونیہ'' پکا ہوا رکھا تھا۔ بے اختیار میرا ہاتھ اس کھانے کی طرف بڑھ گیا اور میں نے کھا لیا۔ فقیہ صاحب نے فرمایا کہ دوسرے دن قضا رکھ لو۔ اس نے کہا کہ حضور میں نے دوسرے دن روزہ رکھا مگر جب گھر میں گیا تو لذیذ قسم کا حلوہ ''ہریسہ'' تیار کر کے رکھا ہوا تھا۔ پھر میرا ہاتھ اس پر پہنچ گیا اور میں نے اس میں سے کھا لیا۔ فقیہ صاحب ذرا ظریف مزاج کے تھے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ اب تمہارے بارے میں یہ فتویٰ ہے کہ تم اپنا ہاتھ اپنی گردن میں باندھ کر روزہ رکھا کرو تاکہ تمہارا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھنے نہ پائے۔ (مستطرف ج ۲ ص ۲۳۸)

ایک دلچسپ فتویٰ

ایک مسخرے نے کسی حاضر جواب اور خوش طبع مفتی سے یہ سوال کیا کہ نماز جنازہ عموماً میدانوں میں ہوا کرتی ہے تو اگر نماز جنازہ میں سجدہ سہو کرتے وقت کانٹا پیشانی میں چبھ

www.waseemziyai.com

جائے تو نماز کی حالت میں کس طرح اس کو نکالنا چاہئے؟ مفتی صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ اس مسئلہ میں میرا فتویٰ ہے کہ اس کانٹے کو ہاتھ سے ہرگز ہرگز نہ نکالے بلکہ بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے اس طرح آہستگی سے نکال لے کہ پیشانی زمین سے اٹھنے نہ پائے ورنہ سجدہ سہو مکروہ ہو جائے گا۔ یہ اور بات ہے کہ اس طرح کانٹا نکالنے میں شاید دوبارہ وضو کی حاجت پڑ جائے۔

معن بن زائدہ کی تفریح

عباسی حکومت کا عراقی گورنر معن بن زائدہ جو اپنے فضل وکمال کے ساتھ ساتھ سخاوت میں بھی حاتم وقت تھا بہت ہی خوش طبع اور ظریفانہ مزاج کا آدمی تھا۔ یہ ایک دفعہ شکار میں اپنے لشکر اور مصاحبین سے بچھڑ کر بہت دور نکل گیا اور ایک ہرنی کا شکار کر کے کھڑا تھا کہ ناگہاں سامنے سے ایک بوڑھا دیہاتی آدمی اپنے گدھے پر سوار ہو کر گزرنے لگا۔ معن بن زائدہ نے آگے بڑھ کر بڈھے کا استقبال کیا اور سلام کے بعد پوچھا کہ بڑے میاں کہاں سے آرہے ہو اور کہاں جارہے ہو؟ بڈھے نے جواب دیا کہ میں ایسی زمین سے آرہا ہوں جو بیس برس سے قحط وخشک سالی کا شکار رہی ہے۔ امسال بیس برسوں کے بعد بارش ہوئی تو میں نے ککڑی کی کاشت کی۔ اور قبل از وقت بہت ہی عمدہ اور نفیس ککڑیاں پیدا ہوگئیں ہیں تو میں چن چن کر بہت ہی اچھی اچھی ککڑیاں معن بن زائدہ کے دربار میں تحفہ پیش کرنے کے لئے لے جارہا ہوں۔ غریب بڈھے کو خبر نہیں تھی کہ وہ معن بن زائدہ ہی سے بات کر رہا ہے۔ بڈھے نے یہ بھی کہا کہ معن بن زائدہ بہت سخی اور غریب پرور انسان ہے اس لئے اس کے دربار میں تحفہ لے کر جارہا ہوں شاید وہ مجھ پر بھی کچھ احسان فرمائے اور اپنی سخاوت وبخشش سے مجھے بھی کچھ نواز دے۔ معن بن زائدہ نے بڈھے سے پوچھا کہ اچھا بتاؤ کہ تمہیں کتنی رقم ملنے کی امید ہے؟ بڈھے نے کہا کہ ایک ہزار دینار۔ معن بن زائدہ نے کہا کہ اگر امیر نے یہ کہہ دیا کہ اتنی رقم تو بہت زیادہ ہے تو تم کیا کہو گے؟ بڈھے نے کہا کہ پھر میں پانچ سو دینار پر راضی ہو جاؤں گا۔ معن نے کہا کہ اگر پانچ سو دینار کو بھی امیر نے بہت زیادہ کہہ کر نہ دیا تو پھر کیا ہوگا؟ بڈھا بولا کہ تو پھر میں تین سو دینار

www.waseemziyai.com

ہی پر قناعت کرلوں گا۔ معن نے کہا کہ اگر امیر نے اس رقم کو بھی زیادہ کہہ کر نامنظور کر دیا تو اس وقت تمہارا کیا رویہ ہوگا؟ بڈھا کہنے لگا کہ اجی پھر میں پچاس ہی دینار قبول کرلوں گا۔ معن نے کہا اگر امیر نے اتنی رقم دینے سے بھی انکار کر دیا تو پھر تم اس سے کیا کہو گے؟ بڈھے نے کہا کہ پھر میں تیس دینار ہی مانگ لوں گا اور اس سے کم پر کسی طرح میں راضی نہیں ہوں گا۔ معن کہنے لگا کہ اور اگر امیر نے یہ کہہ دیا کہ تیس دینار بھی بہت زیادہ ہیں تو اس وقت تم کیا کرو گے؟ یہ سن کر بڈھا مارے غصہ کے جل بھن گیا اور بولا کہ پھر میں اپنے گدھے کا پاؤں معن بن زائدہ کی ماں کے پیٹ پر رکھ کر نا کام و نامراد اپنے گھر چلا آؤں گا اور کیا کروں گا؟ معن بن زائدہ بڈھے کی یہ جلی کٹی بات سن کر خوب خوب ہنسا اور اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر بہت جلد اپنے گورنمنٹ ہاؤس میں پہنچ گیا اور اپنے دربانوں کو حکم دے دیا کہ ایک بڈھا لکڑیاں لے کر گدھے پر سوار آئے گا اس کو فوراً ہی دربار میں باریاب کر دینا چنانچہ جب بڈھا گورنر کے محل میں داخل ہوا اور دیکھا کہ گورنر پرشکوہ لباس فاخرہ پہنے ہوئے بڑے کروفر کے ساتھ اپنے تخت پر بیٹھا ہے اور خدم وحشم دست بستہ اردگرد کھڑے ہیں۔ بڈھے نے معن بن زائدہ کو بالکل نہیں پہچانا۔ مؤدبانہ سلام کر کے لکڑیوں کا تحفہ پیش کر دیا اور کھڑا ہو گیا۔ معن بن زائدہ نے پوچھا کہ کیوں اعرابی بھائی! کس لئے آئے ہو؟ بڈھے نے اپنی زمین کی خشک سالی اور قحط کا قصہ سنایا۔ معن نے دریافت کیا کہ تم ہمارے دربار سے کتنی رقم پانے کی امید لے کر آئے ہو؟

بڈھا ''میں تو یہ امید لے کر آیا ہوں کہ امیر کے سخی دربار سے مجھے ایک ہزار دینار ملیں گے۔''

معن ''نہیں، نہیں یہ رقم بہت زیادہ ہے۔ اتنی بڑی رقم تمہیں نہیں مل سکتی!''

بڈھا ''اچھا صاحب! تو پھر پانچ سو دینار ہی دلوا دیجئے''

معن ''نہیں جی! یہ بھی بہت زیادہ ہے۔''

بڈھا ''اچھا تو تین سو دینار ہی دلوا دیجئے!''

معن ''نہیں یہ رقم بھی بہت زیادہ ہی ہے۔''

بڈھا ''تو ایک ہی سو دینار کے لئے حکم فرما دیجئے۔''

www.waseemziyai.com

معن "یہ رقم بھی کثیر رقم ہے۔تم کو اتنا بھی نہیں مل سکتا!"

بڈھا "اگر آپ سو دینار کو بہت بڑی رقم سمجھتے ہیں تو مجھے پچاس دینار ہی عنایت فرما دیجئے۔"

معن "یہ رقم بھی زیادہ ہے۔"

بڈھا "اچھا صاحب! تو پھر آپ مجھے تیس ہی دینار دے دیجئے۔مگر اب اس سے کم پر ہرگز ہرگز کبھی بھی راضی نہیں ہو سکتا! بڈھے کی آواز قدرے بلند ہو گئی۔

معن بن زائدہ بڈھے کے ان گرم گرم جملوں کو یاد کر کے ہنسنے لگا جو اس نے غصہ میں بھر کر جنگل میں کہہ دیا تھا۔معن کے ہنستے ہی بڈھے نے پہچان لیا کہ امیر وہی شخص ہے جس سے جنگل میں بات چیت ہو چکی ہے۔ چنانچہ بڈھے نے کہا کہ امیر! آپ فوراً تیس دینار مجھے دلا دیجئے ورنہ گدھا باہر باندھا ہے اور میں معن زائدہ کے محل میں کھڑا ہوں۔ یہ سنتے ہی معن بن زائدہ اپنی ہنسی نہ روک سکا اور ہنستے ہنستے تخت پر چت لیٹ گیا اور اپنے وکیل کو بلا کر حکم دیا کہ اس بڈھے کو پہلے ایک ہزار دینار عطا کرو' پھر اس کے بعد پانچ سو دو۔ پھر اس کے بعد تین سو دو' پھر ایک سو' پھر پچاس' پھر تیس دینار دے کر اس کو رخصت کرو۔ بڈھا انعام واکرام سے مالا مال ہو کر دربار سے امیر کو سلام کر کے رخصت ہوا اور دعائیں دیتا ہوا گھر چلا گیا۔ (مستطرف ج ۲ ص ۲۳۷)

ایک طفیلی کا ذوق

ایک طفیلی جو بغیر بلائے ہی ہر دعوت میں شریک طعام ہو جایا کرتا تھا۔لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ قرآن شریف کی کون سی سورہ تم کو زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ "سورۂ مائدہ" (دستر خوان) پھر کہا گیا کہ کون سی آیت پسند ہے؟ تو اس نے کہا کہ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا (ان کو چھوڑ دو یہ کھائیں اور نفع اٹھائیں) لوگوں نے پوچھا کہ اچھا اس کے بعد کون سی آیت زیادہ پسند ہے؟ تو اس نے کہا کہ اٰتِنَا غَدَآءَنَا (لاؤ ہمارے پاس ہمارا دن کا کھانا) لوگوں نے کہا پھر اس کے بعد؟ تو کہنے لگا کہ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ (داخل ہو جاؤ اس گھر میں سلامتی اور بے خوفی کے ساتھ) لوگوں نے کہا کہ پھر اس کے بعد؟ تو بولا

وَمَاھُمْ مِّنْھَا بِمُخْرَجِیْنَ ۔(وہ لوگ اس گھر میں سے نکالے نہیں جائیں گے)

(مستطرف ج ۲ص ۲۴۷)

جھوٹے مدعیان نبوت کے لطائف

(۱) سلفی نے ''طیوریات'' میں حفص مدائنی سے نقل کیا ہے کہ خلیفۂ بغداد مامون رشید کے دربار میں ایک حبشی کو پکڑ کر لایا گیا۔ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا کہ میں موسیٰ بن عمران ہوں۔ خلیفہ نے اس سے کہا کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا تو یہ معجزہ تھا کہ وہ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے تھے تو وہ ہاتھ روشن ہو کر چمکتا تھا۔ اگر تم موسیٰ بن عمران ہو تو مجھے یہ معجزہ دکھلاؤ؟ خلیفہ کا سوال سن کر حبشی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضاء (روشن ہاتھ) کا یہ معجزہ اس لیے عطا کیا گیا تھا کہ ان کے زمانے کا بادشاہ فرعون اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کہہ کر خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ آپ میرے زمانے کے بادشاہ ہیں۔ آپ بھی فرعون کی طرح خدائی کا دعویٰ کریں تو میں بھی یہ معجزہ دکھادوں گا۔ جب تک آپ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی نہیں کہیں گے۔ میرا ہاتھ روشن ہو کر نہیں چمکے گا۔ حبشی کی یہ گفتگو سن کر خلیفہ اور حاضرین ہنس پڑے۔ (تاریخ الخلفاء ۲۲۶)

(۲) خلیفۂ بغداد ہارون رشید کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ جب یہ گرفتار کر کے دربار شاہی میں لایا گیا۔ تو خلیفہ نے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں ''نبی'' ہوں۔ خلیفہ نے فرمایا کہ ہر نبی کوئی نہ کوئی معجزہ ضرور دکھلاتا ہے۔ تم اگر نبی ہو تو میرے ان بے داڑھی مونچھ کے نوجوان غلاموں کو فوراً داڑھی مونچھ والا بنا دو۔ مدعی نبوت نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! یہ میرے لیے حلال نہیں ہے کہ بغیر داڑھی مونچھ کے ان خوبصورت چہروں پر داڑھی مونچھ اگا کر ان کو بدصورت بنا ڈالوں۔ ہاں یہ معجزہ ضرور دکھلا سکتا ہوں کہ اگر آپ کہیں تو میں ان داڑھی مونچھ والوں کو فوراً بے داڑھی مونچھ والا بنا دوں۔ مدعی نبوت کا جواب سن کر خلیفہ ہارون رشید ہنس پڑا اور حاضرین بھی خوب خوب ہنسے۔ (مستطرف ص ۲۴۳)

(۳) خلیفہ بغداد مامون رشید کے دربار میں ایک مدعی نبوت پیش کیا گیا تو خلیفہ نے اس کو حکم دیا کہ اگر تم نبی ہو تو کوئی معجزہ دکھلاؤ؟ مدعی نبوت نے کہا کہ میرا یہ معجزہ ہے کہ کنکری کو میں پانی میں ڈال دوں تو وہ پگھل کر پانی بن جائے گی۔ چنانچہ اس نے اپنی جیب سے ایک کنکری نکالی اور پانی میں ڈالا۔ تو وہ پگھل کر پانی ہوگئی۔ خلیفہ نے کہا کہ یہ تمہاری کیمیا گری ہے۔ میں تمہیں اپنے پاس سے ایک کنکری دیتا ہوں۔ اگر اس کو تم پانی میں ڈال کر پانی بنا دو۔ تو میں سمجھوں گا کہ یہ تمہارا معجزہ ہے۔ مدعی نبوت نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ فرعون سے بڑے نہیں ہیں۔ اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر نہیں ہوں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو سانپ بنا کر اپنا معجزہ دکھلایا تو فرعون نے تو یہ نہیں کہا تھا کہ اے موسیٰ! تمہارا عصا سانپ بن گیا۔ یہ تمہاری حیلہ سازی ہے۔ میرے عصا کو سانپ بنا کر دکھلاؤ جب میں تمہارا معجزہ تسلیم کروں گا۔ مدعی نبوت کی اس بات کو سن کر خلیفہ اور حاضرین دربار کو ہنسی آ گئی۔

(۴) خلیفہ معتصم کے دربار میں بھی ایک جھوٹے نبی کو پیش کیا گیا۔ تو خلیفہ نے اس کے دعویٰ کو سن کر مارے غصہ کے تڑپ کر کہا کہ تم احمق اور بے وقوف ہو۔ خلیفہ کی ڈانٹ سن کر جھوٹے نبی نے یہ جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ خفا نہ ہوں ''اِنَّمَا یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمٍ مِّثْلِهِمْ'' یعنی یہ تو مسلمہ نظریہ اور مشہور قول ہے کہ جیسی قوم ہوتی ہے ویسا ہی نبی اس قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ چونکہ آپ اور آپ کی ساری قوم احمق اور بے وقوف ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھ احمق اور بے وقوف کو آپ لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیج دیا ہے۔ یہ سن کر معتصم باوجود غصہ ور ہونے کے بڑے زور سے ہنسا اور درباری لوگ بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکے۔

(۵) خلیفہ مامون رشید کے دربار میں ایک نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو حاضر کیا گیا۔ خلیفہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ خلیفہ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا تو یہ معجزہ تھا کہ وہ آگ میں ڈالے گئے تو آگ ٹھنڈی ہو کر ان کے لیے سلامتی کا سامان بن گئی۔ ہم تم کو بھی آگ میں ڈلوائے دیتے ہیں۔ اگر تم

www.waseemziyai.com

آگ میں سے زندہ وسلامت نکل آئے تو میں تم پر ایمان لے آؤں گا۔ مدعی نبوت نے کہا کہ اتنا بڑا معجزہ تو نہیں۔ مگر کوئی چھوٹا معجزہ طلب کیجیے تو میں دکھلا دوں گا خلیفہ نے کہا کہ اچھا تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دکھلا دو کہ عصا سانپ بن جائے۔ اور تمہارے عصا مار دینے سے دریا پھٹ جائے۔ اور ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالنے سے ہاتھ روشن ہو کر چمکنے لگے۔ مدعی نبوت نے کہا کہ یہ معجزات تو اور بھی زیادہ بڑے اور مشکل ہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ اچھا تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کا کوئی معجزہ دکھا دو؟ مدعی نبوت نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کون سا معجزہ دکھاؤں؟ خلیفہ نے کہا کہ مردہ زندہ کردو۔ مدعی نبوت نے کہا کہ بہت اچھا یہ مجھے منظور ہے آپ قاضی القضاۃ قاضی یحییٰ بن اکثم کو قتل کرا دیجیے۔ میں ان کو زندہ کردوں گا۔ خلیفہ نے دربار میں قاضی یحییٰ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ کیوں قاضی صاحب! کیا آپ یہ معجزہ دیکھنے کے لیے تیار ہیں؟ قاضی یحییٰ نے برجستہ کہا کہ امیر المؤمنین! میں تو بلا معجزہ دیکھے ہوئے اس کی (جھوٹی) نبوت پر ایمان لا چکا ہوں۔ جس کو شک ہو وہ یہ معجزہ دیکھے۔ مجھے معجزہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر سب ہنس پڑے۔

(۶) ایک نبوت کے مدعی کو مامون رشید کے دربار میں لایا گیا۔ تو مامون نے پوچھا کہ تمہاری نبوت کی کون سی نشانی ہے؟ تو اس نے کہا کہ میری نبوت کی نشانی یہ ہے کہ اے امیر المؤمنین! میں آپ کے دل کی بات جانتا ہوں۔ مامون رشید نے ڈانٹ کر دریافت کیا کہ بتاؤ کون سی بات میرے دل میں ہے؟ تو مدعی نبوت نے کہا کہ آپ کے دل میں یہی ہے کہ میں جھوٹا ہوں۔ مامون رشید نے کہا کہ ٹھیک ہے واقعی تو میرے نزدیک جھوٹا ہی ہے۔ پھر مامون رشید نے اس کذاب کو جیل خانہ میں قید کر دیا۔ اور چند دنوں کے بعد قید خانہ سے نکال کر اس سے پوچھا کہ قید کے درمیان تجھ پر کوئی وحی اتری ہے؟ اس نے کہا کہ جی نہیں۔ مامون رشید نے کہا کہ ایسا کیوں ہوا؟ تجھ پر وحی کا سلسلہ کیوں بند ہو گیا؟ اس نے کہا کہ اس لیے کہ فرشتے جیل خانہ میں نہیں داخل ہوا کرتے۔ یہ جواب سن کر مامون رشید اور اہل دربار ہنس پڑے۔

(۷) خلیفہ بغداد متوکل باللہ کے دربار میں ایک عورت گرفتار کر کے لائی گئی جس نے

www.waseemziyai.com

نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ خلیفہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نبی ہو؟ عورت نے کہا کہ جی ہاں! خلیفہ نے فرمایا کہ کیا حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر تیرا ایمان ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں! میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر ایمان رکھتی ہوں۔ خلیفہ نے کہا کہ کیا تجھے یہ نہیں معلوم ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ'' یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ عورت نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس پر میرا ایمان ہے۔ مگر کیا حضور اقدس ﷺ نے کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ لَا نَبِیَّةَ بَعْدِیْ کہ میرے بعد کوئی عورت نبی نہیں ہوگی۔ یہ سن کر خلیفہ اور حاضرین کو ہنسی آ گئی اور خلیفہ نے اس عورت کو دربار سے نکلوا دیا۔

چار حرف

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز اپنے علمی و عملی کمالات اور شریعت و طریقت دونوں سمندروں کے مجمع البحرین و جامع الفریقین ہونے کے باوجود ہی شگفتہ مزاج و خوش طبع تھے۔ اپنی تحریروں اور مجلسی گفتگو میں کبھی کبھی مزاح لطیف خصوصاً ادبی لطائف بڑی ہی صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ بیان فرمادیا کرتے تھے۔

کسی آریہ نے اپنے مذہب کے متعلق ایک کتاب لکھی اور اس کا نام ''آریہ دھرم پرچار'' رکھا اور اس نے کتاب کا ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت ممدوح نے اس کتاب کا مطالعہ فرما کر جگہ جگہ حاشیہ پر اس کا رد تحریر فرما دیا۔ اور ٹائیٹل پر کتاب کے نام کے آگے اتنی ہی جلی قلم اور سیاہ روشنائی سے ''پرچار'' کے بعد ''حرف'' بڑھا دیا۔ تو کتاب کا نام اب یہ ہو گیا ''آریہ دھرم پرچار حرف'' چار حرف یعنی ''لعنت'' ل۔ع۔ن۔ت۔

تاریخ گوئی کا لطیفہ

اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز تمام علوم و فنون کے جامع تھے۔ شاید ہی علوم و فنون مدونہ میں سے کوئی علم و فن ایسا ہو جس میں آپ کو کمالِ مہارت حاصل نہ ہو۔ اور جس میں آپ کی کوئی نہ کوئی تصنیف نہ ہو چنانچہ فنِ تاریخ گوئی میں بھی آپ کو ایسا کمال حاصل تھا

www.waseemziyai.com

کہ علماء سلف وخلف میں مشکل ہی سے اس کی مثال ملے گی۔

اس فن میں بھی کبھی کبھی آپ کی خوش طبعی اور مزاح لطیف کی جھلک نظر آتی ہے۔ چنانچہ ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ایک صاحب نے امام باڑہ بنایا ہے وہ چاہتے ہیں کہ کوئی تاریخی نام ہو تو دروازہ پر اس کا کتبہ لگا دیا جائے۔ حضرت ممدوح نے فوراً ہی ارشاد فرمایا۔ ان سے کہئے بدر رفض ۱۲۸۶ھ نام رکھیں۔ اس جواب کو سن کر انہوں نے کہا کہ امام باڑہ گذشتہ ہی سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ حضور کوئی دوسرا نام فرمائیں گے جس میں ''رفض'' کا لفظ نہ ہو۔ حضور نے فوراً ہی فرمایا تو ''دار رفض ۱۲۸۵ھ'' نام رکھیں یہ سن کر وہ بہت جیپ ہوئے۔ پھر عرض کیا کہ اس کی بنیاد ۱۲۸۴ھ میں ڈالی گئی تھی۔ اس لیے اسی سنہ کا نام مناسب رہے گا۔ ارشاد فرمایا تو درر فض ۱۲۸۴ھ نام رکھیں۔

اپنی دفعہ مجبوری تھی

اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے پوتے حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ختنہ کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی گئی تھی۔ اعزہ و اقرباء اور شہر کے روساء و عام و خاص سب اس تقریب میں شریک تھے۔ جس مکان میں ختنہ ہونے والا تھا سب کو وہاں چلنے کے لیے کہا گیا۔ یہ سب لوگ روانہ ہوئے تو کسی نے حضور سے بھی تشریف لے چلنے کے لیے عرض کیا۔ اس وقت بڑی سادگی کے ساتھ یہ ارشاد فرمایا کہ ''میں تو اس موقع پر کبھی جاتا نہیں ہوں'' پنی دفعہ مجبوری تھی۔''

تبصرہ: ملاحظہ فرمایئے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں اور گفتگو نے مزاح لطیف میں کتنی شستہ اور مہذبانہ طرز ادا اور کتنی پاکیزگی ہے؟ پھر مزاح کے اندر بھی علمی وادبی لطائف کی جھلک سونے پر سہاگہ کا کام کر رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی ہستی علوم و معارف کا ایک ایسا سمندر ہے۔ جس کی وسعت اور گہرائیوں کا اندازہ لگانا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کو اور آپ کے کمالات کو خداوند قدوس کے فضل عظیم کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کیا خوب فرمایا کسی شاعر عرب نے کہ۔

www.waseemziyai.com

وَلَيْسَ عَلَى اللهِ بِمُسْتَنْكَرٍ اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِي الْوَاحِدِ

یعنی خداوند تعالیٰ کی قدرت کے لئے یہ کوئی قابل انکار بات نہیں ہے کہ وہ ساری دنیا کے کمالات کسی ایک ہی آدمی میں جمع فرمادے۔ سبحان اللہ! سچ فرمایا حضرت شہیدی نے کہ

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی؟ اگر تو کسی قابل ہوتا

قاضی اور فریق

حکومت مصر کی کچہریوں میں دو الگ الگ عہدے ہیں۔ ایک قاضی کا عہدہ اور ایک فریق کا عہدہ۔ مصر میں ایک عالم حافظ عبدالعزیز بشری بڑے تفریح پسند اور حاضر جواب تھے۔ اتفاق سے حکومت نے ان کو قاضی بنادیا۔ شہر کے لوگ ان کو مبارکباد دینے کے لئے آئے۔ مبارک باد دینے والوں میں ان کے ایک دوست بھی تھے۔ جو فریق کے عہدے پر تھے اور یہ بھی بڑے ہی مزاح پسند تھے۔ آتے ہی بول پڑے کہ حافظ صاحب قاضی کا عہدہ مبارک ہو۔ لیکن یہ تو بتائیے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قاضی دو قسم کے ہوتے ہیں قَاضٍ فِي الْجَنَّةِ وَقَاضٍ فِي النَّارِ ایک قاضی جو عادل ہو جنت میں جائے گا اور ایک قاضی جو ظالم ہو جہنم میں جائے گا۔ تو آپ کون سے قاضی ہیں؟ یہ سن کر حافظ عبدالعزیز بشری نے برجستہ جواب دیا کہ یہ حدیث تو مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے لیکن قرآن مجید کی یہ آیت مجھے خوب یاد ہے کہ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ (الشوریٰ ۷) یعنی ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں ہوگا تو آپ برائے مہربانی بتائیے کہ آپ کون سے فریق ہیں؟ یہ سن کر فریق صاحب ایسے سٹپٹائے کہ کوئی جواب نہیں بن پڑا اور ساری مجلس ہنستے ہنستے کشت زعفران بن گئی۔ (رسالہ کل شیء والدنیا' مصر)

بندوق علی

حضرت مولانا سید محمد جلیل صاحب قبلہ چشتی امروہوی رحمۃ اللہ علیہ جو بلاشبہ دور حاضر میں علماءِ سلف کا نمونہ تھے۔ بہت ہی خوش مزاج و تفریح پسند عالم دین تھے اور مجھ فقیر سے بہت

www.waseemziyai.com

ہی مانوس اور بے تکلف تھے۔ اکثر لطائف وظرائف سنا دیا کرتے تھے۔ ایک مجلس میں قافیہ بندی کا ذکر چھڑ گیا تو ارشاد فرمایا کہ ہمارے یوپی کے ایک مولانا صاحب ریاست حیدرآباد کے کسی گاؤں میں وارد ہوئے تو دیکھا کہ ایک جگہ بہت سے لوگ فرش پر خاموش بیٹھے ہوئے ہیں اور شیرینی کے طباق وسط میں رکھے ہوئے ہیں۔ مولانا صاحب بھی فرش پر بیٹھ گئے۔ بہت دیر تک منتظر رہے مگر سب لوگوں کو خاموش ہی پایا اور ان کو اجتماع کا مقصد نہیں معلوم ہوا۔ تو مجبور ہوکر خود مولانا ہی نے اس طلسم خاموشی کو توڑا اور فرمایا کہ حضرات! للہ مجھے یہ بتائیے کہ آپ لوگ یہاں کیوں مجتمع ہوکر خاموش بیٹھے ہوئے ہیں؟ اور یہ شیرینی کیسی اور کیوں رکھی ہوئی ہے؟ یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ غالباً آپ پردیسی معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جی ہاں۔ میں یوپی کا باشندہ ہوں تو لوگوں نے بتایا کہ قبلہ! یہ رسم تسمیہ خوانی کی مجلس ہے۔ ایک بچے کا نام رکھنے کے لئے برادری کے لوگ جمع ہوئے ہیں۔ نام رکھ لینے کے بعد یہ شیرینی تقسیم ہوگی۔ مولانا نے فرمایا کہ ارے بھائی! تو پھر لوگ نام رکھتے کیوں نہیں گھنٹوں سے بیٹھے سوچ کیا رہے ہیں؟ چودھری نے کہا کہ جناب من! اس بچے کا نام رکھنے میں بڑی دشواری نظر آرہی ہے۔ مولانا نے فرمایا دشواری کیسی؟ حاضرین نے کہا کہ صاحب یہاں کا رواج یہ ہے کہ بچے کا نام باپ اور دادا کے نام کے وزن پر رکھا جاتا ہے اور ایسا نام منتخب کیا جاتا ہے جو بالکل ہی نیا ہو۔ مولانا نے دریافت کیا کہ اس بچے کے باپ کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ''معشوق علی'' مولانا نے کہا کہ پھر اس بچے کا نام ''فاروق علی'' رکھ دیجئے۔ وزن وقافیہ بالکل برابر ہے لوگ ہنس کر بولے کہ جناب یہ تو بچے کے دادا کا نام ہے۔ کوئی اس کے ہم وزن دوسرا نام تجویز فرمائیے۔ اب مولانا کا بھی قافیہ تنگ ہوگیا۔ باربار معشوق علی، فاروق علی کی تکرار ذہن میں کرتے اور ہم وزن سوچتے رہے مگر اس کے ہم وزن کوئی نام ذہن میں آتا ہی نہیں تھا۔ مولانا بھی تھوڑی دیر خاموش رہے پھر ارشاد فرمایا کہ حضرات! ایک نام میرے ذہن میں آیا ہے جو بالکل ہی باپ اور دادا کے نام کے وزن پر ہے اور نیا تو اتنا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں شاید ہی آج تک یہ نام کسی کا رکھا گیا ہو۔ لوگوں نے کمال اشتیاق سے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور سب یک زبان ہوکر بول اٹھے کہ حضور ضرور ارشاد فرمائیے کہ وہ کون سا نام ہے؟ تو مولانا نے

www.waseemziyai.com

فرمایا کہ سنیے۔ باپ کا نام ''معشوق علی'' اور دادا کا نام ''فاروق علی'' ہے۔ اس لئے اس بچے کا نام ''بندوق علی'' رکھ دیا جائے۔ وزن بالکل برابر ہے اور نام بالکل ہی نیا ہے۔ یہ سن کر حاضرین بگڑ کر بولے کہ کیا آپ مذاق کر رہے ہیں؟ آپ کو شرم نہیں آتی کہ آپ مولانا ہو کر ایسی سنجیدہ مجلس میں یہ مسخرا پن دکھا رہے ہیں۔ مولانا نے بھی بلند آواز سے فرمایا کہ اماں مذاق کرنے والے کی ایسی کی تیسی۔ اس میں تمسخر اور مذاق کی کیا بات ہے؟ کیا ''شمشیر علی'' نام نہیں رکھا جاتا؟ کیا ''تیغ علی'' نام نہیں ہوتا؟ تو جب علی کی شمشیر اور علی کی تلوار و تیغ ہو سکتی ہے تو اگر علی کی بندوق ہو جائے تو اس میں کون سا کفر ہو جائے گا؟ جس طرح علی کی تلوار ہو سکتی ہے اسی طرح علی کی بندوق بھی ہو سکتی ہے۔ میں عالم و مفتی ہوں میں فتویٰ دیتا ہوں کہ بندوق علی نام رکھنے میں ہرگز ہرگز شرعاً نہ کوئی کفر و شرک ہے نہ کوئی بدعت' نہ یہ حرام ہے نہ مکروہ تحریمی نہ مکروہ تنزیہی۔ یقیناً یہ نام جائز و مباح ہے۔ بہر کیف مولانا نے اپنی عالمانہ تقریر کی ہیبت سے سب کو خاموش کر دیا اور سب لوگوں نے بالاتفاق بچے کا نام ''بندوق علی'' رکھ دیا اور مٹھائی تقسیم ہوگئی۔ پھر مولانا نے کہا کہ حضرات! ایک نام اس کے وزن پر اور بھی میرے خیال میں آ گیا ہے۔ اس کو آپ لوگ نوٹ کر لیں تاکہ آئندہ بھی اگر کبھی ایسا حادثہ پیش آئے تو یہ نام آپ کے کام آ جائے گا۔ مثل مشہور ہے کہ

داشتہ آید بکار گرچہ باشد سر مار

لوگوں نے بڑے شوق سے پوچھا تو مولانا نے ارشاد فرمایا کہ ''صندوق علی'' دیکھ لیجئے۔ وزن و قافیہ بالکل برابر ہے اور نام بھی نیا ہے۔ لوگوں نے خوش ہو کر مولانا کا شکریہ ادا کیا اور سب ان کی تلاشِ قافیہ اور ذہانت طبع کی داد دینے لگے۔

اصحابِ فیل کا ثانی

امام منطق حضرت علامہ عبدالحق خیر آبادی بہت ہی زندہ دل' خوش طبع اور نہایت ہی باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے۔ جن دنوں آپ نواب کلب علی خاں والیٔ رام پور کے وظیفہ یاب اور مصاحبین خاص میں شامل تھے۔ نواب صاحب مرحوم نے انہیں دنوں میں حج و زیارات کا عزم فرمالیا اور انہوں نے اپنے مصاحبوں سے مشورہ کیا کہ میں اہل حرمین

www.waseemziyai.com

شریفین کے لئے ایسا کون سا تحفہ لے جاؤں جو میرے سوا اور کوئی نہ لے گیا ہو۔ تو سب مصاحبین نے یہ کہا کہ حضور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہاتھی نہیں پایا جاتا۔ اس لئے اہل حرمین شریفین کے لئے یہ بہت ہی نادر و نایاب تحفہ ہوگا کہ آپ اپنے فیل خانہ سے ایک نہایت عمدہ اور اچھا ہاتھی لے کر حرمین شریفین لے جائیں اور اہل حرمین کی خدمت میں اس کو بطور تحفہ پیش فرمائیں۔ نواب صاحب نے خوش ہو کر مصاحبین کا یہ مشورہ قبول فرمالیا اور ہاتھی کے لئے شاندار عماری وغیرہ بنوانے کا آرڈر بھی دے دیا گیا مگر اس مجلس میں علامہ عبدالحق خیرآبادی تشریف فرما نہیں تھے۔ جب علامہ ممدوح تشریف لائے تو نواب صاحب مرحوم نے اپنی اسکیم اور مصاحبین کے مشورہ سے انہیں آگاہ فرمایا۔ حضرت علامہ نے بڑی سادگی کے ساتھ یہ فرمایا کہ ٹھیک ہی تو ہے۔ ابرہہ کے بعد آپ پہلے شخص ہیں جو ہاتھی لے کر مکہ شریف جائیں گے۔ اس لئے لوگ اس کے سوا اور کیا کہیں گے؟ کہ نواب رام پور اصحاب فیل کے ثانی ہیں۔ یہ سنتے ہی پورا دربار قہقہوں سے گونج اٹھا اور نواب مرحوم بھی ہنسنے لگے اور ہاتھی لے کر مکہ مکرمہ جانے کی ساری اسکیم درہم برہم ہوگئی اور نواب صاحب نے فرمایا کہ واللہ! میں کبھی بھی اصحاب فیل کا ثانی بننے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا۔

خدا کے گھر سے چائے ختم

روسائے علی گڑھ میں الحاج نواب مزمل اللہ خاں صاحب مرحوم بڑے آن بان اور بڑی نرالی شان کے نواب تھے۔ فقیر راقم الحروف سے ان کا یہ خاص تعلق تھا کہ یہ میرے مرشد علیہ الرحمہ کے پیر بھائی تھے اور حضرت مولانا شاہ عبدالغفور خاں صاحب قبلہ نقشبندی مجددی شاہ جہانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ اس نسبت کی وجہ سے کئی بار میں ان کے دربار میں باریاب ہوا۔ نواب صاحب کے یہاں اکثر علماء و حفاظ وغیرہ دسترخوان پر موجود رہا کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے بتایا کہ نواب صاحب مرحوم کے یہاں کوئی مولانا صاحب رہا کرتے تھے جو بہت ہی دلچسپ اور خوش دل و خوش مزاج تھے اور ان کے لطیف مزاح سے نواب صاحب مرحوم بھی بہت محظوظ ہوا کرتے تھے۔ یہ مولانا صاحب چائے کے بڑے ہی عاشق تھے اور چائے پیتے وقت مسرور ہو کر ہمیشہ ایسے ایسے لطائف وظرائف سنایا

www.waseemziyai.com

کرتے تھے کہ نواب صاحب اور مصاحبین ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جایا کرتے تھے۔ جب نواب صاحب مرحوم حج سے واپس تشریف لائے تو مکہ مکرمہ سے شیشے کے فنجانوں کا ایک سیٹ بھی اپنے ساتھ لائے تھے اور مزل منزل میں پہلی مرتبہ ان فنجانوں میں چائے کا دور چلا تو مولانا صاحب روٹھ کر دور جا بیٹھے اور جب نواب صاحب نے بلایا کہ مولانا! چائے حاضر ہے۔ تو مولانا صاحب نے کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ سرکار میں اس چائے سے باز آیا۔ بلکہ تائب ہوتا ہوں۔ نواب صاحب نے حیرت سے فرمایا کہ ارے ارے! یہ کیوں؟ آپ تو اپنے آپ کو چائے کا عاشق زار فرمایا کرتے تھے۔ آج آپ اپنی محبوبہ سے اس قدر بیزار کیوں ہو رہے ہیں؟ لوگوں نے بھی پوچھا کہ مولانا خیر تو ہے؟ واقعی آج آپ چائے سے کیوں اعراض فرما رہے ہیں؟ کوئی خاص بات ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ خاص یا عام بات کچھ بھی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ جب چائے شروع شروع میں چلی تھی تو مٹی کی بڑی بڑی رکابیوں میں خوب زیادہ ملا کرتی تھی۔ پھر خدا غارت کرے جاپان کو کہ اس نے چائے کے لئے چینی کے چھوٹے چھوٹے کپ بنا دیئے تو پھر ان پیالوں میں تھوڑی تھوڑی ملنے لگی۔ پھر سنگل کپ بن گئے تو اور بھی قلیل مقدار میں ملنے لگی اور آج میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ شیشے کی ان چکڑیوں میں زیادہ سے زیادہ نو نو ماشہ یا ایک ایک تولہ مل رہی ہے تو میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ چائے جب سے شروع ہوئی برابر اس کی مقدار گھٹتی ہی چلی جا رہی ہے۔ اس لئے مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ آئندہ چند دنوں میں گھٹتے گھٹتے اور کم ہوتے ہوتے وہ دن آ جائیں گے کہ چائے عطر کی روئی کی پھریریوں میں تقسیم ہوا کرے گی اور پھر کچھ ان دنوں میں بالکل ہی ختم ہو جائے گی اور مجبوراً ہم لوگوں کو اس سے توبہ کر لینی ہی پڑے گی۔ تو پھر میں نے آج ہی توبہ کا عزم کر لیا ہے۔ یہ سن کر اہل محفل ہنس پڑے مگر نواب صاحب نے فرمایا کہ جناب! فنجانوں میں چائے پینا بیت اللہ شریف والوں کا طریقہ ہے اس لئے اس سے آپ انکار نہیں کر سکتے۔ یہ سن کر مولانا نے فرمایا۔ اخاہ! جب تو میں سمجھتا ہوں کہ خدا کے گھر ہی سے چائے ختم ہو رہی ہے۔ مولانا کا یہ فقرہ سن کر نواب صاحب کو بھی ہنسی آ گئی اور پھر مولانا نے فنجان اٹھا کر چائے پینی شروع کر دی۔

www.waseemziyai.com

باکرامت استاذ

علی گڑھ یونیورسٹی کے پروفیسر دینیات حضرت علامہ سید سلیمان اشرف صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہ بہت جید عالم دین تھے۔ بہت ہی وجیہہ' خوش رو اور خوبصورت اور نہایت ہی خوش خوراک وخوش پوشاک بزرگ تھے۔ چونکہ میرے استاذ حضرت صدر الشریعہ مولانا الحکیم امجد علی صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ مصنف بہار شریعت'' کے یہ ہم سبق اور استاذ بھی ہیں اور ایک مرتبہ میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہمراہ یونیورسٹی میں حضرت ممدوح سے شرف نیاز حاصل کر چکا تھا۔ اس لئے پھر کئی بار تنہا بھی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوتا رہا اور بحمدہ تعالیٰ مجھ پر شفقت بھی فرماتے رہے۔

موصوف اپنی علمی وجاہت کے باوجود بہت ہی خوش اخلاق وخوش طبع بزرگ تھے' لیکن نہایت ہی شاندار اور نازک مزاج بھی تھے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے استاذ حضرت استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ خان صاحب جونپوری قدس سرہ العزیز کے علمی کمالات اور تفہیم درسیات میں ان کی مہارت کاملہ کا تذکرہ بڑے والہانہ انداز میں فرمارہے تھے۔ اس وقت آپ کی مجلس میں رؤسا ونوابان علی گڑھ بھی شریک محفل تھے۔ ابھی حضرت ممدوح اپنے استاذ کے ذکر جمیل سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ایک دم نواب سر مزمل اللہ خاں صاحب والی بھیکم پور نے اپنے استاذ مولانا لطف اللہ خان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا تذکرہ شروع کر دیا۔ حضرت ممدوح کو ان کا یہ دخل در معقولات پسند نہیں آیا۔ جب طبع نازک پر گرانی حد سے متجاوز کر گئی تو حضرت ممدوح نے بطور طنز لطیف فرمایا کہ:

''جناب میں تو آپ کے استاذ کو باکرامت سمجھتا ہوں۔'' نواب سر مزمل اللہ خان صاحب نے بڑے جھٹکے سے یہ پوچھا کہ حضرت یہ کیسے؟ حضرت ممدوح نے برجستہ فرمایا کہ ''اس لئے کہ انہوں نے آپ جیسوں کو پڑھا دیا۔'' حضرت ممدوح کا یہ جملہ سن کر تمام حاضرین کے ہونٹوں پر ایک ہلکے تبسم کی لہر دوڑ گئی اور نواب سر مزمل اللہ خاں صاحب مرحوم بالکل خاموش ہو گئے۔ (مسموع)

www.waseemziyai.com

مردہ گائے کو حلال کرنے والا

مولانا حکیم غلام ربانی خاں صاحب بن افسر الاطباء مولانا حکیم عبدالقادر صاحب شاہجہانپوری بہت ہی شاندار رئیس اور حاذق طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی بذلہ سنج اور خوش طبع بزرگ تھے چونکہ وہ میرے مرشد علیہ الرحمہ کے حلقے میں حاضر ہوا کرتے تھے اور ان کے فرزند ارجمند مولوی حکیم ڈاکٹر عبدالقوی خان صاحب پروفیسر علی گڑھ یونیورسٹی کو میں نے پڑھایا تھا۔ اس لئے ان سے میری بہت بے تکلفانہ گفتگو ہوا کرتی تھی اور حضرت موصوف مجھ پر خاص طور پر کرم فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں شاہ جہانپور محلّہ وفازئی میں آپ کے مطب کے اندر حاضر ہوا کئی ایک رؤسا شہر بھی موجود تھے اور ایک پیرزادے صاحب بھی شریک مجلس تھے جو بہت ہی لطیفہ گو اور قہقہہ باز تھے۔ انہوں نے ایک دم ایک مولوی صاحب کا قصہ سنایا اور خوب خوب ہنسے ہنسائے۔ چونکہ میں مجلس میں حاضر تھا تو وہ قصہ کچھ میرے اوپر فٹ ہونے لگا۔ میں تو خُرد ہونے کی وجہ سے خاموش رہا لیکن میری طرف سے بطور جواب وہی حکیم صاحب قبلہ مرحوم نے فوراً یہ قصہ سنایا کہ صاحب! ایک پیر صاحب تھے جن کے کشف و کرامات کا بڑا چرچا تھا۔ لوگ دور دور سے ان کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے مگر وہ پیر صاحب تھے بالکل جاہل مطلق۔ ایک دن شہرت سن کر ایک مولانا صاحب بھی ان کی خانقاہ میں حاضر ہوئے۔ جیسے ہی مولانا موصوف آ کر بیٹھے پیر صاحب کا ایک نوکر بھاگتا ہوا آیا اور کہا کہ میاں! گائے تو مرگئی۔ میاں صاحب نے فرمایا۔ اب تو مرگئی خیر اچھا جاؤ۔ تم لوگ اس کی کھال اتارو۔ میں ابھی اس کو حلال کردوں گا اور گوشت قصائی کو دے دوں گا۔ یہ سن کر مولانا صاحب ایک دم چونکے اور بول اٹھے حضرت! مری ہوئی گائے کو آپ کیسے حلال کردیں گے؟ پیر صاحب نے چمک کر فرمایا کہ اجی جناب! یہی سب تو وہ خاص خاص دعائیں اور وظائف ہماری خانقاہ میں ایسے ایسے ہیں، جس سے ہماری خانقاہ دور دور تک مشہور ہے۔ مری ہوئی گائے تو کیا؟ ہم تو مرا ہوا ہاتھی بھی حلال کرسکتے ہیں۔ مولانا صاحب نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور کرامت مآب! اللہ! ذرا یہ دعائیں ہمیں بھی تو سنا دیجئے؟ پیر صاحب نے فرمایا خیر تم

www.waseemziyai.com

بہت بڑے مولانا ہوتو سن لو۔ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً پڑھ کر تو ہم مری ہوئی گائے کو حلال کر دیتے ہیں اور اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ٥ پڑھ کر ہم مرا ہوا ہاتھی حلال کر سکتے ہیں۔ یہ سن کر مولانا صاحب ایک دم مجلس سے کود کر بے تحاشا بھاگے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں، ہاں یہ کیا؟ ارے مولانا بھاگتے کیوں ہو؟ مولانا نے فرمایا کہ بھائی! مجھے یہ خطرہ درپیش ہوگیا ہے کہ کہیں پیر صاحب خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ پڑھ کر مجھے بھی نہ حلال کر ڈالیں۔

حکیم صاحب مرحوم کی زبان سے یہ قصہ سن کر ایک دم سب لوگ ہنستے ہنستے بے خود ہو گئے اور پیرزادہ صاحب بے حد خفیف ہوئے۔

الف لام چمک دمک

جن اکابر علماء اہل سنت ومشائخ کرام سے راقم الحروف نے شرف زیارت حاصل کیا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ خوش ذوق وخوش مزاج خندہ رو اور لطائف علمیہ اور مزاح لطیف کا ماہر میں نے حضرت اقدس محدّث اعظم مولانا سید محمد صاحب قبلہ اشرفی جیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کو پایا۔ حضرت موصوف الصدر اپنی خاندانی عظمت شکل وصورت کی وجاہت اور علمی جلالت کے باوجود بڑے ہی خوش طبع، حاضر جواب اور تفریح پسند بزرگ تھے۔ بات بات میں علمی نکات پیدا کر کے مجلس میں ارباب ذوق کی تفریح خاطر کا سامان پیدا فرما دینا۔ حضرت اقدس کا وہ انمول علمی کارنامہ ہے کہ جس کو میں نے اپنی تمام عمر فراموش نہیں کرسکتا۔

ایک مرتبہ اترولہ ضلع گونڈھ کے اجلاس میں حضرت اقدس اور حضرت مفتی آگرہ مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ حقانی علیہ الرحمہ کے ساتھ یہ راقم الحروف بھی حاضر تھا۔ ایک دم داعی جلسہ جناب حکیم خورشید الحسن صاحب کے بارے میں ایک صاحب سے میں نے یہ دریافت کیا کہ ''حکیم خورشید'' کہاں ہیں؟ تو حضرت اقدس نے مجھے فوراً ٹوکا کہ مولانا صحیح نام لیا جائے۔ ان کا نام خورشید حسن نہیں ہے بلکہ خورشید الحسن ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور خورشید کے بعد حسن پر الف لام کیسا ہے؟ تو برجستہ فرمایا کہ چونکہ یہ الف لام خورشید

کے بعد ہے لہٰذا یہ الف لام چمک دمک کا ہے پھر ہنستے ہوئے میں نے یہ عرض کیا کہ حضور خورشید فارسی کا لفظ ہے۔ ''الحسن'' کے ساتھ اس کی اضافت کس طرح ہوسکے گی؟ تو ارشاد فرمایا کہ ''خورشید الحسن'' کی ترکیب ایسی ہی ہے جیسے ''گنج العرش'' کی ترکیب۔ اگر گنج کی اضافت العرش کی طرف ہوئی ہے تو پھر خورشید کی اضافت ''الحسن'' کی طرف کرنے میں آپ کو کون سی قیامت نظر آرہی ہے؟ حضرت اقدس کی اس بے ساختہ حاضر جوابی اور علمی لطیفہ سنجی سے حضرت مفتی آگرہ اور فقیر راقم الحروف کو ہنسی آئی۔ پھر ہم دونوں کمرے سے باہر نکلے تو میں نے کہا ''واللہ!'' قدرت نے حضرت اقدس کو ایسا لاجواب دماغ عطا فرمایا ہے کہ علماء میں ان کی مثال نہیں مل سکتی تو حضرت مفتی آگرہ نے فرمایا کہ میاں! کیا کہنا ہے ان کا؟ بادشاہ ہیں! بادشاہ۔

بدھو کا ترجمہ

مدرسہ انوار العلوم جین پور ضلع اعظم گڑھ میں میرے ہم سبق اور ساتھی مولانا صوفی محمد خلیل صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمہ صدر المدرسین تھے۔ انہوں نے اپنے مدرسہ کے اجلاس میں دستار بندی میں حضرت محدّث اعظم ہند صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اور مجھ راقم الحروف کو مدعو کیا۔ سندوں پر میں نے اپنے قلم سے فارغ التحصیل طلبہ کا نام وغیرہ لکھا۔ ایک طالب علم غالباً ان کا نام مولوی عبید الرحمٰن تھا اور ان کے والد کا نام ''بدھو'' تھا۔ میں نے سند پر یہی نام لکھ دیا۔ جب یہ سندیں ملاحظہ اقدس میں دستخط کے لئے پیش ہوئیں تو حضرت نے سب طلبہ و علماء کو جمع فرمایا اور پھر مجھ خادم کو بلا کر فرمایا کہ آپ کو یہ سمجھ کر سند لکھنے کے لیے دی گئی تھی کہ آپ قدرے خوشخط بھی ہیں اور نوجوان علماء میں نہایت قابل بھی۔ مگر آپ نے سند لکھنے میں ایک بہت بڑی غلطی کردی۔ میں بھلا کس طرح اس کی تصدیق کرسکتا ہوں؟ علماء اور طلباء کے مجمع میں حضرت کا یہ فرمان سن کر میں سناٹے میں آگیا اور میں نے سند کو بغور دیکھ کر عرض کیا کہ حضور والا اس میں کوئی غلطی نہیں ہے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ یہ سند عربی زبان میں لکھا۔ مگر ''بدھو'' کا آپ نے عربی میں ترجمہ ہی نہیں لکھا۔ آپ کو یوں لکھنا چاہئے تھا کہ ''المولوی عبیدالرحمٰن بن یوم الاربعاء'' تو سند بالکل صحیح ہوتی۔ یہ فرمایا اور

www.waseemziyai.com

سند پر دستخط فرمادیئے اور ہم سب حاضرین اس لطیفہ کو سن کر اس قدر ہنسے کہ کسی طرح ہنسی تھمتی ہی نہیں تھی۔ جاہلوں کی سمجھ میں یہ مزاح بالکل ہی نہیں آیا اور وہ ہمارا منہ دیکھتے رہے۔تو حضرت قدس نے ان کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ عربی میں بدھ کے دن کو ''یوم الاربعا'' کہتے ہیں۔ جب بدھو میاں حج کو جائیں گے تو عرب کے لوگ ان کو عربی میں حاجی یوم الاربعاء کہہ کر پکاریں گے۔ یہ سن کر جاہل لوگ ہنسنے لگے۔

خزانچی بدھو

اسی مدرسہ انوار العلوم جین پور میں ایک مرتبہ محدّث اعظم صاحب قبلہ نوراللہ مرقدہٗ اس وقت تشریف لے گئے جب وہاں کچھ اختلاف ہوگیا تھا۔فقیر راقم الحروف بھی حضرت اقدس کے ہم سفر تھا۔ کچھ لوگوں نے خزانچی وغیرہ پر غبن کا الزام لگایا تھا۔حضرت اقدس نے حساب کی جانچ پڑتال کا حکم فرمایا چنانچہ سیکرٹری اور خزانچی وغیرہ نے جو حساب پیش کیا تو غبن سے ان لوگوں کا دامن پاک نکلا اور الزام لگانے والوں کا جھوٹ اور افتراء بالکل ظاہر ہوگیا اور مجھے ان لوگوں پر بڑا غصہ آیا۔خزانچی صاحب کا نام ''بدھو'' تھا۔حضرت اقدس نے مجھے مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ مولانا! یہ الزام لگانے والے لوگ بڑے چالاک ہیں۔ یہ لوگ خزانچی کو ''بدھو'' سمجھ کر خزانچی کا عہدہ اس سے چھین کر اپنے قبضہ میں لینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ مدرسہ غبن سے اب تک اسی لئے بچا رہا کہ اس کا خزانچی ''بدھو'' تھا اگر چالاک خزانچی ہوتا تو اب تک سارا خزانہ اندرون خانہ ہو چکا ہوتا۔حضرت اقدس کا یہ جملہ سن کر مجھے ہنسی آ گئی اور میرا سارا غصہ رفو چکر ہوگیا۔

احیاءِ موتیٰ کی ضرورت تھی

ایک مرتبہ گورکھپور کے اجلاس میں فقیر راقم الحروف حضرت اقدس کے ساتھ شریک اجلاس تھا۔سردیوں کا موسم تھا اور صبح ۵ بجے کی گاڑی سے ہم سب کو بہرائچ کے اجلاس میں جانا تھا۔حضرت محدّث اعظم صاحب قبلہ تو اسی لئے جلسہ کے بعد بالکل سوئے ہی نہیں لیکن میں اور حضرت کا خادم دونوں سو گئے۔ میں حضرت اقدس ہی کے کمرے میں تھا۔ حضرت

اقدس نے بلند آواز سے مجھے پکارا کہ مولانا! میں فوراً اٹھ بیٹھا۔ ارشاد فرمایا کہ ہمارے خادم کو جلد بیدار کیجئے۔ روانگی کا وقت قریب ہے۔ حضرت کا خادم اور وہ صاحب جن کے ذمہ تانگہ لانا تھا دونوں ایک کمرے میں سو رہے تھے۔ میں نے کئی مرتبہ زور زور سے پکارا مگر کوئی اٹھتا ہی نہیں تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور والا یہ دونوں بہت ہی غافل ہو کر سو رہے ہیں۔ اٹھتے ہی نہیں۔ یہ سن کر حضرت اقدس بہت تیزی کے ساتھ خود اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں کے سرہانے کھڑے ہو کر نہایت ہی بلند آواز اور اپنے مخصوص لہجے میں فرمایا کہ ''قُمْ بِـاِذْنِ اللهِ'' حضرت اقدس کی پرجلال آواز سن کر یہ دونوں جھٹ سے بیدار ہو کر ایک دم اٹھ کھڑے ہو گئے۔ ایک صاحب تانگہ لینے کے لئے دوڑ پڑے اور خادم نے مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو جگا رہے تھے حالانکہ یہاں ''اَحْیَاءِ مَوْتٰی'' (مردہ زندہ کرنے) کی ضرورت تھی۔ مجھے اکثر سفر میں یہ کارنامہ انجام دینا پڑتا ہے۔

تبصرہ: ملاحظہ فرمائیے کہ ان تفریحات میں برجستگی اور بے ساختگی کے ساتھ ساتھ کتنی لطافت اور پاکیزگی ہے؟ نہ اُن پُر مزاح فقروں میں کوئی تکلف ہے نہ تصنع نہ کسی کی دل آزاری ہے نہ کوئی ریا کاری۔ اس قسم کے سینکڑوں لطائف وظرائف ہیں جو حضرت اقدس علیہ الرحمہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جن کو سن کر سامعین دیوار قہقہہ بن جایا کرتے تھے۔ مگر حضرت قبلہ کے لبوں پر ایک خفیف موج تبسم کے سوا قہقہوں کا طوفان کبھی نہیں آتا تھا۔

افسوس صد ہزار افسوس! کہ آج ملک کی دنیا ان باکمالوں کے وجود سے خالی ہوگئی اور ہمیں ایسا دور دیکھنا پڑا کہ آج کل کے علماء میں نہ خوش خلقی ہے نہ خوش طبعی، نہ زندہ دلی ہے، نہ خوش مزاجی۔ ہر طرف مصنوعی تقدس، بناوٹی بزرگی، پرفریب زہد و تقویٰ کے جعلی سکوں کی گرم بازاری نظر آرہی ہے۔ جن کو دیکھ کر بے اختیار کسی مسخرے شاعر کا یہ شعر زبان پر رواں ہو جاتا ہے۔

خلاف شرع مرا شیخ تھوکتا بھی نہیں   مگر اندھیرے اجالے میں چوکتا بھی نہیں

حاکم پرگنہ یا حاکم پُرگنہ

میرے استاذ معظم و آقائے نعمت حضرت اقدس صدر الشریعۃ مولانا الحکیم محمد امجد علی صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ (مصنف بہار شریعت) بہت ہی پرجلال اور باوقار صاحب علم و عمل عالم دین تھے اور اپنی علمی و عملی اداؤں کے لحاظ سے بلاشبہ علماء متقدمین و سلف صالحین کے

www.waseemziyai.com

جانشین تھے مگر اپنے اس عالمانہ وقار اور فقیہانہ عظمت واقتدار کے باوجود کبھی کبھی تفریحی جملے بھی ارشاد فرمادیا کرتے تھے جو بہت ہی بے ساختہ اور فرحت خیز ومسرت انگیز ہوا کرتے تھے۔

مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ کے قیام کے دوران مدرس دوم جناب مولوی محمد امین الدین صاحب مرحوم نے ایک مدرسہ کے سابق معائنوں کو حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا۔ ان معائنوں میں ایک معائنہ کسی حاکم پرگنہ صاحب کا بھی تھا۔ جنہوں نے اپنے معائنہ میں سارا زور اس بات پر صرف کیا تھا کہ مدرسہ سعیدیہ میں کم از کم انٹرنس تک انگریزی کی بھی ضرور تعلیم ہونی چاہیئے۔ خالی عربی کی تعلیم دے کر نرے ملا بنانے سے کیا فائدہ ہوگا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے بہت سے خرافات ان کے معائنہ میں درج تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس معائنہ کو ملاحظہ فرما کر مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ صاحب ''حاکم پرگنہ تھے یا حاکم پُرگُنہ'' حضرت علیہ الرحمہ کا یہ فقرہ سن کر سب لوگ ہنس پڑے۔

حاضر جواب بدوی

کسی خلیفۃ المسلمین کے شاہی دستر خوان پر ایک اعرابی کھانے کے لئے بیٹھ گیا۔ ایک بھنا ہوا بکری کا بچہ جب دستر خوان پر لایا گیا تو اعرابی جو خوب بھوکا تھا۔ بڑی تیزی کے ساتھ جلدی جلدی اور بڑا بڑا لقمہ کھانے لگا۔ اس کے کھانے کا ڈھنگ دیکھ کر خلیفۃ المسلمین نے مزاح کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اس بکری کے بچے کو اس طرح کھا رہے ہو گویا اس کی ماں نے تمہیں سینگ مارا ہو۔ اعرابی نے کھاتے کھاتے جواب دیا کہ امیر المؤمنین! اور آپ تو اس پر اس طرح شفقت فرما رہے ہیں کہ گویا اس کی ماں نے آپ کو دودھ پلایا ہو۔ (ثمرات الاوراق ج۲ ص۲۵۱)

میں ہڈی کس کو دوں گا؟

ایک بخیل نے گوشت بھری ہڈی خریدی اور اس کو پکا کر کھانے لگا اور اس کے تینوں لڑکے سامنے بیٹھے دیکھتے رہے۔ مگر بخیل نے کسی کو ذرا سا بھی گوشت نہیں دیا۔ جب صرف چکنی اور صاف ہڈی رہ گئی تو بخیل اپنے لڑکوں سے کہنے لگا کہ یہ ہڈی میں اس کو دوں گا جو اس کو

www.waseemziyai.com

سب سے زیادہ اچھی طرح کھانے کا طریقہ مجھے بتائے گا۔ یہ سن کر بڑا لڑکا بولا کہ ابا جان! میں اس کو اس طرح چاٹ چاٹ کر اور چوس چوس کر چھوڑوں گا کہ کسی چیونٹی کو بھی طمع باقی نہ رہے گی۔ منجھلے لڑکے نے کہا کہ ابا جان! میں تو اس کو چاٹ چاٹ کر اس قدر شفاف بنا دوں گا کہ دیکھنے والا اس کو سال دو سال کی پرانی ہڈی سمجھے گا۔ آخر میں سب سے چھوٹا لڑکا بولا کہ ابا جان! یہ دونوں نالائق ہیں انہیں کھانے کا ڈھنگ ہی نہیں۔ میں پہلے تو اسے خوب خوب چاٹ چاٹ کر اور چوس چوس کر صاف کر دوں گا۔ پھر اس کو کوٹ چھان کر سفوف بنا کر پانی کے ساتھ حلق سے اتارلوں گا۔ یہ سن کر بخیل مارے خوشی کے اچھل پڑا اور کہا کہ شاباش! واقعی تو اس قابل ہے کہ میں یہ ہڈی تجھے عطا کروں۔ تو میرا سچا جانشین ہے۔ اللہ تعالیٰ تیری معرفت اور دانائی میں خوب خوب ترقی عطا فرمائے یہ کہہ کر ہڈی اس لڑکے کو دے دی۔ (ثمرات الاوراق ص ۲۴۸)

ایک دلچسپ مقدمہ

ایک عورت نے اپنے شوہر کے خلاف قاضی کی کچہری میں یہ مقدمہ پیش کیا کہ میرا شوہر ہر رات بستر پر پیشاب کر دیتا ہے۔ اس لئے مجھے اس سے طلاق دلا دی جائے۔ قاضی صاحب نے شوہر سے بیان دینے کی فرمائش کی تو اس نے کہا کہ عزت مآب کیا کروں؟ میں ہر رات یہی خواب دیکھتا ہوں کہ میں سمندر کے ایک جزیرہ میں ہوں اور اس میں ایک بہت ہی اونچا محل بنا ہوا ہے اور محل کے اوپر ایک گنبد بنا ہوا ہے اور اس گنبد پر ایک اونٹ ہے اور میں اس اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا ہوں اور ایک دم وہ اونٹ سمندر کا پانی پینے کے لئے اپنا سر جھکانے لگتا ہے۔ یہ دیکھ کر مجھ پر ایسا خوف طاری ہو جاتا ہے کہ مارے ڈر کے میرا پیشاب خطا ہو جاتا ہے۔ شوہر کا بیان سن کر قاضی صاحب نے عورت سے فرمایا کہ اے اللہ کی بندی! تو اپنے شوہر کو معذور سمجھ کر معاف کر دے اور صبر کر۔ جب اس کی بات سن کر میرا پیشاب خطا ہو گیا تو یہ منظر دیکھ کر اس کا پیشاب کیونکر رک سکتا ہے۔

سب لوگ سمجھ گئے

ایک مولانا صاحب تھے جو وعظ بیان فرمایا کرتے تھے اور ان کا تکیہ کلام تھا کہ سب

لوگ سمجھ گئے۔ ایک دن وعظ کے لئے ان کا دل نہیں چاہتا تھا۔ مگر اچانک مصلیوں نے عصر کی نماز کے بعد مسجد میں اعلان کر دیا کہ سب لوگ ٹھہر جائیں۔ مولانا کا وعظ ہوگا۔ مولانا صاحب پر یہ الزام بڑا گراں گزرا مگر چونکہ اعلان ہو چکا تھا اس لئے با دل نخواستہ وعظ کے لئے منبر پر کھڑے ہو گئے اور خطبہ کے بعد اپنے تکیہ کلام کے مطابق فرمایا کہ کیوں؟ سب لوگ سمجھ گئے تو حاضرین نے بلند آواز سے کہا کہ جی ہاں! ہم لوگ سمجھ گئے تو مولانا نے فرمایا کہ سبحان اللہ جب تم لوگ اتنے سمجھ دار ہو کہ بغیر میرے فرمائے ہوئے سب کچھ سمجھ گئے تو پھر تم لوگوں کو سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ کہا اور منبر سے اتر کر چل دیئے۔ مقتدیوں نے کہا کہ افسوس! ہم لوگوں سے بہت بڑی غلطی ہوگئی کہ ہم لوگوں نے مولانا کے جواب میں یہ کہہ دیا کہ جی ہاں! سمجھ گئے۔ اچھا اب مغرب کے بعد واعظ کا اعلان کر دو اور جب مولانا صاحب فرمائیں کہ سب لوگ سمجھ گئے؟ تو سب چلا کر کہیں کہ نہیں۔ ہم لوگ کچھ نہیں سمجھے۔ بالکل نہیں سمجھے پھر تو مولانا صاحب وعظ بیان فرمائیں گے۔ لہٰذا تمام لوگوں نے بعد مغرب اعلان کر دیا کہ مولانا صاحب وعظ بیان فرمائیں گے لہٰذا تمام صاحبان ٹھہر جائیں۔ مولانا صاحب کا دل تو چاہتا نہیں تھا کہ وعظ فرمائیں لیکن اعلان سے مجبور ہو کر منبر سے کھڑے ہو گئے اور خطبہ پڑھ کر حسب عادت فرمایا کہ کیوں؟ سب لوگ سمجھ گئے تو سب سامعین چلا چلا کر کہنے لگے کہ جی نہیں۔ ہم لوگوں نے کچھ بھی نہیں سمجھا۔ بالکل نہیں سمجھا۔ یہ سن کر مولانا صاحب نے فرمایا کہ استغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ! جب تم لوگ اتنے ناسمجھ ہو کہ کچھ سمجھتے ہی نہیں تو پھر تم لوگوں کو سمجھانا بالکل فضول ہے۔ یہ کہا اور منبر سے اتر گئے اور چلے گئے۔ سامعین کو بڑا افسوس ہوا کہ ناحق ہم لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ ہم لوگوں نے کچھ نہیں سمجھا۔ پھر سب نے یہ طے کیا کہ اچھا عشاء کے وقت وعظ کا اعلان کر دیا جائے اور جب مولانا صاحب دریافت کریں کہ کیوں؟ سب لوگ سمجھ گئے تو منبر کے دائیں طرف والے یہ کہیں کہ جی ہاں! ہم کچھ لوگ سمجھ گئے اور منبر کے بائیں طرف والے یہ کہیں کہ ہم لوگوں نے کچھ بھی نہیں سمجھا۔ جب تو ضرور ہی مولانا صاحب واعظ فرمائیں گے۔ چنانچہ عشاء کے بعد لوگوں نے وعظ کا اعلان کر دیا اور مولانا صاحب منبر پر تشریف لے گئے اور

جیسے ہی خطبہ کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ کیوں؟ سب لوگ سمجھ گئے تو آدھے آدمیوں نے کہا جی نہیں۔ ہم لوگوں نے کچھ بھی نہیں سمجھا۔ یہ آوازیں سن کر مولانا صاحب نے فرمایا کہ ماشاء اللہ! کچھ لوگ سمجھ دار ہیں جو سمجھ گئے اور کچھ لوگ ناسمجھ ہیں جو بالکل نہیں سمجھے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ جو لوگ سمجھ گئے ہیں وہ ان ناسمجھوں کو سمجھا دیں۔ میرے سمجھانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وّآلہٖ وصحبہٖ وبارك وسلم یہ فرمایا اور منبر سے اتر پڑے۔

کھانے میں سنت وفرض

ایک مولانا صاحب دعوت کھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ لوگوں نے اصرار کر کے انہیں بہت زیادہ کھلا دیا۔ یہاں تک کہ اب ان کے شکم میں ایک ماشہ غذا کی بھی جگہ باقی نہیں رہی تو کسی نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے برتنوں کو تو صاف ہی نہیں کیا حالانکہ برتنوں کو صاف کرنا سنت ہے۔ مولانا صاحب نے فرمایا ٹھیک ہے۔ برتن صاف کرنا سنت ہے مگر جان بچانا فرض ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ میں سنت ادا کروں یا فرض پر عمل کروں؟ یہ سن کر سب لوگ ہنس پڑے۔

مختصر نویس

مصر کے ایک عالم صاحب کو یہ خبط تھا کہ وہ ہمیشہ بہت ہی مختصر خط لکھا کرتے تھے اور اپنی مختصر نویسی پر انہیں بڑا ناز تھا۔ چنانچہ انہوں نے کسی مولانا صاحب کے نام اتنا مختصر خط لکھا کہ:

"نَحْنُ بِخَيْرٍ فَكَيْفَ اَنْتُمْ وَالسَّلَامُ"

یعنی ہم لوگ بخیریت ہیں۔ آپ لوگوں کا کیا حال ہے؟ والسلام۔

جواب میں مولانا صاحب نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ ہم آپ سے بھی زیادہ مختصر نویس ہیں۔ یہ خط لکھا کہ نَحْنُ لَكَ وَالسَّلَامُ یعنی ہم تمہارے ہی جیسے ہیں' والسلام'

www.waseemziyai.com

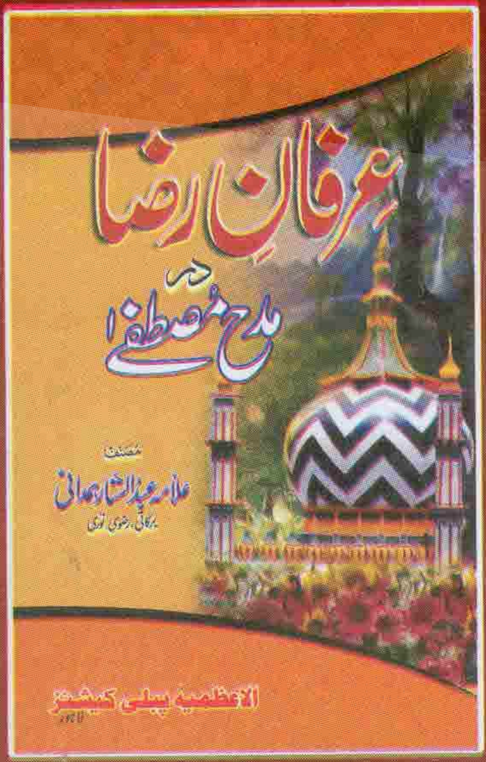

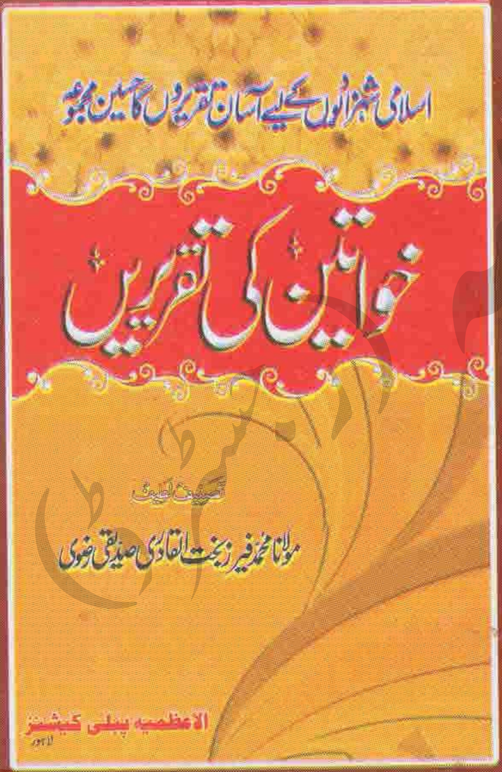

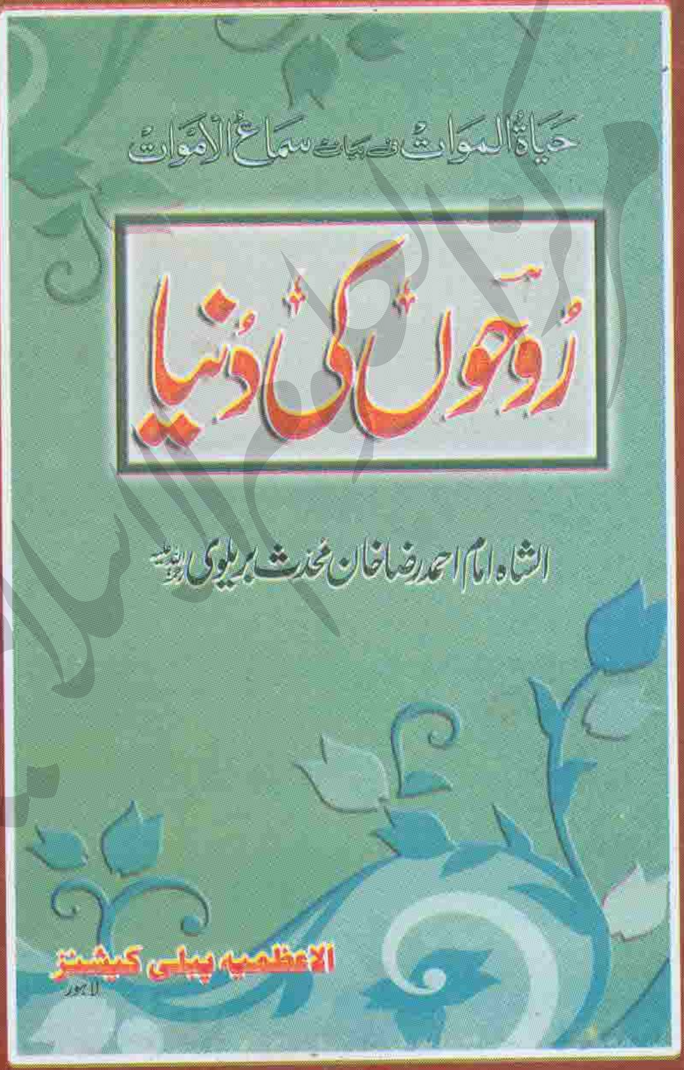

الاعظمیہ پبلی کیشنز
P-35 توحید نگر، لاہور

www.waseemziyai.com